علاماتِ قیامت سے متعلق
رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

Khatme Nubuwwat Academy
387 Katherine Road, Forest Gate
London E7 8LT, UK

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

رسولِ اکرم ﷺ کی حیوانات سے متعلق پیشگوئیاں

جمادات سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

رسولِ اکرم ﷺ کی علاقہ جات سے متعلق پیشگوئیاں

علاماتِ قیامت سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

آنے والے فتنوں سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

علاماتِ قیامت اور جدید سائنس

انتساب

حضور سرورِ کائنات، فخرِ مجسّم، شافعِ محشر، ساقیِ کوثر حضرت محمد عربی مصطفیٰ ﷺ کے نام، جو باعثِ تخلیقِ کائنات بن کر دنیا میں تشریف لائے اور اپنی ضوفشانیوں سے دنیا کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو اجالوں سے روشن کر گئے۔

رخِ مصطفیٰ کو دیکھا تو دیوں نے جلنا سیکھا
یہ کرم ہے مصطفیٰ کا کہ شبِ غم نے ڈھلنا سیکھا
یہ زمیں رکی ہوئی تھی یہ فلک تھما ہوا تھا
چلے جب مرے محمد ﷺ تو دنیا نے چلنا سیکھا

محمد ہارون معاویہ

عرضِ مؤلف

قابلِ احترام قارئین! زیرِ نظر کتاب ”رسول اکرم ﷺ کی سچی پیشگوئیاں“ آپ کے ہاتھوں میں ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں حضور ﷺ کی پاکیزہ زبانِ نبوت سے ادا ہونے والی پیشگوئیوں کی تفصیل ہے، جو آج ہر طرف صحیح ثابت ہو رہی ہے، لیکن ہم عبرت حاصل کرنے کے بجائے دن بدن نافرمانیوں کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ قربِ قیامت کے حوالے سے پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر قیامت کے دن کے لئے تیاری کرتے جبکہ الٹا ہم ڈھیٹ ہوتے چلے جا رہے ہیں، یقیناً یہ ہماری بربادی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم اپنی آخرت کو اپنے سامنے رکھیں اور حضور ﷺ کی تعلیمات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنی دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں، چنانچہ اس کتاب میں سات ابواب قائم کئے گئے اور تفصیل کے ساتھ ہر ہر باب میں مختلف موضوعات پر حضور ﷺ کی سچی پیشگوئیوں کو بیان کیا گیا ہے، واضح رہے کہ اس کتاب کے مواد کے حصول کے لئے مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح مظاہرِ حق جدید کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، علاوہ ازیں احادیث کی دیگر کتب بھی ملحوظ رہی، جنکے حوالے جا بجا ذکر کر دیئے گئے ہیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ حضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے لحاظ سے یہ کتاب تفصیلی اور جامع کتاب ہوگی، اللہ کرے اس کتاب پر عمل کر کے ہم اپنے آپ کو فتنوں سے بچا کر اپنی آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے والے بن جائیں آمین یا رب العٰلمین۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات

پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنا دے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ضروری ہے کہ اپنے پُرخلوص معاونین کا شکریہ ادا کرتا چلوں جن کے خصوصی مشورے میرے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن میں میرے مدرسے ''مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپور خاص'' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور مہتمم حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب اور دیگر اساتذہ میں، حضرت مولانا محمد عمران سردار صاحب، اور اسی طرح ہمارے مدرسے کے استاذ الحدیث اور مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب، اسی طرح میرے ہم کلاس، مخلص دوست کئی کتابوں کے مؤلف جناب مولانا محمد سفیان بلندی صاحب بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً اس کتاب کے ناشر محترم انعام الٰہی صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے آمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام آپ کا خیراندیش محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی ساکن میرپور خاص سندھ

مقدمہ

عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جس سے انکار و انحراف دراصل اسلام سے انکار و انحراف ہی کے مترادف ہے۔ عقیدۂ آخرت میں وقوع قیامت اور اس کی علامات، احوال بعد الممات، حساب و کتاب، جزا و سزا، اور جنت و جہنم وغیرہ شامل ہیں۔ اس مادی و ظاہری دنیا میں مذکورہ اشیاء کا ہر دم نظروں سے اوجھل ہونا ایک حد تک ایمان بالآخرت کو کمزور کرتا رہتا ہے لیکن اس کے مداوا کے لئے آنحضرت ﷺ نے قیامت سے پہلے کچھ ایسی علامات و آیات کے ظہور کی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں جن کا وقوع جہاں لامحالہ قطعی و لازمی ہے وہاں اس کے اثرات مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط بنانے اور نبی ﷺ کی نبوت صادقہ کے اعتراف و اثبات پر بھی معاونت کرتے ہیں۔

پیشین گوئی دراصل تین لفظوں کا مرکب ہے یعنی پیش اور گوئی دو الگ الگ لفظ ہیں جب کہ ایک تیسرا لفظ 'ایں' ان میں ربط و اتصال پیدا کیے ہوئے ہے یعنی پیشین گوئی، جو کہ پیش ایں گوئی کا مرکب ہے۔ مزید تخفیف کے لئے اسے پیش گوئی بھی کہہ لیا جاتا ہے۔ پیشگوئی کی تعریف یہ ہے کہ ''کسی چیز کے وقوع سے قبل ہی اس کی خبر دے دینا'' (لغت فارسی/اردو) کسی واقعہ کے بارے میں پیشگی مطلع کرنا لامحالہ دو باتوں پر موقوف ہے، یا تو ایسی اطلاع دینے والے شخص کو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مطلع فرما دیتے ہیں یا پھر وحی کے علاوہ آثار و قرائن، کشف و الہام، خواب و القاء، شیطانی وحی، علم جادو اور دیگر مادی ذرائع و اسباب اور آثار و قرائن سے کسی اَمر کے وقوع سے پہلے اس کے احوال معلوم کر کے پیش گوئی کر دی جاتی ہے۔

اول الذکر بات تو صرف انبیاء سے مخصوص ہے جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ سے مختلف باتوں کے متعلق پیشگی مطلع کر دیتے تھے جب کہ ثانی الذکر میں مسلم وغیر مسلم سبھی یکساں ہیں۔ کسی نیک صالح مسلمان کو اس کی نیکی، پاکیزگی اور تقویٰ وطہارت کی وجہ سے کسی امر کا پیشگی الہام ہوسکتا ہے۔ اسی طرح کسی غیر مسلم یا بے دین مسلمان کو جادوگروں، شیطانوں، کاہنوں، خوابوں یا علم ہیئت اور علم ریاضیات وغیرہ کے ذریعے کئی باتوں کا پیشگی علم ہوسکتا ہے لیکن انبیاء اور غیر انبیاء میں ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ انبیاء کی پیش گوئی سو فیصد 100% مبنی بر حقیقت اور سچی ہوتی ہے جب کہ غیر انبیاء کی مختلف ذرائع کے پیش نظر کی جانے والی پیش گوئی نناوے فیصد جھوٹی اور متردد ہوتی ہے۔

عقیدہ ایمان بالغیب

بلا مبالغہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے دین کا اکثر و بیشتر بلکہ پورا دین ہی غیب پر ایمان میں مضمر ہے۔ اگر ہم ان غیبی امور پر ایمان نہ لائیں یا ایمان لانے کے بعد کسی ایک غیبی امر کی بھی نفی کا رویہ اپنالیں تو ہماری نجات نہیں ہوسکتی۔ حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کی خبر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''**أن تؤمن باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیره وشره**''

(بخاری ومسلم)

''(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں اور رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لے آئے۔''

اب یہ چھ چیزیں ایمان کے لئے بنیادی ارکان ہیں اور ان چھ میں سے سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانا شامل ہے، جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بلا دیکھے اور محسوس کئے ایمان لے آتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے فرشتوں میں سے کسی بھی فرشتے کو دیکھے بغیر

ہم ان سب پر غیبی طور پر ایمان لے آتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے کسی نبی اور رسول کو نہیں دیکھا اور نہ ہی صحابہؓ کے علاوہ کسی مسلمان نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے لیکن اس کے باوجود ہم آپ ﷺ کی رسالت واطاعت پر بلا چوں وچرا ایمان لاتے ہیں۔

اسی طرح ہم قرآن مجید کو اللہ کی نازل کردہ سچی اور آخری کتاب تسلیم کرتے ہیں جبکہ ہم نے از خود اس کتاب کے نزول کا کوئی عینی مشاہدہ نہیں کیا بلکہ نبی ﷺ کی تصدیق کی بنیاد ہی پر ہم اسے منزل من اللہ کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں تقدیر اور یومِ آخرت بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں لیکن ہم ان کے اوجھل و پوشیدہ ہونے کی بنیاد پر ان کی نفی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات و علامات کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید کے بالکل آغاز ہی میں ارشاد فرمایا:

﴿**الذین یؤمنون بالغیب**﴾ (البقرۃ:۲)

''جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں (اللہ سے ڈرنے والے ہی ہیں)''

جب کہ اس کے برعکس ارکان ایمان میں سے کسی رکن کے بارے میں نفی یا تردید اور تشکیک کا اظہار کرنے والے کے بارے میں یہ وعید سنائی کہ: ﴿**ومن یکفر باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا......**﴾

(النساء: ۱۳۶)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

اس سے ثابت ہوا کہ جب کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کی بنیاد مذکورہ غیبی امور پر ایمان لانے میں مضمر ہے اور اس کا انحصار بھی محض اس بات پر ہے کہ سید الانبیاء وخاتم النبیین جناب حضرت محمد ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور آخرت وغیرہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور ہم آپ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے ان سب غیبی امور پر ایمان لے آئے ہیں اب مسلمان ہونے کے ناطے یہ بھی ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی

بتائی ہوئی ان تمام پیش گوئیوں کی حقیقت پر بھی ایمان لایا جائے جن کا وقوع عملی طور پر عقل انسانی سے بعید معلوم ہوتا ہے مثلاً آپ ﷺ کی خبر کے مطابق یاجوج وماجوج کے دنیا پر موجود ہونے اور اپنے ظہور سے پہلے انسانوں سے مخفی و پوشیدہ رہنے پر بھی بلا تاویل وتردید ایمان لایا جائے اور ایسا کوئی تشکیکی یا تنکیری اظہار واعتقاد نہ رکھا جائے کہ اگر یہ قوم (یاجوج ماجوج) دنیا پر موجود ہے تو پھر جغرافیہ دانوں سے غائب کیوں رہی ہے؟ حالانکہ جس طرح اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کا انسانوں سے غائب ہونا ان کے معدوم ہونے پر دلیل نہیں، تو یاجوج ماجوج یا دجال وغیرہ کا انسانوں سے مخفی و پوشیدہ ہونا ان کے معدوم ہونے پر دلیل کیسے ہوسکتا ہے؟

لہٰذا دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ سے متعلقہ پیشگوئیوں کے بارے میں یہ عقیدہ پیش نظر رہے کہ ان کا وجود دنیا پر موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ایک خاص مدت تک کے لئے لوگوں سے پردۂ غیب میں رکھا ہے اور جب ان کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے سامنے کردیں گے۔ نیز اسے اس مثال سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ بہت سے معدنی وسائل اللہ نے دنیا میں پھیلا رکھے ہیں اور جیسے جیسے ان کی ضرورت کا وقت آتا گیا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان سے مطلع کرتے گئے حالانکہ یہی چیزیں دریافت سے پہلے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی تھیں۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہیں

غیب شہادت کی ضد ہے جس طرح باطن، ظاہر کی ضد ہے اور جب تک کوئی چیز باطن (مخفی) رہے گی اسے ظاہر سے موسوم نہیں کیا جاسکتا لیکن جب وہ چیز ظاہر ہو جائے گی تو پھر اسے باطن سے موسوم کرنا غلطی ہے۔ اسی طرح جب کوئی چیز غیب ہو تو اسے حاضر یا ظاہر قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن جب وہ ظاہر ہوجائے تو پھر اس پر غیب کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسانی حواس وادراک سے

مخفی ہو اور جب تک وہ چیز انسانی ادراک واحساسات سے پوشیدہ رہے گی اسے غیب ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ کائنات میں بہت سی چیزیں انسانوں کے علم واحساس اور درک وشعور سے مخفی ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ بات واضح کردی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی ذات خواہ وہ معزز نبی ہو یا ولی، فرشتے ہوں یا جن، غیب کا علم نہیں رکھتی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چند ایک آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو﴾ (الانعام:۵۹)

''اور اسی (خدائے واحد) کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

﴿قل لايعلم من في السمٰوات والارض الغيب الااللّٰه﴾ (النمل:۲۵)

''(اے نبی!) آپ فرمادیں کہ جو (مخلوقات) آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔''

﴿ان اللّٰه يعلم غيب السمٰوات والارض﴾ (الحجرات:۱۸)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا ہے۔''

حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ساری مخلوق ہمہ وقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز ظاہر و باطن اور ماضی، حال و مستقبل سے ہمہ وقت آگاہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا خالق ہے اور خالق ہونے کی وجہ سے کوئی چیز بھی اس کے علم سے مخفی یا اوجھل نہیں۔ چونکہ بہت سی چیزیں انسانوں کے سامنے غیب کی حیثیت سے ہوتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی اس کیفیت کے حوالے سے قرآن مجید میں اس طرح کا خطاب فرماتے ہیں کہ ''صرف میں غیب کو جانتا ہوں'' یعنی انسانوں کے لئے تو وہ 'غیب' ہیں لیکن اللہ کے لئے وہ غیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس 'غیب' کو اس لئے جانتے ہیں کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر اور روشن ہیں۔

کیا انبیاءؑ عالم الغیب ہوتے ہیں؟

قرآن وحدیث کے واضح اور صریح دلائل کی روشنی میں یہی بات مبنی برحق ہے کہ انبیاءؑ بھی عالم الغیب (غیب دان) نہیں ہوتے البتہ انبیاءؑ کے غیب دان ہونے کا شبہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بسا اوقات انبیاءؑ کسی ایسے واقعہ کی خبر دیتے ہیں جو 'غیبی' ہوتا ہے تو اسے بنیاد بنا کر کئی لوگ یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ انبیاءؑ عالم الغیب ہوتے ہیں، حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں کیونکہ قرآن مجید میں صریح الفاظ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(البقرۃ:۳۲،الانعام:۵۰،الاعراف:۱۸۸،الاحزاب:۶۳،النمل:۱۸،۶۵،الحجرات:۱۸،الشوریٰ:۵۲ وغیرہ)

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت کسی موقع پر کسی غیبی امر سے مطلع کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے اپنے انبیاء کو منتخب کر کے انہیں اس سے مطلع کرتے ہیں پھر انبیاء اپنی امتوں کو ان باتوں کی اطلاع دے دیتے ہیں، جیسے امور آخرت، احوال قیامت، جنت وجہنم وغیرہ سے متعلقہ امور ہیں۔ چونکہ یہ امور انسانیت کی اخروی ضرورت کی بنیاد ہیں اس لئے ان سے مطلع کرنے کا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کرنا ہوتا ہے چنانچہ اس کارِ عظیم کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کو منتخب فرماتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل دو آیتوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔

﴿وما كان اللّٰه ليطلعكم على الغيب ولكن اللّٰه يجتبى من رسله من يشآء فاٰمنوا باللّٰه ورسله﴾ (آل عمران:۱۷۹)

''اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لیتا ہے اس لئے تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔''

اور فرمایا ﴿عالم الغيب فلا يظهر علىٰ غيبه أحدا الا من ارتضىٰ من

رسول فانه يسلک من بين يديه و من خلفه رصدا﴾ (الجن:۲۶،۲۷)

''وہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔''

تیسری بات یہ ہے کہ جب تک انبیاءؑ کو ان امور کی خبر نہیں پہنچی تھی وہ ان سے بھی مخفی تھیں اور وحی الٰہی سے پہلے انہیں بھی عام انسانوں کی طرح ان چیزوں کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا لیکن جب اور جس موقع پر، جن جن باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو فراہم کر دی تب سے اور صرف انہی چیزوں کے بارے میں انبیاء کو بھی علم ہو گیا۔ لیکن اس اطلاع سے انبیاءؑ کے بارے میں یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اب وہ جزئی طور یا کلی طور پر عالم الغیب ہو گئے ہیں بلکہ اب وہ چیز غیب نہیں رہی بلکہ ظاہر ہو چکی ہے اور جو چیز ظاہر ہو جائے اسے غیب سے موسوم کرنا حماقت ہے۔

مزید برآں انبیاءؑ کو حکم ہے کہ وہ تبلیغی ذمہ داری کی وجہ سے ہر وحی کو آگے پہنچا دیں جیسا کہ قران مجید میں ہے کہ:

﴿يايها الرسول بلغ ما انزل اليک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ (المائدہ:۶۷)

''اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام کما حقہ نہیں پہنچایا۔''

اس لئے انبیاءؑ بلا استثناء ہر وحی کو لوگوں تک پوری ذمہ داری کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ حشر ونشر، جنت وجہنم اور قیامت سے متعلقہ بہت سی غیبی امور سے ہمیں اس لئے واقفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعہ ان سے مطلع ہو کر ہمیں مطلع کر دیا۔ لہٰذا جس طرح ان غیبی امور سے مطلع ہونے کے باوجود ہم عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے اسی طرح انبیاءؑ کو بھی عالم الغیب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لیکن اگر انبیاء کے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا جائے گا تو پھر لازم ہے کہ ہم سب بھی ’عالم الغیب‘ کہلانے کے مستحق ہوں لیکن یہ دونوں دعوے غلط ہیں۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ عالم الغیب نہیں تھے مثلاً اگر حضرت آدم علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا کہ ممنوعہ شجر کے پھل کھانے کی سزا جنت سے اخراج ہے تو وہ کبھی اس کا ارتکاب نہ کرتے! حضرت نوح علیہ السلام کو اگر غیب کا علم ہوتا کہ اپنے نافرمان مشرک بیٹے کی نجات کے سوال پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوں گے تو حضرت نوح علیہ السلام اس کی نجات کا قطعاً سوال نہ کرتے۔ اسی طرح اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام غیب دان تھے تو پھر ان سے آزمائشوں اور امتحانوں کا کیا فائدہ؟ اگر وہ غیب دان ہوتے تو فرشتوں کے لئے انسان سمجھ کر بھنا ہوا بچھڑا کیوں لے آئے؟

اسی طرح اگر حضرت لوط علیہ السلام کو اگر غیب کا علم تھا تو وہ حسین لڑکوں کی شکل میں آنے والے فرشتوں کو کیوں نہ پہچان پائے؟ اسی طرح اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام غیب دان ہوتے تو اپنے عصا کے (پہلی مرتبہ) سانپ بننے سے خائف کیوں ہوئے؟ اور اگر انہیں علم ہوتا کہ میرے گھونسا مارنے سے ایک آدمی مرجائے گا تو وہ اسے گھونسا مار کر بعد میں پریشان نہ ہوتے؟ اسی طرح دیگر کئی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں، لہٰذا انبیاءؑ کو غیب دان سمجھنا حماقت اور قرآن مجید سے لاعلمی کی علامت ہے۔

سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ بھی عالم الغیب نہیں تھے

حضور ﷺ نے ہمیں قیامت کی بہت سے علامات سے آگاہ کیا ہے اور بہت سے غیبی اور پیش آمدہ امور کی خبریں دی ہیں لیکن ان پیشگوئیوں کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ آنحضرت ﷺ غیب دان تھے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دیگر انبیاءؑ کی طرح آپ ﷺ بھی عالم الغیب نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتے حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع آپ ﷺ کو ماضی یا مستقبل کے کسی غیبی واقعہ سے مطلع کر دیتے اور آپ ﷺ اپنی ذمہ داری نبھاتے

ہوئے اسے من وعن اپنی امت کو پہنچا دیتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ولقد أرسلنا رسلا من قبلِک منهم من قَصصنَا علیک و منهم من لم نقصُصْ علیک وما کان لرسول أن یاتی بایة الا باذن اللّٰه﴾

(المومن:۷۸)

’’یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے بیان ہی نہیں کئے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح کچھ رسولوں اور نبیوں کے احوال و واقعات سے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مطلع کیا اور آپ ﷺ نے بذریعہ قرآن وحدیث انہیں من وعن ہم تک پہنچا دیا اسی طرح بہت سے انبیاء ورسل کے واقعات سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مطلع نہیں کیا اسی لئے قرآن وحدیث میں چند انبیاء کے سوا بے شمار انبیاء کا تذکرہ اور احوال و واقعات موجود نہیں ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ کی کسی غیبی اطلاع کی بنیاد پر آپ ﷺ کو ’ماکان و مایکون‘ کا عالم الغیب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح بے شمار واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب نہیں تھے، مثلاً اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو پہلی مرتبہ جب جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر غار حرا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ان سے خائف اور حراساں و پریشان نہ ہوتے لیکن امر واقعہ اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگی اور آپ ﷺ مہینہ بھر پریشان اور حقیقت حال سے آگاہی کے لئے وحی الٰہی کے منتظر رہے، لیکن اگر آپ ﷺ غیب دان ہوتے تو اتنی پریشانی کیوں اٹھاتے؟

اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو ایک یہودن (عورت) کی دعوت پر زہر آلود

گوشت کیوں تناول فرماتے بلکہ آپ ﷺ کھانے سے پہلے ہی سب صحابہ ؓ کو مطلع کر دیتے کہ یہ زہر آلود ہے، لیکن آپ ﷺ ایک نوالہ لے چکے تھے اس کے بعد وحی آ گئی اور آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو منع کیا اور اسی زہریلے گوشت کی تکلیف سے آپ ﷺ نے سچھنے لگوائے اور وفات تک آپ ﷺ اس کے زہر کی تکلیف سے بوجھل رہے۔

(ابوداؤد، البخاری)

قران مجید کا فیصلہ

﴿قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول لكم انی ملك ان اتبع الا ما یوحی الی﴾ (الانعام:۵۰)

''(اے نبی ﷺ!) آپ فرما دیں کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

پیشگوئیوں کی تعبیر کا صحیح منہج

پیش گوئیوں کا بنیادی طور پر تین طرح کی چیزوں کے ساتھ ربط وتعلق ہے، ایک قسم میں 'شخصیات' شامل ہیں یعنی ایسی چیزیں جو قائم بالذات (اپنا وجود) رکھتی ہیں، ان میں بے جان اور جاندار دونوں طرح کی چیزیں شامل ہیں۔ بے جان چیزوں میں آگ، سونے کا پہاڑ یا سونے کا خزانہ وغیرہ شامل ہیں اور جاندار چیزوں میں غیر عاقل یعنی حیوانات وشجرات، دابۃ الارض اور عاقل یعنی امام مہدی کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال اور یاجوج وماجوج کا خروج وغیرہ شامل ہیں۔

'شخصیات' سے متعلقہ پیش گوئیوں کا اطلاق بلا تاویل واستعارہ انہی شخصیات پر کیا جائے گا جن کے اوصاف وعلامات حضور ﷺ نے متعین کر دیئے ہیں۔ مثلاً امام مہدی سے مراد ایک خاص مسلمان امام مراد ہے جس کی چند مخصوص صفات آپ ﷺ

نے متعین کر کے واضح کر دی ہیں، لہٰذا اس سے یہ مفہوم کشید نہیں کیا جا سکتا کہ امام مہدی سے مراد ہر وہ عادل حکمران ہے جو لوگوں کی ہدایت اور دین کی تجدید کا کام کرے!

دوسری قسم میں 'علاقہ جات' سے متعلقہ پیش گوئیاں شامل ہیں۔ ان میں کچھ علاقہ جات پیش گوئیوں میں بالکل واضح طور پر ذکر کر دیئے گئے ہیں مثلاً مکہ اور مدینہ میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا تو اب اس سے وہی مکہ اور مدینہ دو مقدس شہر مراد ہیں جن کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔

البتہ کچھ علاقہ جات کو مبہم اور اشاراتی انداز کے ساتھ بیان کیا گیا، مثلاً مشرق کی طرف سے ایک لشکر آئے گا، یا 'ٹیلوں والی سرزمین' پر جنگ ہو گی۔ اب ایسے علاقہ جات کی تعین آثار وعلامات کے ساتھ ہی ممکن ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ واضح رہے کہ اگر کسی صحابی سے کسی مبہم علاقے کی تعین ہو جائے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی۔ علاوہ ازیں ایسی مہمل پیش گوئی کی قرائن وعلامات اور علل واسباب کے ساتھ ذاتی قیاس آرائی کرتے ہوئے اس کے حتمی انطباق کا دعویٰ نہ کیا جائے، کیونکہ قیاس میں صواب و خطا دونوں پہلوؤں کا امکان ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے ذاتی قیاس وظن کی بنا پر کسی پیشگوئی کا حتمی انطباق کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے انطباق کے صحیح ثابت ہونے پر اس کی 'علمی معراج' تو ہو سکتی ہے مگر بصورت دیگر اسی فرد واحد کی وجہ سے اس انطباق کے غلط ثابت ہونے پر پورا اسلام اعتراضات اور شکوک وشبہات کے زد میں آئے گا۔

علاقہ جات سے متعلقہ پیش گوئیوں کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی مدنظر رکھا جائے کہ حضور ﷺ کے دور میں جن علاقوں کے لئے جو نام متعین تھے اور ان علاقہ جات سے کسی پیش گوئی کا کسی حیثیت سے کوئی ربط وتعلق بھی احادیث میں اگر ملتا ہے تو اس پیشگوئی کا مصداق وہی مخصوص علاقہ اور حدود اربعہ ہے جو آپ ﷺ کے دور میں تھا خواہ بعد میں اس کی حدود یا نام میں تبدیلی واقع ہو گئی ہو۔ مثلاً خراسان کے بارے میں جو پیش

گوئیاں کی گئی ہیں ان سے مراد قدیم خراسان ہے اور اس کی وہی سابقہ حدود اربعہ اس میں شامل ہیں اگرچہ آج اس خراسان کی حدود میں کافی حد تک کمی کر دی گئی ہے لیکن قدیم جغرافیائی کتابوں (معجم البلدان، فتوح البلدان وغیرہ) میں ان کی گزشتہ حدود وغیرہ آج بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح قسطنطنیہ سے متعلقہ پیش گوئیوں کا اطلاق اسی قسطنطنیہ کی سرزمین پر ہوگا جو 'استنبول' (ترکی کا دارالحکومت) سے موسوم کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح مدینہ طیبہ میں کھڑے ہو کر جن سمتوں کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ نے کسی واقعہ کی پیش گوئی فرمائی ہے ان سمتوں سے مدینہ ہی کی سمتیں مراد ہیں لی جائیں گی، مثلاً آپ ﷺ نے مدینہ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے پیشگوئی فرمائی ہے تو اس سے مراد مدینہ کا مشرق ہے نہ کہ 'دنیا کا مشرق'۔

علاوہ ازیں اگر آپ ﷺ نے کسی خاص اصطلاح سے کوئی پیش گوئی فرمائی ہے تو اس سے مراد وہی قدیم اصطلاح ہوگی گو آج وہی اصطلاح اس کے برعکس ہو چکی ہو مثلاً آپ ﷺ نے مغرب (یہ سمت ہونے کے ساتھ ملک شام کے لئے بطور اصطلاح مستعمل تھی) کی طرف کسی واقعہ کی پیش گوئی فرمائی تو اس سے مراد وہی مغرب اور اہل مغرب ہیں جو آپ ﷺ کے دور میں معروف تھے اگرچہ آج وہ سارے علاقے دنیا کے مشرق میں شمار کئے جاتے ہیں۔

نیز یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کسی سمت کو غیر محدود انداز میں استعمال کیا گیا ہے تو اسے غیر محدود ہی معتبر سمجھا جائے گا الا یہ کہ کسی قرینے سے اس کی کوئی حد بندی متعین کی جا سکتی ہو، مثلاً 'مشرق' کی سمت کا غیر محدود استعمال کیا گیا ہے تو اس میں مشرق قریب، مشرق وسطیٰ اور بعید تینوں ہی شامل ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ تیسری قسم میں 'غیر مرئیات' چیزوں سے متعلقہ پیش گوئیاں شامل ہیں جنہیں غیر شخصیات سے متعلقہ پیشگوئیوں سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ

چیزیں غیر محسوس و غیر مرئی ہیں اگرچہ ایک لحاظ سے فی نفسہ ان کا وجود بھی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے خبر دی کہ مجھے دکھایا گیا کہ فتنے اس طرح (زمین پر) گر رہے ہیں جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ حالانکہ فتنہ ایک غیر مرئی چیز ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں بہت سے معنوی اور غیر مرئی چیزوں سے ہمیں پیشگی مطلع فرمادیا ہے، مثلاً جہالت بڑھ جائے گی، علم ختم ہوتا جائے گا، زنا، فحاشی اور بے حیائی وغیرہ جیسی معنوی چیزیں بہت زیادہ بڑھ جائیں گی۔

عقل پرستوں سے مرعوب و متاثر ہو کر بہت سے نام نہاد مسلمان بھی غیر مرئی چیزوں میں نفی و تشکیک کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں کہ جو چیز حس و ادراک سے باہر ہو، ناپی، تولی اور گنی نہ جا سکتی ہو اسے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ یہی عقل پرست بہت سی ایسی چیزوں کا 100% یقین رکھتے ہیں جو دیکھی، سنی یا محسوس نہیں کی جا سکتیں، مثلاً 'روح' ایک حقیقت ہے جسے بلا استثناء ہر شخص تسلیم کرنے پر مجبور ہے لیکن کسی نے روح کو دیکھا ہو؟ محسوس کیا ہو؟ اس سے مخاطب ہوا ہو؟ کوئی ایک شخص بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا مگر اس کے باوجود 'روح' کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ اخلاقیات میں بہت سی مثبت اور منفی چیزوں کو تسلیم کیا جاتا ہے جب ان کا ٹھوس وجود نہیں ہوتا! بہر صورت مسلمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ہر بات کو بلا چوں و چرا تسلیم کرے خواہ اس کی عقل اسے تسلیم کرے یا نہ کرے۔

(نوٹ...... یہاں تک مقدمے کی تیاری کے لئے ''پیش گوئیوں کی حقیقت'' نامی کتاب سے جستہ جستہ مدد لی گئی ہے۔)

پیشگوئیوں کی اہمیت وضرورت

فطرت بشری کے عجز اور بے چارگی کا سب سے بڑا دردناک نظارہ مستقبل سے ناواقفیت اور جہالت ہے، انسان کی مضطرب اور بے چین فطرت مستقبل کے بحر ظلمات

میں ہاتھ پاؤں مارتی ہے اور تھک کر اپنی نادانی اور جہالت کا اعتراف کر لیتی ہے اور اسی لئے وہ اس بات پر مجبور ہے کہ جو انسانیت سے مافوق کسی دعویٰ کی مدعی ہو اس کی آزمائش اور امتحان کے لئے اسی بحر بیکراں کی شناوری کو معیار اور سند قرار دیدیا چنانچہ یہی اخبار غیب اور پیشین گوئی کی قدرت نبوت اور رسالت بلکہ عام بزرگی اور ولایت کے ثبوت پر نوع انسانی کے عام افراد کے نزدیک ایک دلیل ہے اور حجت قائمہ ہے، بنی اسرائیل کے نزدیک یہ وصف نبوت کا اس درجہ لازمہ تھا کہ ان کی زبان میں پیغمبر کا نام ہی ''پیشنگوئی'' ہے، عربی، عبرانی اور دوسری سامی زبانوں میں ''نبی'' یا نابی'' جو پیغمبر کے معنی میں مستعمل ہے، اس کے لغوی معنی مخبر اور پیشین گوئی ہیں اور نبوت کے معنی مخبری اور پیشین گوئی کے ہیں، اسی لئے بنی اسرائیل کے نزدیک نبی اور پیغمبر کی صرف اسی قدر حقیقت ہے کہ وہ غیب کا قاصد اور جہاں نادیدہ کا مخبر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کی یہ کیفیت تھی کہ تمام عرب کاہنوں کے جال میں گرفتار تھا عرب کے تمام مشرکانہ علاقے کاہنوں کے دارالسلطنت تھے، جن میں بیٹھ کر وہ عرب کے دل ودماغ پر حکومت کر رہے تھے، مشہور کاہنوں کے پاس لوگ دور دور سے سفر کر کے آتے تھے اور ان سے مستقبل اور غیب کی باتیں دریافت کرتے تھے وہ ایک خاص قسم کی مقفیٰ اور مسجع عبارتوں میں ان کو غیب کی اور مستقبل کی باتیں بتاتے تھے، آنحضرت ﷺ جب پیغمبر بنا کر عربوں کے درمیان بھیجے گئے تو ان کے لئے ثبوت نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہی اخبار غیب اور پیشین گوئی ہوسکتی تھی آنحضرت ﷺ نے بیسیوں پیشین گوئیاں کیں اور مستقبل کے واقعات اور باتوں کو رائ العین کی طرح پیش فرمایا اور وہ سب کی سب بے کم وکاست پوری اتریں۔

آنحضرت ﷺ سے ان پیشین گوئیوں کا صدور مختلف حالتوں میں ہوا اور آپ ﷺ کو ان کی اطلاع مختلف صورتوں میں دی گئی، مثلاً کبھی قرآن مجید کی وحی کی صورت میں، کبھی عالم خواب میں اور کبھی زبان صداقت کے عام الفاظ میں۔

چنانچہ مقدمے میں ذکر کی گئی ان ضروری مباحث کے بعد حضور ﷺ کی سچی اور مبنی برحقیقت پیشگوئیاں تفصیل سے پیش کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

پہلا باب

رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیات سے متعلق پیشگوئیاں

حضرت عمرؓ سے متعلق پیشگوئی

''حضرت شقیق تابعیؒ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔''ہم (ایک دن) حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی شخص کو رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد ہے جو آپ ﷺ نے فتنہ کے سلسلے میں ارشاد فرمائی ہے میں نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور بالکل اس طرح یاد ہے جس طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے (یعنی میرے حافظہ میں وہ حدیث کسی کمی وبیشی کے بغیر حرف بہ حرف محفوظ ہے) حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ''اچھا وہ حدیث بیان کرو، تم روایت حدیث میں بہت دلیر ہو جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اس کو نقل کرو اور اس کی کیفیت بیان کرو۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ'' آدمی کا فتنہ (یعنی اس کی آزمائش اور ابتلاء) اس کے اہل وعیال میں ہے اس کے مال میں ہے اس کے نفس میں ہے اس کی اولاد میں ہے اور اس کے ہمسایوں میں ہے! اس کے اس فتنہ کو (اور اس فتنہ کے سبب وہ جو گناہ کرتا ہے اس کو روزے، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کر دیتے ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے (یہ حدیث سن کر) فرمایا کہ میرا مدعا اس فتنے سے نہیں تھا، میں تو اس فتنہ کے بارے میں سننا چاہتا تھا جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش مارے گا؟ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! بھلا آپ کو اس فتنہ سے کیا تعلق؟ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان تو ایک

بند دروازہ حائل ہے۔ یعنی اس فتنے کی آپ کو کیوں فکر ہے، اس کے بُرے اثرات آپ تک تو پہنچیں گے نہیں کیونکہ اس فتنہ کا ظہور آپ کی زندگی کے بعد ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ دروازہ کہ جس سے فتنہ نکلے گا توڑا جائے گا (یعنی اس کو اس طرح توڑا جائے گا یا کھولا جائیگا) حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ ''دروازہ کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا (یعنی اس کو اس طرح توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے گا کہ پھر اس کا بند ہونا یا اس کا قابل مرمت ہونا ممکن نہیں ہوگا۔'' حضرت عمرؓ نے (یہ سن کر) فرمایا ''اس دروازے کے بارے میں (کہ جو کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا) زیادہ قرین حقیقت بات یہ ہے کہ وہ کبھی بند ہی نہ ہو''۔

حدیث کے راوی حضرت شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ اس سے واقف تھے کہ دروازہ سے مراد کون ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ہاں! حضرت عمرؓ اس سے واقف تھے جیسا کہ وہ اس بات سے واقف تھے کہ کل کے دن سے پہلے رات آئے گی (یعنی جس طرح ہر شخص یقینی طور پر جانتا ہے کہ کل آنے والے دن سے پہلے رات کا آنا ضروری ہے اسی طرح حضرت عمرؓ یقینی علم رکھتے تھے کہ دروازہ سے مراد کون ہے) اور اس میں شک نہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے وہ حدیث بیان کی جس میں غلطیاں نہیں ہیں۔ حضرت شقیقؒ کہتے ہیں کہ (اس کے بعد) ہمیں حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ دروازے سے مراد کون ہے، البتہ ہم نے حضرت مسروقؒ سے عرض کیا (جو وہاں موجود تھے) کہ آپ حضرت حذیفہؓ سے پوچھ لیجئے، چنانچہ انہوں نے حضرت خذیفہؓ سے پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ دروازے سے مراد حضرت عمرؓ ہیں، یعنی حضرت عمرؓ کی ذات ایک ایسے دروازے کی طرح ہے جس نے اس امت اور اسلامی مملکت میں فتنہ وفساد کے در آنے کو روک رکھا ہے، ان کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

(بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح……حدیث کے الفاظ ہیں کہ تم روایت حدیث میں بہت دلیر ہو‘ حضرت حذیفہؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا یہ جملہ ان کے اظہار ناگواری کا بھی احتمال رکھتا ہے اوران کے اظہار تحسین کا بھی یعنی ایک احتمال تو یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے چونکہ اورصحابہؓ کے موجودگی میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں حضور ﷺ کی حدیث کو بعینہ یاد رکھتا ہوں اوراس بارے میں میرا حافظہ بھی بہت قوی اورقابل اعتماد ہے اس لئے حضرت عمرؓ کو ان کی یہ بات ناگوار ہوئی، پس انہوں نے اس ناگواری کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ تم بڑے عجیب قسم کے دلیر ہو؟ آخر تمہیں ایک ایسی بات کا دعویٰ کرنے کی جرأت کیسے ہوگئی جس کو نہ میں جانتا ہوں اور نہ یہاں موجود دوسرے صحابہؓ جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اچھا اگر تمہیں اپنے حافظہ پر ایسا ہی ناز ہے تو سناؤ کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ یہ تو پہلا احتمال ہوا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس جملے کے ذریعے دراصل حضرت حذیفہؓ کی تحسین وتائید فرمائی یعنی انہوں نے گویا یہ فرمایا کہ میں تمہارے دعوے کی تصدیق کرتا ہوں، کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم آنحضرت ﷺ سے اس امت میں پیدا ہونے والے فتنوں اورظاہر ہونے والی برائیوں کے بارے میں بڑی دلیری کے ساتھ سوالات کیا کرتے تھے اوراکثر وبیشتر حضور ﷺ سے پوچھتے رہتے تھے، لہٰذا تمہیں یقیناً فتنہ کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات کا زیادہ علم ہوگا اوراس سلسلے کی حدیث پوری طرح یاد ہوگی، ہمیں وہ حدیث ضرور سناؤ کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا۔

اورحدیث کے الفاظ ہیں کہ ’’آدمی کا فتنہ اس کے اہل وعیال میں ہے الخ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اوراس کا تعلق مختلف چیزوں جیسے اہل وعیال، اورمال ودولت وغیرہ سے قائم کیا، پھراس کو ان چیزوں کے حقوق پہنچانے اوران حقوق کو ادا کرنے کا ذمہ قرار دے کر ایک طرح کی آزمائش سے دوچار کیا ہے لیکن یہ انسان کی غفلت ونادانی ہے کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتا

اورجو حقوق اس پر عائد کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی وتقصیر کرتا ہے، ان متعلقہ چیزوں کے سلسلے میں خدا نے اس کو جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اوران چیزوں کی وجہ سے نہ صرف گناہ اورممنوع امور کے ارتکاب کا وبال اپنے سر لیتا ہے بلکہ خود کو تعب ورنج اورمشقت وایذاء میں گرفتار کرتا ہے لہٰذا اس صورت میں انسان کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہی اور گناہوں کا جو ارتکاب اس سے ہوتا ہے اس کے ازالہ اورکفارے کے لئے اچھے کام جیسے نماز، روزہ اورصدقہ وخیرات وغیرہ کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ان الحسنات یذھبن السیئات﴾ یعنی بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

اورحدیث مذکورہ کے الفاظ ہیں کہ ’’میرا مدعا اس فتنہ سے نہیں تھا‘‘ یعنی جب حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے سلسلے میں حضور ﷺ کی حدیث یاد ہے، توان کا یہ پوچھنا دو مفہوم کا احتمال رکھتا تھا، ایک یہ کہ فتنہ سے ان کی مراد وہ امتحان وآزمائش ہو جس میں انسان کو اولاد ومال وغیرہ کے تعلق سے مبتلا کیا گیا ہے ، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ﴿ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ……الخ﴾ اوردوسرے یہ کہ فتنہ سے ان کی مراد باہمی قتل وقتال اورافتراق وانتشار ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سوال کے متعلق اس دوسرے مفہوم سے تھا، یعنی انہوں نے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تھا جس میں حضور ﷺ نے باہمی قتل وقتال اورافتراق وانتشار کے فتنہ وفساد کا ذکر فرمایا تھا، لیکن حضرت حذیفہؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ پہلے مفہوم سے متعلق حدیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اوراسی لئے انہوں نے اس کے مطابق حدیث بیان کی، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پوچھنے کا مدعا یہ فتنہ نہیں تھا، میری مراد اس فتنہ کے بارے میں حضور ﷺ کی حدیث سننا تھا جو باہمی قتل وقتال اورآپس میں ایک دوسرے کے خلاف جنگ ومحاذ آرائی کی صورت میں اس امت پر سیاہ بادل کی صورت میں چھاجائے گا اوراس کے برے اثرات تمام مسلمانوں

کو سخت مصائب و پریشانی میں مبتلا کریں گے۔

اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ”آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان تو ایک بند دروازہ حائل ہے“ بند دروازہ سے مراد حضرت عمرؓ کے وجود با مسعود کی طرف اشارہ کرنا تھا، جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے اس کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت حذیفہؓ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ آپ جس فتنہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں وہ ابھی دور ہے کیونکہ جب تک اس امت میں آپ کا وجود باقی ہے وہ فتنہ راہ نہیں پائے گا ہاں جب آپ اس دنیا سے اٹھ جائیں گے تو وہ فتنہ درآئے گا اور امت میں راہ پا جائے گا۔

”وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟“ یعنی آیا وہ دروازہ اتنا سخت اور مضبوط ہوگا کہ بغیر توڑے اس کو کھولا نہیں جا سکے گا یا اتنا کمزور اور ہلکا ہوگا کہ آسانی کے ساتھ اس کو کھول دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ کسی دروازہ کو توڑنے اور اس کو کھولنے میں فرق ہوتا ہے، ایک دروازہ تو وہ ہوتا ہے جس کو توڑے بغیر آمد ورفت کا راستہ بنانا ممکن نہیں ہوتا جب وہ دروازہ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر اس کا بند ہونا ممکن نہیں ہوتا، اس کے برخلاف جو دروازہ صرف کھولا جاتا ہے اس کو بند کرنا ممکن ہوتا ہے، چنانچہ یہاں ”بند دروازہ“ تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ تشبیہ دینا ہے کہ فرض کرو کہ دو گھر ہیں جن کے درمیان ایک دیوار حائل ہے اور اس دیوار میں ایک بندہ دروازہ کی وجہ سے فتنہ وفساد کا مسکن ہے اور دوسری طرف کے گھر میں امن وعافیت کا رہن سہن ہے، اور اس بند دروازہ کی وجہ سے فتنہ وفساد کو کوئی راہ نہیں ملتی کہ وہ امن وعافیت کے گھر میں درآئے اور اس گھر کے امن وسکون کو تہ وبالا کردے پس حضرت عمرؓ کی حیات فتنوں کے روکے رکھنے والے بند دروازے کے مماثل اور ان کی موت ان فتنوں کے دروازے کھل جانے کی مماثل ہوئی، اس طرح اس دروازے کے توڑے جانے کو ان کے قتل کے ساتھ اور اس دروازے کے کھولے جانے کو ان کی قدرتی موت کے ساتھ

تشبیہ دی گئی۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید جلدِ چہارم)

حضرت امام مہدیؒ سے متعلق پیشگوئی

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔”آخر زمانہ میں ایک خلیفہ (یعنی سلطان برحق) پیدا ہوگا جو ضرورت مندوں، مستحقین کو خوب مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ یعنی لوگوں میں بے حساب مال ودولت تقسیم کرے گا۔“ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ پیدا ہوگا جو لوگوں کو مٹھی یا چلو بھر کر (یعنی بہت زیادہ) مال ودولت دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا جیسا کہ شمار کیا جاتا ہے۔“ (بحوالہ مسلم شریف)

تشریح..... ”خلیفہ“ سے مراد حضرت مہدیؒ ہیں جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نظام حکومت کی مالی حالت بہت زیادہ اچھی ہوگی، فتوحات اور مال غنیمت وغیرہ کے ذریعہ ان کی آمدنی کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ لیکن وہ اس مال ودولت کو اپنی شان وشوکت بڑھانے اور اپنی زندگی کو پرعیش بنانے پر خرچ نہیں کریں گے یا جمع کر کے اپنے خزانوں میں بند کر کے نہیں رکھیں گے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے حکمران بادشاہوں کا دستور ہے، بلکہ وہ اس دولت کو مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور ان کی ضروریات میں خرچ کریں گے اور اپنی طبعی سخاوت کی وجہ سے دونوں ہاتھ بھر بھر کر یہ دولت لوگوں میں تقسیم کریں گے۔ اور ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لاتذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطى اسمه اسمى رواه الترمذى وابوداؤد وفى رواية له قال لو لم يبق من الدنيا الايوم الطول الله تعالىٰ ذلك اليوم حتى يبعث الله فيه رجلا منى او من اهل

بیتی یواطی اسمه واسم ابیه ابی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا ﴾۔

ترجمہ:''اورحضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا'' دنیااس وقت تک اختتام پذیرنہیں ہوگی جب تک کہ عرب پرایک شخص قبضہ نہ کرلے گا جوکہ میرے خاندان میں سے ہوگا اوراس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

(بحوالہ ترمذی ابوداؤد)

اورابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔اگر دنیا کے اختتام پذیر ہونے میں صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کوطویل ودراز کردے گا، یہاں تک کہ پروردگار میری نسل میں سے یا یہ فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور وہ تمام روئے زمین کو (عرب کی سرزمین کو) عدل وانصاف سے بھردے گا جس طرح اس وقت سے پہلے تمام روئے زمین ظلم وجور سے بھری تھی۔''

تشریح:اس حدیث میں جس ذات گرامی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے حضرت امام مہدیؓ مراد ہیں چنانچہ ان کا اصل نام تو ''محمد'' ہوگا اور لقب ''مہدی'' ہوگا ،نیز آنحضرت ﷺ کی پشت سے تعلق رکھتے ہوں گے البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا وہ حضرت امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے یا حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں سے؟ لیکن بظاہر یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ باپ کی جانب سے تو حسنی ہوں اور ماں کی جانب سے حسینی ۔حضور ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ ان کا تعلق صرف نسبی اور نسلی نہیں ہوگا بلکہ روحانی اورشرعی بھی ہوگا،یعنی ان کا طور طریقہ اوران کے عادات ومعمولات حضور ﷺ کے طور طریقے اور آپ کے عادات ومعمولات کے مطابق ہوں گے۔

واضح رہے کہ حدیث میں حضرت مہدیؓ کی طرف صرف عرب کی نسبت (کہ ان کا قبضہ عرب پر ہوگا) محض ان کی نسلی ووطنی عظمت اورشرف فضیلت کی بنا پر ہے، ورنہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ ان کا تسلط وقبضہ پوری دنیا پر ہوگا خواہ عرب علاقے ہوں یا غیر عرب،لیکن یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے کہ محض عرب کے ذکر پراکتفا کرنا اس اعتبار سے ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان روحانی طور پر عرب ہی کے تابع ہیں،لہٰذا عرب پر ان کا تسلط واقتدار بالواسطہ طور سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر تسلط واقتدار کے مترادف ہے۔''اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دنیا کا ہر مسلمان روحانی طور پر عربی ہے۔

اس موقع پرایک خاص بات یہ بتادینی ضروری ہے کہ حضور ﷺ نے امام مہدیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو یہ فرمایا کہ ہے کہ اس کا نام میرے نام پر اوراس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔''تو اس بات سے اہلِ تشیع حضرات کی اس بات کی تردید ہوجاتی ہے کہ مہدی موعود قائم ومنتظر اوروہ حسن عسکری کے بیٹے محمد ہیں۔

اور مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ وہ تمام روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے زیرتسلط علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو پوری طرح عدل وانصاف سے نوازیں گے اورکسی بھی شخص کے ساتھ بے انصافی اورخلاف عدل کوئی سلوک نہیں ہوگا، جاننا چاہیئے کہ ''یقسط''اورعدل دونوں کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں جیسا کہ ''ظلم''اور''جور'' کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں چنانچہ صراح میں لکھا ہے کہ قسط کے معنی ہیں داد وانصاف اور ''عدل'' کے معنی ہیں داد یعنی انصاف اورداد وانصاف کرنا۔

اسی طرح ''جور'' کے معنی ہیں کسی کو ایسا حکم دینا جس سے اس پرظلم وستم ہواوراصل کے اعتبار سے ''جور''اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے ،پس حدیث میں دونوں لفظوں کو دوالگ الگ معنی میں استعمال فرمایا ہے

مثلاً قسط سے مراد انصاف چاہنے والوں کو انصاف دینا اور ''عدل'' سے مراد حقوق میں برابری اور مساوات ملحوظ رکھنا ہے اسی طرح ظلم سے مراد انصاف چاہنے والوں کو انصاف نہ ملنا ہے اور ''جور'' سے مراد حقوق میں عدم مساوات اور نابرابری ہے۔

(بحوالہ مظاہر حق جدید)

حضرت امام مہدیؓ سے متعلق مختلف احادیث

حضرت امام مہدیؓ حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے

﴿وعن ام سلمة قالت سمعت رسول ﷺ يقول المهدى من عِترَتى من اولاد فاطمة﴾ (بحوالہ رواہ ابوداؤد)

''حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''مہدی میری عترت میں سے اور فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوں گے۔''

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح...... ''عترت'' کے معنی ہیں نسل جماعت اور قریبی رشتہ دار۔ چنانچہ کسی شخص کے ان قریبی رشتہ داروں کو جو پہلے گذر چکے ہوں یا آئندہ پیدا ہوں عترت سے تعبیر کیا جاتا ہے صراح میں بھی یہی لکھا ہے کہ ''عترت'' کسی شخص کے رشتہ دار اور لواحقین کو کہتے ہیں نہایہ میں لکھا ہے کہ ''عترت'' کے معنی ہیں عزیز و رشتہ دار چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ''عترت سے مراد حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی اولاد ہے جب کہ بعض حضرات نے ''عترت'' کا اطلاق حضور ﷺ کے نزدیکی اہل بیت پر کیا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ تمام قریش حضور ﷺ کی نسبت ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ ''عترت'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے یعنی اولاد ہاشم۔

بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مہدیؓ کا نسلی تعلق آنحضرت ﷺ سے ہوگا اور وہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

﴿وعن ابى سعيد الخُدريّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المَهديُّ مِنّى اجلى الجبهة أقْنى الانف يملاءُ الارضَ قِسطا وعَدلا كما مُلئَت ظلماوجورا يَملِكُ سبعَ سنين﴾ (بحوالہ رواہ ابوداؤد)

''اور حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ مہدیؓ میری اولاد میں سے ہوں گے روشن وکشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے وہ روئے زمین کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے۔ جس طرح کہ وہ ظلم وستم سے بھری تھی وہ (یعنی مہدیؓ) سات برس تک روئے زمین پر برسر اقتدار اور قابض رہیں گے۔''

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح......اس روایت میں ''سبع سنین'' کے بعد راوی نے اوثمان سنین اور تسع سنین (یا آٹھ برس یا نو برس) کے الفاظ بھی بیان کئے ہیں جو راوی کا اپنا قول ہے اور اس کے شک کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہاں ان الفاظ کو نقل کیا گیا، کیونکہ مصنف کتاب کو ''سات برس'' کے الفاظ پر یقین حاصل ہو گیا ہوگا جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ سے منقول ابوداؤد کی اس روایت سے ''سات برس'' ہی کے الفاظ کی تائید ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے، لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ ''سات برس یا آٹھ برس یا نو برس'' کے درمیان شک موجود تو ہو لیکن مصنف کتاب کے نزدیک زیادہ یقینی الفاظ ''سات برس ہی ہوں گے، اس لئے انہوں نے شک کو ظاہر کرنے والے الفاظ کو نقل کرنے کے بجائے صرف یقینی الفاظ کو نقل کرنے پر اکتفا کیا۔

حضرت امام مہدیؓ کی سخاوت

حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے حضرت مہدیؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (ان کے عدل وانصاف کا ذکر کرنے کے بعد) یہ فرمایا کہ مہدیؓ (کے جودوسخاوت کی یہ حالت ہوگی کہ ان) کے پاس ایک شخص آئے گا

اور کہے گا کہ مجھے کچھ عطا کیجئے، مجھے کچھ عطا کیجئے۔ چنانچہ مہدیؓ اس کو دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر اتنا دیں گے جتنا کہ وہ اپنے کپڑے میں بھر کر اٹھا سکے اور لے جا سکے۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

تشریح......حضرت مہدیؓ سوال کرنے والے کی حرص کو دیکھ کر اس کو بے حساب روپیہ پیسہ اور مال واسباب دیں گے تاکہ وہ آئندہ کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور اپنے دل میں کوئی تنگی اور غم محسوس نہ کرے۔

امام مہدیؓ کے ظہور کی پیشگوئی

''حضرت ام سلمہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (آخر زمانہ میں) جب خلیفہ (یعنی اس وقت کی حکومت کے سربراہ) کا انتقال ہوگا تو (دوسرے سربراہ کے انتخاب یا نامزدگی کے سوال پر اصحاب الرائے لوگوں کے درمیان اختلاف ونزاع اٹھ کھڑا ہوگا، اسی دوران اہل مدینہ میں سے ایک شخص (مدینہ سے) نکل کر مکہ کی طرف بھاگ جائے گا۔ مکہ کے لوگ (جب اس شخص کے مرتبہ وحیثیت کو پہچانیں اور جانیں گے تو) اس کے پاس آئیں گے اور اس کو (گھر سے) باہر نکال کر لائیں گے (تاکہ اس کو اپنا سربراہ اور حاکم بنائیں) وہ شخص اگرچہ (فتنہ کے خوف سے) یہ منصب قبول کرنے کو پسند نہیں کرے گا مگر لوگ (منت سماجت کرکے اس کو تیار کریں گے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے، یہ بیعت (خانہ کعبہ میں) حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان عمل میں آئے گی، اس کے بعد اس کے مقابلہ پر شام (کے بادشاہ) کی طرف سے ایک لشکر بھیجا جائے گا لیکن وہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع مقام بیداء پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور پھر جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ (شام کا لشکر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی زمین بوس کر دیا گیا ہے، تو ملک شام کے ابدال اور عراق کے مصائب اس شخص کی خدمت میں پہنچیں گے

اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے پھر قریش میں سے ایک شخص اٹھے گا جس کی ننہیال قبیلہ کلب میں ہوگی اور وہ بھی اس شخص کے اور اس کے تابعداروں کے خلاف ایک لشکر بھیجے گا (اور اپنی ننہیال یعنی قبیلہ کلب کی مدد حاصل کرے گا) لیکن اس شخص کا لشکر اسی قریشی کے لشکر پر غالب آجائے گا پھر وہ شخص لوگوں کے درمیان ان کے پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) کی روش اور ان کے طریقہ کے مطابق (ملک وملت) نظم ونسق چلائے گا اور مسلمانوں کا دین اپنی گردن زمین پر رکھ دے گا وہ شخص سات سال تک قائم وبرقرار رہے گا، پھر جان بحق ہوجائے گا) اور مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔''

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح......حدیث میں جس ہستی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے حضرت مہدیؓ کی ذات گرامی مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو باب المہدی میں نقل کیا ہے۔

مدینہ سے مراد یا تو مدینہ طیبہ ہے، یا وہ شہر مراد ہے جہاں مذکورہ خلیفہ یا سربراہ حکومت کا انتقال ہوگا، اور اس کے جانشین کے انتخاب پر لوگوں میں اختلاف ونزاع پیدا ہوجائے گا اس موقع پر حضرت مہدیؓ کا مکہ بھاگ جانا، مذکورہ اختلاف ونزاع کے فتنہ سے بچنے کے لئے ہوگا، اور مکہ چلے جانے کو ترجیح اس لئے دیں گے کہ وہ شہر مقدس نہ صرف یہ کہ ہر اس شخص کے لئے جائے امن ہے جو اس میں پناہ لینے کا طالب ہو بلکہ سکون وعافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے کی سب سے بہتر جگہ بھی ہے۔

بیداء اصل میں جنگل اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور مکان پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن یہاں حدیث میں بیداء سے ایک مقام مراد ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

شام کے لشکر سے مراد سفیانی کا لشکر ہے، نیز اس لشکر کا امام مہدیؓ کے خلاف محاذ

آرائی کے لئے آنا دراصل سفیانی حکومت کا پیدا کردہ ایک فتنہ ہوگا جو حضرت امام مہدیؒ کے ظاہر ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اس بارے میں تقریباً تواتر کے ساتھ متعدد احادیث منقول ہیں ان میں سے ایک صحیح حدیث وہ ہے جس کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ''وہ سفیانی (جو آخر زمانہ میں شام کے علاقوں پر قابض وحکمراں ہوگا) نسلی طور پر خالد بن یزید ابن معاویہ کی پشت سے تعلق رکھتا ہوگا، وہ بڑے سر اور چیچک زدہ چہرے والا ہوگا، اس کی آنکھ میں ایک سفید دھبہ ہوگا، دمشق کی طرف اس کا ظہور ہوگا اس کے تابعداروں کی جماعت زیادہ تر قبیلہ کلب سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہوگی، لوگوں کا خون بہانا اس کی خاص عادت ہوگی، یہاں تک کہ وہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو ہلاک کر دیا کرے گا، وہ جب حضرت امام مہدیؒ کے ظہور کی خبر سنے گا تو ان سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجے گا جو شکست کھا جائے گا، اس کے بعد وہ سفیانی بذات خود ایک لشکر لے کر حضرت امام مہدیؒ کے مقابلہ کے لئے چلے گا لیکن وہ مقام بیداء پر پہنچ کر اپنے تمام لشکر والوں کے ساتھ زمین میں دھنس جائے گا اور کوئی بھی شخص زندہ نہیں بچے گا صرف ایک وہ شخص بچ جائے گا جو حضرت امام مہدیؒ کو سفیانی اور اس کے لشکر کے عبرتناک حشر کی خبر پہنچائے گا۔

''ابدال'' اولیاء اللہ کے ایک گروہ کو کہتے ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کائنات کے نظام کو برقرار اور استوار رکھتا ہے دنیا میں کل ابدال کی تعداد ستر رہتی ہے، اس میں چالیس ابدال تو شام میں رہتے ہیں اور تیس ابدال باقی ملکوں میں ان اولیاء اللہ کو ابدال اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی ادلی بدلی ہوتی رہتی ہے، یعنی جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کے بدلے میں کوئی دوسرا مقرر کر دیا جاتا ہے یا ان کو ابدال اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ ایسی مقدس ہستیاں ہیں جو عبادت و ریاضت کے ذریعہ اپنے اندر سے تمام بری عادتیں اور ناپسندیدہ خصلتیں ختم کر دیتے ہیں اور ان

کے بدلے میں اچھی عادتیں اور اعلیٰ اخلاق پیدا کر لیتے ہیں! اس مقدس گروہ کے بارے میں احادیث میں ذکر آیا ہے گو سیوطیؒ نے سنن ابوداؤد کی شرح میں لکھا ہے کہ ابدال کا ذکر صحاح ستہ میں نہیں آیا ہے علاوہ ابوداؤد کی اس حدیث کے جو یہاں نقل ہوئی ہے، اس حدیث کو حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، تاہم سیوطیؒ نے صحاح ستہ کے علاوہ دوسری مستند و معتبر کتابوں سے ایسی بہت سی احادیث کو جمع الجوامع میں نقل کیا ہے جن میں ابدال کا ذکر ہے، ان میں سے اکثر احادیث میں چالیس کا عدد مذکور ہے، اور بعض میں تیس کا انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ ابدال نے جو یہ اعلیٰ درجہ پایا ہے وہ بہت زیادہ نماز روزہ کرنے کی وجہ سے نہیں پایا ہے اور نہ ان عبادتوں کی وجہ سے ان کو تمام لوگوں سے ممتاز کیا گیا ہے بلکہ انہوں نے اتنا اعلیٰ درجہ سخاوت نفس، سلامتی دل اور مسلمانوں کی خیر خواہی رکھنے کی وجہ سے پایا ہے نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔علی میری امت میں ایسے لوگوں کا وجود کہ جو ابدال کی صفت کے حامل ہوں، سرخ گندھک سے بھی زیادہ نادر ہے، یعنی جس طرح سرخ گندھک بہت کمیاب چیز ہے اسی طرح دنیا میں ابدال بھی کم ہیں۔'' ایک اور حدیث میں، جو حضرت معاذ بن جبلؓ سے منقول ہے، یہ فرمایا گیا ہے کہ جس شخص میں تین صفتیں یعنی رضا بالقضاء ممنوعات سے کلی احتراز اور خدا کے دین کی خاطر غصہ کرنا، پائی جائیں اس کا شمار ابدال کی جماعت میں ہوتا ہے؟ نیز امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ جو شخص روزانہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھنے کا التزام رکھے اس کے لئے ابدال کا درجہ لکھا جا سکتا ہے، دعا یوں ہے:

﴿اللّٰھم اغفر لاُمةِ محمدٍ، اللھم ارحَم اُمةَ محمدٍ. اللھم تجاوزْ عن امةِ محمدٍ﴾۔

''اے اللہ! امت محمدی کی مغفرت فرما، اے اللہ امت محمدی پر رحم فرما، اے اللہ امت محمدی کے گناہوں سے درگذر فرما۔''

حاصل یہ کہ جو شخص اپنے اندر سے تمام انسانی و اخلاقی برائیاں بدل ڈالے اپنے نفس کو پوری طرح پاکیزہ اور مہذب بنالے اور مخلوق خداوندی کا خیر خواہ ہو جائے، تو اس کا شمار ابدال کی جماعت میں ہوگا۔

''عصائب'' بھی اولیاء اللہ کے ایک گروہ کا نام ہے جیسا کہ ابدال! حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ ابدال شام کے ملک میں رہتے ہیں، عصائب عراق کے ملک میں اور نجبا مصر کے ملک میں (ابدال اور عصائب کی طرح نجباء بھی اولیاء اللہ کی قسموں میں سے ایک قسم ہے) نیز بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''عصائب'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اپنے معاشرہ میں سب سے زیادہ، عبد وزاہد اور نیک ہوں یہ وضاحت غالباً لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، کیونکہ لغت میں ''عصب القوم'' قوم کے نیک لوگوں کو کہتے ہیں۔

قبیلہ کلب کی لشکر آرائی اور اس کی طرف سے قتل وقتال کا واقع ہونا آخر زمانہ میں ایک ''فتنہ'' کے طور پر ظاہر ہوگا اور یہ فتنہ بھی حضرت امام مہدیؓ کے ظہور کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

''اور مسلمانوں کا دین اپنی گردن پر رکھ دے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام قائم اور پائیدار ہو جائے گا، شریعت کی فرمانروائی پورے سکون واطمینان کے ساتھ جاری ہو جائے گی اور تمام مسلمان آسودگی واطمینان کے ساتھ زندگی گذاریں گے، واضح رہے کہ ''جران'' اونٹ کی گردن کے اس اگلے حصے کو کہتے ہیں جو ذبح کی جگہ سے نحر کی جگہ تک ہوتا ہے، اونٹ جب چلتے چلتے ٹھہر جاتا ہے اور آرام لینے کے لئے بیٹھتا ہے تو اپنی گردن کے اس حصہ کو زمین پر دراز کر دیتا ہے جس سے اس کو بہت راحت ملتی ہے پس یہاں دین کو اونٹ کی گردن سے تشبیہ دینے کا مقصد اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ حضرت امام مہدیؓ کے زمانہ میں اسلام کو ثبات وقرار مل جائے گا کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی خلفشار نہیں ہوگا، باہمی مخالفت ومناقشت اور جنگ وجدال

کا نام ونشان تک مٹ جائے گا، دین واسلام کی برتری، احکام سنت کی پابندی اور ملی نظام کی خوشحالی واستحکام کا دور دورہ ہوگا۔

اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ مہدیؑ ہیں ان میں سے بعض لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے ''مہدی'' کے لغوی معنی ''ہدایت کرنے ولا، مراد لیتے ہوئے اپنے کو ''مہدی'' کہا یا کہلوایا ہے،، ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے بارے میں کوئی تردیدی بات نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ اگر وہ واقعۃً ہدایت وراستی کی روشنی پھیلانے والے تھے اور ان کے ذریعہ مخلوق خدا دین وآخرت کی صحیح رہنمائی حاصل کرتی تھی تو لغوی طور پر ان کو ''مہدی'' کہا جاسکتا ہے لیکن وہ لوگ کہ جنہوں نے محض دنیا والوں کو فریب میں مبتلا کرنے اور اپنی شخصیت کو غلط طور پر لوگوں کا مرجع ومقتدا بنانے کے لئے خود کو ''مہدی موعود'' کہا یا کہلوایا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بالکل جھوٹے اور مکار تھے، چنانچہ ایسے لوگوں نے مکروفریب کے جال پھیلا کر اور سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر اپنے تابعداروں کی جماعت تیار کی، اور بعضوں نے تو اوباش اور بدقماش افراد تک کو خرید کر اپنے گرد جمع کیا اور ان کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اپنے ''مہدی موعود'' ہونے کا پروپیگنڈہ کرایا بلکہ بعض شہروں اور ملکوں میں فتنہ وفساد پھیلایا، لڑائی جھگڑا کرایا اور آخر کار ان کا انجام بہت برا ہوا کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں نے ان کی بھرپور مدافعت کی اور انہیں تہ تیغ کر کے ان شہوروں اور ملکوں کے لوگوں کو ان کے فتنہ وفساد سے نجات دلائی! خود ہمارے ہندوستان میں ایسے ہی گمراہ لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے جو اپنے کو ''مہدویہ'' کہلاتی تھی اس جماعت کے لوگ بہت جاہل اور پست خیال تھے ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ''مہدی موعود'' ہمارے پیشوا کی صورت میں ظاہر ہوا پھر وفات پا گیا اور خراسان کے ایک شہر میں دفن کر دیا گیا، ان کی گمراہیوں میں سے ایک بڑی گمراہی ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ جو شخص ہمارے نظریہ وخیال کا عقیدہ نہ رکھے اور ہماری بات سے متفق نہ ہو وہ کافر ہے، اسی بنا پر اس زمانہ

میں مکہ کے چاروں مسلک کے علماء نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا تھا کہ صاحب اقتدار مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان گمراہ لوگوں کو قتل کر دیں اسی طرح شیعہ حضرات کا یہ اعتقاد اور قول بھی بالکل فاسد ہے کہ ''مہدی موعود'' دراصل محمد ابن حسن عسکری ہیں جن کا انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ نظروں سے پوشیدہ ہوگئے ہیں، وہ امام زماں ہیں اور اپنے وقت پر ظاہر ہو کر اپنی امامت اور حاکمیت کا اعلان کر دیں گے اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ قول بھی سرے سے غلط اور باطل ہے، نیز اس کی تردید میں علم کلام کی کتابیں دلائل سے بھری ہوئی ہیں، علاوہ ازیں کتاب عروۃ الوثقی میں یہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ حضرت محمد ابن حسن عسکری کا انتقال ہو گیا تھا۔

امام مہدیؓ کے زمانے کی خیر و برکت

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے (انسان کو سخت مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا کرنے والی) بلا و آفت کا ذکر کیا جو اس امت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی یہاں تک کہ کسی شخص کو کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ملے گی جہاں وہ (اس آفت و بلا کی صورت میں رونما ہونے والے) ظلم و ستم سے پناہ حاصل کر سکے پھر (جب ظلم و ستم اور ناانصافی کا وہ (دور اپنی حد کو پار کر جائے گا تو) اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو (کہ جو عدل و انصاف اور علم و دانائی میں یکتا ہوگا اور جو ''مہدی'' کے لقب سے ملقب ہوگا، امامت کے منصب سے سرفراز کر کے اس دنیا میں) بھیجے گا، وہ شخص زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی، اس سے آسمان والے بھی خوش ہوں گے (یعنی فرشتے اور انبیاء (کی روحیں) اور (تمام زمین) کے رہنے والے بھی راضی و مطمئن ہوں گے (خواہ وہ کسی جنس اور نوع سے تعلق رکھتے ہوں، یہاں تک کہ جنگل کے جانور اور پانی کی مچھلیاں بھی آسمان اپنے مینہ کے قطروں میں سے کچھ باقی رکھے

بغیر کثرت سے (پانی) برسائے گا اور زمین اپنی روئیدگی میں سے کچھ باقی رہے بغیر سب کچھ اگا دے گی، یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کی آرزو کرنے لگیں گے وہ شخص (یعنی مہدیؓ) اس خوشحال و کامرانی کے ساتھ سات برس یا آٹھ برس یا نو برس زندہ رہے گا۔''

تشریح ...... آسمان اپنے مینہ کے قطروں میں ......الخ'' کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مہدیؓ کے زمانہ میں خیر و برکت کا یہ حال ہوگا کہ ضرورت کے مطابق بھرپور طور سے حاصل ہونے والی چیزیں نہایت فراوانی کے ساتھ پیدا ہوں گی اور اس طرح ہر طرف خوشحالی اور چین و راحت کا دور دورہ ہوگا اور لوگ نہایت پر مسرت اور شاد کام زندگی گذاریں گے۔

زندہ لوگ مردوں کی آرزو کرنے لگیں گے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ اس قدر پر مسرت اور خوش حال زندگی گزاریں گے کہ مرے ہوئے لوگوں کے وجود اور حیات کی تمنا کرنے لگیں گے اور کہیں گے کہ کاش وہ لوگ ہمارے زمانہ میں ہوتے تو انہیں بھی اس پر مسرت اور خوشحال زندگی کے دن دیکھنا نصیب ہوتے واضح رہے کہ بعض لوگوں نے لفظ ''احیاء'' کو الف کے زیر کے ساتھ یعنی مصدر پڑھا ہے جس کے معنی میں زندہ کرنا اس صورت میں اس جملہ کا مفہور یہ ہوگا کہ خود مردے یہ آرزو کرنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندگی بخش کر دنیا میں بھیج دے تا کہ وہ بھی مسرت وہ خوشحالی کا دور دیکھ لیں لیکن یہ بات اظہار مبالغہ کے لئے ایک ناممکن چیز کو ممکن فرض کرنے کے طور پر ہے بشرطیکہ احیاء یعنی الف کے زیر کے ساتھ) والی روایت ثابت ہو، ورنہ اس بات کی ایک احتمال سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں۔

''یا آٹھ یا نو برس'' کے الفاظ یا تو راوی کے شک کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں کہ یہ روایت نقل کرتے وقت راوی کو صحیح طور پر یاد نہیں تھا کہ حضور ﷺ نے یہاں سات سال کا عدد ذکر فرمایا تھا یا آٹھ یا نو کا یا یہ الفاظ خود حضور ﷺ کے ہیں، جس کا مطلب یہ

ہے کہ اس حدیث کو ارشاد فرماتے وقت تک آپ ﷺ کو بھی مبہم طور ہی پر معلوم تھا، جس کو
آپ ﷺ نے سات یا آٹھ یا نو برس‘‘ کے ذریعہ بیان فرمایا لیکن پھر بعد میں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے آپ ﷺ کو تعین کے ساتھ سات سال کی مدت بتائی گئی، چنانچہ آپ ﷺ
نے اس کے بعد احادیث میں صرف ’’سات سال‘‘ کا ذکر فرمایا ہے۔

’’مشکوٰۃ‘‘ کے اصل نسخے میں لفظ رواہ کے بعد جگہ خالی ہے، البتہ بعد میں یہ
عبارت شامل کی گئی ہے **الحاکم فی مستدرد که وقال صحیح** یعنی اس روایت
کو حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ماوراء
النہر (کے کسی شہر میں ایک (پاک باز وصالح) شخص ظاہر ہوگا جس کا نام حارث حراث
ہوگا، اس کے لشکر کے اگلے حصے پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا، وہ حارث، محمد
ﷺ کی اولاد کو جگہ یا ٹھکانہ دے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو قریش کے لوگوں نے
ٹھکانا دیا تھا (پس) ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ اس شخص کی مدد و تائید کرے یا یہ فرمایا
کہ (ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ) کہ اس شخص کو قبول کرے۔‘‘ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح...... ’’ماوراء النہر‘‘ کے معنی ہیں وہ علاقے جو نہر کے پیچھے ہیں اور اس
سے مراد وہ خطہ ہوتا ہے جس میں بخارا اور سمرقند وغیرہ شہر واقع ہیں، حارث حراث میں
’’حارث‘‘ تو اصلی نام ہے اور حراث اس کی صفت ہے یعنی کھیتی کرنے والا۔

یوطن اویمکن (جگہ یا ٹھکانا دے گا) میں حرف او یا تو راوی کے شک کو ظاہر
کرنے کے لئے ہے یا ’’اور‘‘ کے معنی میں ہے اس صورت میں اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا
کہ وہ شخص محمد ﷺ کی اولاد کو اپنی طرف سے مال و اسباب، ہتھیار اسلحہ اور روپیہ پیسہ
فراہم کرے گا، ان کی حکومت وخلافت کو پائیدار اور مستحکم ؛ بنائے گا مختلف ذرائع
اور طریقوں سے ان کو تقویت پہنچائے گا اور اپنے لشکر کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا۔

’’محمد ﷺ کی اولاد‘‘ سے مراد عمومی طور پر حضور ﷺ کی تمام ذریت اور آپ کے

اہل بیت ہیں اور خصوصی طور پر حضرت امام مہدیؒ کی ذات مراد ہے یا یہ بھی کہا
جاسکتا ہے کہ ’’محمد کی اولاد‘‘ کا لفظ تو زائد ہے اور ’’محمد‘‘ سے مراد حضرت امام مہدیؒ
ہیں۔

’’قریش کے لوگوں‘‘ سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا
اور تن دھن سے حضور ﷺ کی مدد واعانت کی تھی جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ وغیرہ تاہم
رسول اللہ ﷺ کو ٹھکانا دینے والوں میں ابوطالب بھی شامل ہیں اگرچہ انہوں نے ایمان
قبول نہیں کیا تھا‘‘ یا یہ فرمایا کہ اس شخص کو قبول کرو‘‘ کے الفاظ راوی کی طرف سے اس
شک کے اظہار کے لئے ہیں حضور ﷺ نے اس موقع پر یا تو نصرہ کا لفظ ارشاد فرمایا تھا یا
اجابتہ کا لفظ نیز اس حدیث کے سیاق سے اور اس سلسلہ میں منقول دوسری احادیث
کے اسباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے جس شخص کے ظاہر ہونے کی پیشنگوئی
فرمائی ہے وہ اپنی امامت وخلافت کے دعوے کے ساتھ ظاہر ہوگا یعنی اس کا ظہور
سربراہ حکومت کی صورت میں ہوگا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری مسلمانوں پر
واجب ہوگی اور منصور نامی شخص اس کی فوج کا کمانڈر ہوگا ویسے بعض حضرات کا یہ کہنا
ہے کہ حضور ﷺ نے ’’منصور‘‘ نام کے جس شخص کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کا ظہور
ہو چکا ہے، اور وہ مشہور عالم حضرت ابومنصور ماتریدیؒ تھے، جن کا درجہ حنفی فقہ کے اصول
کے مدون کی حیثیت سے حنفیہ میں امام کا سمجھا جاتا ہے اور ان کی ذات حنفی اصول فقہ کی
مدار ہے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں سے متعلق ایک پیشگوئی

حضرت ذی مخبرؓ (جو آنحضرت ﷺ کے خادم اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے بھتیجے
تھے) کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ’’مسلمانو! وہ وقت
آنے والا ہے جب تم رومیوں (یعنی عیسائیوں) سے ایک ایسی مصالحت کروگے

جو باامن صلح ہوگی (یعنی طرفین میں سے کسی کو بھی مصالحت شکنی اور بدعہدی کا خوف نہ ہوگا) اور پھر (اس مصالحت اور معاہدہ کے تحت) تم اور رومی باہم مل کر اپنے علاوہ ایک اور دشمن کے خلاف جنگ کرو گے چنانچہ (خدا کی طرف سے اس دشمن کے خلاف) تمہیں مدد ونصرت دی جائے گی تم غنیمت کا مال حاصل کرو گے اور تم سلامت رہو گے (یعنی تمہارا جانی و مالی نقصان نہیں ہوگا) اس کے بعد جب تم (اس دشمن کو شکست دے کر) واپس ہو گے تو تم اور وہ رومی ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالو گے جو سرسبز وشاداب ہوگی اور جہاں ٹیلے ہوں گے، وہاں عیسائیوں (یعنی رومیوں) میں سے ایک شخص صلیب بلند کر کے کہے گا کہ صلیب کا غلبہ ہوا ہے (یعنی وہ عیسائی یہ دعویٰ کرے گا کہ اس جنگ میں صلیب کی برکت سے فتح حاصل ہوئی ہے) اس بات پر مسلمانوں میں سے ایک شخص غضب ناک ہو جائے گا (کیونکہ وہ اس بات کو مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کے خلاف جانے گا کہ اس فتح وغلبہ کو خدا اور اس کے دین کے بجائے کسی اور چیز کی طرف منسوب کیا جائے) چنانچہ وہ مسلمان اس صلیب کو توڑ ڈالے گا اور اس وقت رومی نہ صرف عہد کو توڑ دیں گے اور مصالحت کو ختم کر دیں گے بلکہ (مسلمانوں کے خلاف) جنگ کے لئے اپنے لوگوں کو جمع کر لیں گے'' بعض راویوں نے یہ الفاظ اور نقل کئے ہیں کہ ''اس کے بعد مسلمان بھی اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکیں گے (یعنی ان رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے) اور ان سے جنگ کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس جماعت کو شہادت کی فضیلت وعظمت عطا فرمائے گا۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

حبشیوں سے متعلق ایک پیشگوئی

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم حبشیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو تا کہ وہ تم

سے کچھ نہ کہیں اور تم سے تعرض نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی دونوں پنڈلیاں چھوٹی ہوں گی۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح...... حدیث کے آخر میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کا تعلق آخر زمانہ سے ہے جب کہ قیامت بالکل قریب ہوگی اس وقت اہل حبشہ کو غلبہ حاصل ہوگا اور ان کا بادشاہ اپنا لشکر لے کر مکہ پر چڑھ آئے گا اور کعبۃ اللہ کو ڈھا دے گا اور اس خزانہ کو نکال لے گا جو خانہ کعبہ کے نیچے مدفون ہے، چنانچہ حدیث میں کعبہ کے خزانہ کو نکالنے والے جس حبشی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے یا تو حبشہ کا بادشاہ مراد ہے، یا پھر پورا لشکر مراد ہے، نیز ''خزانہ'' سے مراد وہ پورا خزانہ ہے جو کعبہ اقدس کے نیچے مدفون ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''خزانہ'' سے مراد وہ مال اسباب ہے جو نذر کے طور پر وہاں آتا ہے اور خانہ کعبہ کا خادم اس کو جمع کرتا ہے۔

واضح رہے کہ یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک حبشی خانہ کعبہ کا خزانہ نکال لے گا یا ایک اور روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ ایک حبشی خانہ کعبہ کو تباہ وبرباد کر دے گا، تو یہ بات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وحرما امنا﴾ (امن وامان والا حرام) کے خلاف اور معارض نہیں ہے کیونکہ حبشیوں کے ذریعے خانہ کعبہ کی تخریب وتباہی کا یہ واقعہ قیامت کے قریب پیش آئے گا جب کہ روئے زمین پر کوئی شخص اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا، اور امنا کے معنی یہ ہیں کہ کعبہ اقدس قیامت تک مامون ومحفوظ رہے گا، لہٰذا جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والوں تک کا کوئی موجود نہ رہے گا اور جب قیامت ہی آجائے گی تو پھر اور کیا چیز باقی رہ جائے گی کہ کعبہ بھی باقی رہے، ویسے یہ بات بھی بجائے خود وزن دار ہے، لیکن بعض حضرات نے ایک اور وضاحت بیان کی ہے اور اس کو زیادہ صحیح کہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو جو امن والا حرم قرار دیا ہے تو اس کے غالب احوال کے اعتبار سے قرار دیا ہے، یعنی خانہ کعبہ کی اصل

حقیقت تو یہی رہے گی کہ وہ ''بامن حرم'' کے طور پر ہمیشہ ہر قسم کی تخریب کاری اور پلیدگی سے محفوظ و مامون رہے گا، مگر کبھی کبھار ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا سخت حادثہ واقعہ پیش آجائے جس سے اس کی تخریب کاری ہو چنانچہ کعبہ کی تاریخ میں ایسے حادثات پہلے بھی پیش آچکے ہیں جنہوں نے اس کو نقصان پہنچایا جیسا کہ حضرت ابن زبیرؓ کے زمانے میں عبدالملک ابن مروان کی خلافت کی طرف سے اہل مکہ کے خلاف حجاج بن یوسف کے حملے کے دوران خانہ کعبہ کی سخت تخریب ہوئی یا قرامطہ کا واقہ پیش آیا کہ اس نے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچایا بس اگر زمانہ آئندہ میں بھی کعبہ اقدس کی تخریب کا پیش آنے والا کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ واقعہ حرماً اٰمِناً کے خلاف نہیں ہوگا یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ باامن حرم قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو حکم فرمایا کہ جو بھی شخص اس مقدس شہر اور حرم محترم میں آئے اس کو امن و عافیت عطا کرو، اور یہاں کسی کے ساتھ بھی تعرض نہ کرو، چنانچہ منقول ہے کہ جب زندیقوں کی جماعت قرامطہ کا سردار فساد و تباہی مچا چکا اور لوگوں کے قتل و غارت گری و رشہریوں کو لوٹ مار سے فارغ ہوا تو ایک دن کہنے لگا کہ اللہ کا یہ فرمان کہاں گیا کہ **ومن دخلہ کان اٰمِناً** (یعنی جو بھی شخص اس حرم محترم میں داخل ہوا اس کو امن و عافیت حاصل ہوگئی؟) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی، اس نے کہا کہ قرآن کریم کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کبھی بھی مکہ و اہل مکہ اور خانہ کعبہ کی تخریب اور نقصان پہچانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ اس فرمان الٰہی کی مراد یہ حکم دینا ہے کہ جو شخص حرم محترم میں داخل ہوجائے اس کو امن و عافیت عطا کرو اور اس میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے ذریعہ کسی کے ساتھ تعرض نہ کرو۔

اور ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''تم حبشیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو جب تک کہ وہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے رکھیں اور ترکوں کو بھی ان کے حال پر

چھوڑ دو جب تک کہ وہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے رکھیں۔

(بحوالہ ابوداؤد، نسائی)

تشریح...... یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے تو یہ حکم دیا ہے کہ **قاتلوا المشرکین کافۃ** (یعنی مشرکین سے قتال کرنا چاہئے وہ جہاں کہیں بھی ہوں) پس جب اس حکم میں عموم ہے تو حبشیوں اور ترکوں کے بارے میں حضور ﷺ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، یعنی ان پر حملہ نہ کرو اور ان کے ملکوں اور شہروں پر چڑھائی سے گریز کرو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حبشہ اور ترک کا معاملہ اس آیت کے عمومی حکم سے خارج اور مخصوص استثنائی نوعیت رکھتا تھا کیونکہ جغرافیائی پوزیشن کے اعتبار سے یہ (دونوں ملک اس زمانے کے اسلامی طاقت کے مرکز سے بہت دور دراز فاصلے پر واقع تھے اور اسلامی چھاؤنیوں اور ان ملکوں کے درمیان دشت و بیابان کا ایک ایسا دشوار گذار سلسلہ حائل تھا جس کو عام حالات میں عبور کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں تھا، لہٰذا حضور ﷺ نے اس بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان دونوں ملکوں کے خلاف کوئی اقدامی کاروائی نہ کی جائے اور ان لوگوں سے اس وقت تک کوئی تعرض نہ کیا جائے جب تک کہ وہ خود تم سے چھیڑ نہ نکالیں، پس اگر وہ تمہارے خلاف جارحیت کا ارتکاب کریں اور اپنی فوج و طاقت جمع کر کے مسلمانوں کے شہروں اور اسلامی مراکز پر چڑھ آئیں تو اس صورت میں ان کے خلاف نبرد آزما ہوجانا اور ان کے ساتھ جنگ و قتال کرنا فرض ہوگا، یا ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ نے جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ اسلام اور مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت اور اس قدر ذرائع نہیں تھے کہ وہ اتنے دور دراز علاقوں تک اسلام کی پیش رفت کو بڑھاتے، چنانچہ بعد میں جب مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اسلام کو طاقت میسر ہوگئی تو حضور ﷺ کا یہ حکم منسوخ قرار پا گیا۔

ترکوں سے متعلق پیشگوئی

حضرت بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کے سلسلے میں جس کا شروع یہ ہے کہ ''تم سے ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترک قوم جنگ کرے گی'' یہ بھی روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم اس قوم کے لوگوں کو تین بار دھکیل دو گے (یعنی تم ان پر غالب آؤ گے اور ان کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کرو گے) یہاں تک کہ تم ان کو جزیرہ عرب (کی سرحد کے پار) تک دھکیل دو گے، جب تم ان کو پہلی مرتبہ شکست دے کر بھگاؤ گے تو بھاگ کھڑے ہونے والے لوگ اپنی جان بچالیں گے، لیکن جب تیسری مرتبہ شکست دے کر بھگاؤ گے تو اس وقت وہ جڑ سے ختم ہوجائیں گے یعنی یہ تیسری شکست ان کا بالکل خاتمہ کردے گی، یا اس کے مانند فرمایا۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

تشریح...... ''یعنی الترک'' کے الفاظ راوی کے ہیں خواہ وہ صحابی یا تابعی یعنی یا تو خود حضرت بریدہ نے یا ان سے روایت کرنے والے تابعی نے قوم صغار الاَعین (چھوٹی آنکھوں والی قوم) کے بارے میں یعنی الترک کے ذریعے وضاحت کی اس قوم سے مراد ترک قوم ہے۔

''جزیرۃ العرب'' اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ تقریباً چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے اس کے جنوب میں بحر عرب مشرق میں خلیج عربی اور خلیج عمان، مغرب میں بحر احمر اور اس کے شمال میں دریائے فرات ہے۔

اوکما قال (یا اس کے مانند فرمایا) یہ جملہ کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس صورت میں کہتے ہیں کہ جب کہ حدیث بیان کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ حدیث کے معنی تو پوری طرح یاد ہیں جس کو میں نے بیان کردیا ہے، البتہ حدیث کے اصل الفاظ پوری طرح یاد نہیں ہیں۔ گویا یہ جملہ حدیث کے راوی کے کمال احتیاط پر دلالت

کرتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کی خبر سے متعلق پیشگوئی

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ اس میں بے گناہ مارے جائیں گے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اے عثمان بے شک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اتار دو تو مت اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔

(بحوالہ مسند احمد، ترمذی، حاکم، ابن ماجہ)

۳۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ باغ کا دروازہ کھلوا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی، حضرت عمرؓ حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کو بھی جنت کی بشارت دی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت کے ساتھ ایک خوفناک فتنہ کی بھی اطلاع دی جس سے انہیں سابقہ پڑنے والا تھا اور یہی فتنہ ان کی شہادت کا سبب بنا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

ام ورقہؓ کی شہادت سے متعلق پیشگوئی

رسول اکرم ﷺ میدان بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو ایک صحابیہ حضرت ام ورقہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے بھی ساتھ لے چلئے شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے، حضور نے فرمایا، تم اپنے گھر ہی میں رہو، یہیں اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا۔''

حضور کا ارشاد عہد فاروقی میں حضرت ام ورقہ ؓ کے حق میں پورا ہوگیا اور وہ

اپنے ہی گھر میں رتبہ شہادت پر فائز ہوگئیں، وہ اس طرح کہ ان کے دو نمک حرام ملازموں ایک غلام اور ایک لونڈی نے مل کر رات کے وقت ان کا گلا گھونٹ ڈالا۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

حضرت فاطمہ زہرہؓ کی وفات سے متعلق پیشگوئی

آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض الموت میں ایک دفعہ حضرت فاطمہ ؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی کہ وہ رونے لگیں، تھوڑی دیر کے بعد ان سے ایک اور بات کہی کہ وہ ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ مجھ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان سے اس کا سبب دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہیں کرسکتی، جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے دوبارہ ان سے دریافت کیا، حضرت فاطمہؓ نے کہا ہاں اب میں بتا سکتی ہوں، حضور ﷺ نے پہلے مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اسی بیماری میں انتقال کروں گا اور پھر فرمایا اے فاطمہؓ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم آکر مجھ سے ملوگی، یہ دونوں باتیں صحیح ثابت ہوئیں، آپ ﷺ نے اسی مرض میں وفات پائی اور آپ کی وفات کے تقریباً چھ ہی مہینوں کے بعد حضرت فاطمہ زہراؓ بھی اس دنیا سے چل بسیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ابوصفوان کے قتل سے متعلق پیشگوئی

ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو مدینہ منورہ کا دارالامان مل گیا اور اسلام روز بروز ترقی کرنے لگا تو یہ دیکھ کر قریش کے سردار مدینہ پر حملہ کی تدبیریں سوچنے لگے، اسی اثناء میں انصار کے ایک رئیس سعد ؓ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظّمہ گئے اور ابوصفوان (امیہ) کے گھر جا کر مہمان ہوئے، ابوصفوان ایک دفعہ موقع پا کر ان کو طواف کرانے لایا، وہ کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ ابوجہل نکل آیا، اس نے کہا تم مکہ آکر بے خوف وخطر کعبہ کا طواف کرتے ہو، حالانکہ تم نے بے دینوں (مسلمانوں) کو

اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور سمجھتے ہو کہ خدا اور رسول کی تم نصرت کررہے ہو، خدا کی قسم! اگر ابوصفوان کے ساتھ تم نہ ہوتے تو یہاں سے سلامت گھر نہ جاسکتے۔'' حضرت سعدؓ نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ ''اگر تم ہم کو طواف نہ کرنے دوگے تو ہم تمہارا قافلہ تجارت مدینہ کے راستہ سے گزرنے نہ دیں گے، صفوان نے کہا کہ ''اے سعد! ان سے سخت لہجہ میں گفتگو نہ کرو، یہ اس وادی کے سردار ہیں۔''

حضرت سعدؓ نے کہا اے صفوان اپنی طرفداری رہنے دو میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ تم عنقریب مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے'' ابوصفوان نے کہا کیا وہ یہاں آکر مجھے ماریں گے، انہوں نے جواب دیا، یہ مجھے معلوم نہیں، یہ سن کر ابو صفوان کے بدن پر رعشہ پڑ گیا، وہ گو کافر تھا، لیکن اس کو معلوم تھا کہ دہن رسالت سے آج تک کوئی غلط بات نہیں نکلی، چنانچہ اس کے بعد بدر کی لڑائی کا موقع پیش آیا تو اس کی بیوی نے جانے سے روکا اور سعدؓ کی پیشگوئی یاد دلائی، ابوصفوان نے بھی ڈر کر اس فوج میں شرکت سے انکار کردیا، لیکن ابوجہل اس کو سمجھا بجھا کر لے گیا، بالآخر اسی کارزار میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی قوموں سے متعلق پیشگوئی

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ زمانہ آرہا ہے کہ (دنیا) کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالہ پر گرتے ہیں، صحابہؓ میں سے ایک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اس زمانہ میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہوجائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا۔نہیں تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہوگے۔لیکن تمہاری حالت ایسی ہوجائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھالے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا، ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ یارسول

اللہ وہ کمزوری کیسی ہوگی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی محبت اورموت سے کراہت (یعنی موت کا ڈر) (بحوالہ ابوداؤد۔ مسند بیہقی)

کسریٰ کے خزانے سے متعلق پیشنگوئی

﴿وعن جابربن سمرة قال سمعت رسول اللهﷺ يقول لتفتحنَّ عصابةٌ من المسلمين كنزَ آلِ كِسرىٰ الذى فى الابيَض﴾ (رواہ مسلم شریف)

حضرت جابرابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسریٰ کے خزانہ کو برآمد کرلے گی جو سفید محل میں ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

تشریح......آل کسریٰ میں ''آل'' کا لفظ زائد ہے یا اس لفظ سے کسریٰ کے لواحقین، خاندان اوررعایا کے لوگ مراد ہیں لفظ کسریٰ اصل میں ''خسرو'' کا معرب ہے اس زمانے میں فارس (ایران) کے بادشاہ کا لقب خسرو یا کسریٰ ہوتا تھا، جیسا کہ روم کے بادشاہ کو قیصر، چین کے بادشاہ کو خاقان، مصر کے بادشاہ کو فرعون یمن کے بادشاہ کو قیل اورحبش کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

''ابیض'' ایک محل کا نام ہے جو مدائن میں واقع تھا اورجس کو اہل فارس سفید کوشک کہا کرتے تھے، اس شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد اس محل کی جگہ ایک مسجد بنادی گئی تھی جواب بھی ہے، نیز حضور ﷺ نے کسریٰ کے خزانہ کے برآمد ہونے کے بارے میں پیشنگوئی فرمائی تھی وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی، اور فاتح مسلمانوں نے اس خزانے کو نکالا۔

کسریٰ کی بربادی کی خبر

عین اس وقت جب کسریٰ اورقیصر کی حکومتیں پورے جاہ وجلال سے دنیا پرحکمران تھیں اورکسریٰ کی بربادی کا کوئی سامان نہ تھا کہ مکہ کے منادی حق نے یہ

پیشنگوئی کی ﴿اذا هلک كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده واذا هلک قيصر فلا قيصر بعده﴾ ''جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

نہ صرف تاریخ بلکہ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے، ایرانی مجوسیوں کی شہنشاہی کی شکست کے بعد کیا پھر کسی ایرانی مجوسی شہنشاہ کا تاج خسروی کسی نے دیکھا اوررومی شہنشاہی کی بربادی کے بعد رومی قوم کا وجود بھی اس سطح زمین پر کہیں نظر آیا؟۔

سازوسامان کی بشارت

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اوردریافت کیا کہ کیا قالین ہے؟ عرض کی ہمارے پاس قالین کہاں؟ ارشاد فرمایا کہ ''ہاں عنقریب تم قالینوں اورعمدہ فرشوں پر بیٹھوگے۔'' حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ وہ دن آیا جب ہم قالینوں پر بیٹھے، اب میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ قالین ہٹالے جاؤ، تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی ہے۔

اپنی وفات کی خبر دینے سے متعلق پیشگوئی

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ایک لاکھ مسلمانوں کے مجمع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا شاید آئندہ سال تم مجھے نہ پاسکوگے، اس سے پہلے آپ حضرت معاذؓ کو یمن رخصت کرتے ہوئے فرماچکے تھے۔ کہ اب تم مجھ سے نہ مل سکوگے واپس آؤگے تو میری قبراورمسجد کے پاس سے گزروگے۔ اسی طرح وصال سے چند دن پہلے فرمایا کہ خدا نے اپنے بندے کو دنیا اورآخرت کی زندگی کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کی زندگی کو پسند کیا۔ (بحوالہ صحیحین)

حضرت زینبؓ کی وفات کی اطلاع سے متعلق پیشگوئی

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے سمجھا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد ان کا ناپ ہے، چنانچہ وہ لکڑی سے اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں، مگر دراصل ہاتھ کی لمبائی سے حضور ﷺ کی مراد کشادہ دستی اور فیاضی تھی، (حضرت زینبؓ اس وصف میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کے اسی وصف کی طرف اشارہ کیا تھا) جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواجؓ میں سے سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو ازواج مطہراتؓ حضور ﷺ کے ارشاد کا اصل مطلب سمجھیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت سے متعلق پیشگوئی

۱۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ ''اے علیؓ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی کون تھا اور اس امت میں سب سے زیادہ شقی کون ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ میں نہیں جانتا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اگلی امتوں میں سب سے بدبخت قوم ثمود کا وہ سرخ رنگ آدمی تھا جس نے ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹیں، اور اس امت کا بدبخت ترین آدمی وہ ہے جو تمہاری گردن (یا سر) پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ تمہاری ریش تمہارے خون سے سرخ ہوجائے گی اور اسی تلوار سے تم شہید ہوگے۔ (بحوالہ مسند احمد)

۲۔ ایک اور موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ آگاہ رہو کہ میرے بعد تمہیں مصیبت پیش آئے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں تمہاری سلامتی دین کے ساتھ۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت علی المرتضیٰؓ کی مشکلات اور شہادت

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سے میری امت میرے بعد بےوفائی کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اے علی! خبردار کہ تم کو میرے بعد مصیبت پیش آئے گی۔'' حضرت علیؓ نے استفسار کیا کہ کیا یہ مصیبت میری سلامتی دین کے ساتھ پیش آئے گی؟ فرمایا۔ ''ہاں تمہاری سلامتی دین کے ساتھ'' حضرت علیؓ اور بعض صحابہ ایک سفر میں ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ''میں بتاؤں کہ دوسب سے بدبخت انسان کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ''ہاں یارسول اللہ بتایئے۔'' ایک ثمود کا سرخ رنگ بدبخت جس نے ناقۃ اللہ کو قتل کیا، دوسرا وہ جو اے علی تمہارے یہاں پر (گردن کی طرف اشارہ کیا) تلوار مارے گا۔''

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کے درمیان جو اتفاقی لڑائی بصرہ میں پیش آگئی تھی اس کو جنگ جمل کہتے ہیں، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ازواج مطہراتؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کسی پر حوأب کے کتے بھونکیں گے'' (حوأب عراق میں ایک تالاب کا نام ہے) حضرت عائشہؓ جب اصحاب جمل کے ساتھ روانہ ہوئیں اور حوأب کے تالاب پر پہنچیں اور کتوں نے بھونکنا شروع کیا تو ان کو آنحضرت ﷺ کی پیشنگوئی یاد آئی۔

ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک دو ایسے گروہ باہم جنگ آزما نہ ہوں گے جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ ایک ہی ہوگا، علماء کا بیان ہے کہ یہ پیشنگوئی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی لڑائیوں پر صادق آتی ہے۔

خلافت راشدہ کی مدت سے متعلق پیشگوئی

وعن سفینةَ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول

الخلافة ثلثون سنةً ثم تكون مُلكاً ثم يقول سفينةُ أمسِكْ خلافةَ أبي بكرٍ سنتَينِ وخلافةَ عمرَ عشْرةً وعثمانَ اثنتَيْ عشْرةَ وعليٍّ ستَّةً

حضرت سفینہؓ (جو آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے) کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''خلافت کا زمانہ تیس سال کا ہوگا، اس کے بعد وہ خلافت بادشاہت میں بدل جائے گی۔'' حضرت سفینہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد راوی سے یا عام لوگوں سے خطاب کرکے) کہا کہ حساب کرکے دیکھو (حضور ﷺ نے جو تیس سال کی مدت بیان فرمائی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے کہ) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ دو سال، حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال، حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ بارہ سال، اور حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ چھ سال۔ (بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح...... ''خلافت'' سے مراد خلافت حق ہے، یا وہ خلافت مراد ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ اور جس کی بنیاد قرآن وسنت کی ہدایت اور رہنمائی اور دین وشریعت کے آئین حکمرانی کی اتباع پر ہو، چنانچہ اس خلافت کا صحیح مصداق حضور ﷺ کے بعد اول کی خلافت ہے جس کو ''خلافت راشدہ'' کہا جاتا ہے اور جس کی مدت تیس ہوئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی شرح مشکوٰۃ میں اس روایت کی نقل کرتے ہوئے ''مُلْکا'' کے بعد ''عضوضاً'' کا لفظ بھی نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خلافت کٹ کھنی بادشاہت میں بدل جائے گی، یعنی خلافت کا دور ختم ہو جانے کے بعد بادشاہت کا دور شروع ہو جائے گا اور بادشاہت بھی ایسی کہ لوگ اس کی سختیوں اور ظالمانہ کاروائیوں سے امن نہیں پائیں گے اور عدل وانصاف کا نظام اور دین پروری کا ماحول جیسا کہ ہونا چاہئے، جاری نہیں ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اس دور کے حکمران گزرے ہوئے خلفاء کی جانشینی کا دعویٰ رکھنے کی وجہ سے اور مجازاً

اس بادشاہت پر ''خلافت'' ہی کا اطلاق کریں اور اپنے کو خلیفہ کہلائیں اور گو ان کو امیر المومنین کہنا کوئی خلاف حقیت بات بھی نہ ہو کیونکہ نظم مملکت اور ظاہری قانون کے مطابق وہ مسلمانون کے امیر وحاکم، بہرحال ہوں گے لیکن حقیقی خلافت کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بس تیس سال تک رہے گی، چنانچہ خلفاء راشدین کہ جن کا دور خلافت حقیقی خلافت کا واقعی مصداق تھا، تیس ہی سال پر مشتمل ہے۔

شرح عقائد میں اس حدیث کے تعلق سے ایک اشکال وارد کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضور ﷺ نے ''خلافت'' کا دور صرف تیس سال فرمایا ہے جب کہ خلفاء راشدین کے بعد کے زمانے میں خلفاء عباسیہ بلکہ بنوامیہ میں سے بھی بعض خلفاء جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت پر مسلمانوں کی تقریباً تمام ہی علماء اور اہل عمل وعقد کا اتفاق رہا ہے تو کیا ان کے دور خلافت کو ''خلافت'' نہیں کہا جا سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جس ''خلافت'' کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت کاملہ کہ جس میں دین وشریعت اور عدل وانصاف کے ذرا سی بھی آمیزش نہ ہو، تیس سال رہے گی اس کے بعد کی خلافت کی شکل وصورت میں تبدیلی آجائے گی، ہاں کچھ دور ایسے بھی آئیں گے، جس میں اس خلافت کے طرز کو اختیار کیا جائے گا ورنہ عام طور پر جو بھی خلافت قائم ہوگی وہ بس نام ہی کی خلافت ہوگی، اصل کے اعتبار سے بادشاہت ہوگی واضح رہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ کا دور حکمرانی شروع ہوا جس کو انہوں نے اگرچہ ''خلافت'' ہی کا نام دیا گیا مگر حقیقت میں وہ بادشاہت تھی، حضرت امیر معاویہؓ اس دور کے سب سے پہلے حکمران ہیں ان کا دور حکمرانی اگرچہ خلافت راشدہ کی طرح دین وملت کے حق میں حقیقی خلافت کا نمونہ نہیں رہا مگر ان کی خلافت وحکومت میں بادشاہت کی وہ تمام خرابیاں بھی نہیں تھیں جو ان کے جانشینوں کے دور حکومت میں پیدا ہوئیں نیز انہوں نے اپنے دور میں حکمرانی کو کسی نہ کسی حد تک خلافت راشدہ کے نہج پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن ان کے بعد بنوامیہ کا اکثر دور حکمرانی مسلمانوں کی باہمی

آویزیش وخلفشار قتل وغارت گری، دین وشریعت کی صریح خلاف ورزی اور ظلم وناانصافی کی بہت زیادہ مثالوں سے بھرا ہوا تھا، اس کی ابتداء یزید ابن معاویہؓ سے ہوتی ہے، یزید کے بعد اس کا بیٹا، معاویہ ابن یزید حکمراں ہوا، اس کے بعد ولید ابن عبدالمالک ،سلیمان ابن عبدالمالک، حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ، یزید ابن عبدالمالک، ہشام ابن عبدالمالک، ولید ابن یزید ابن عبدالمالک، ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک اور مروان ابن محمد ابن مروان بالترتیب یکے بعد دیگرے خلیفہ وحکمراں ہوتے رہے، مروان ابن محمد ابن مروان، بنوامیہ میں سے آخری حکمراں تھا، اس کے بعد خلافت بنوامیہ سے نکل کر بنوعباس میں پہنچ گئی۔

حدیث کے راوی حضرت سفینہؓ نے تیس سال کا جو حساب بیان کیا ہے وہ تخمیناً اور اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے کسور کو بیان نہیں کیا، چنانچہ صحیح روایات اور مستند تاریخی کتابوں میں خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ، حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ چند روز کم بارہ سال اور حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ چار سال نو ماہ رہا ہے، اس طرح چاروں خلفاء کی مجموعی مدت خلافت انتیس سال سات ماہ ہوتی ہے، اور پانچ مہینے جو باقی رہے وہ حضرت امام حسنؓ کی خلافت کا زمانہ ہے پس حضرت امام حسنؓ بھی خلفاء راشدین میں سے ہوئے۔

ایک قحطانی شخص سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ قحطان میں سے ایک شخص پیدا نہ ہولے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: قحطان اس قوم کو کہا جاتا ہے جو اس زمانہ میں یمن سے عمان تک کے

علاقے میں آباد تھی، یہ قوم دراصل ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں سے اس شاخ کی نسل ہے جس کے مورث قحطان تھے، چنانچہ اس نسل کے لوگوں کو قحطان کہا جاتا ہے یمن کے لوگ اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

حدیث میں فرمایا کہ ''جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا'' سے مراد اس شخص کا تسلط واقتدار ہے کہ لوگ اس کی اطاعت وپیروی کریں گے، اس کو متفقہ طور پر اپنا سردار مانیں گے اور وہ شخص جابرانہ تسلط وتسخیر کے ذریعے ان لوگوں کو اس طرح اپنے قابو میں رکھے گا کہ کوئی بھی آدمی اس کی اطاعت سے انحراف کرنے کی ہمت نہیں کرے گا، اور ایک احتمال یہ ہے کہ یہاں ''ہانکنے'' سے مراد حقیقی طور پر ہانکنا ہو، یعنی وہ جن لوگوں پر غلبہ پالے گا ان کو اپنے عصاء کے ذریعے اس طرح ہانکتا پھرے گا، جس طرح کوئی گلہ بان اپنے جانوروں کو ہانکا کرتا ہے، نیز بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں حدیث میں جس قحطانی شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ شاید وہی شخص ہو جس کو اگلی حدیث میں جہجاہ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''دن ورات اس وقت تک تمام نہیں ہوں گے (یعنی اس وقت تک زمانہ کا اختتام نہیں ہوگا اور قیامت کا دن نہیں آئے گا) جب تک کہ وہ شخص مالک نہ ہو جائے گا یعنی لوگوں پر اقتدار وتسلط نہ پالے گا جس کو جہجاہ کہا جائے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب تک موالی میں سے ایک شخص مالک نہ ہو جائے گا یعنی لوگوں پر اقتدار وتسلط نہ پالے گا جس کو جہجاہ کہا جائے گا۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

تشریح...... ''موالی'' مولیٰ کی جمع ہے جس کے معنی ''غلام'' کے ہیں۔ لفظ ''جہجاہ'' بعض نسخوں میں تو دو ہ کے ساتھ منقول ہے اور بعض نسخوں میں آخری ہ کے بغیر یعنی ''جہجا'' منقول ہے۔

ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی اور مجدد آتے رہیں گے

حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ نے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جو خدا کے حکم پر قائم ہوگی۔موت آنے تک وہ اسی حال میں رہیں گے۔ان کی مخالفت اور عدم معاونت انہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گی (یعنی انہیں اس کی پرواہ ہرگز نہ ہوگی کہ زمانہ والوں کا رویہ کیا ہے اور زمانہ والے ہمارے مخالف ہیں یا موافق ہیں، دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں قیامت تک ایک جماعت رہے گی جس کی خدا کی جانب سے مدد ہوتی رہے گی۔جو ان کا ساتھی نہ بنے گا انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

بیہقی کی ایک روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے آخری دور میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں وہی اجر ملے گا جو ان سے پہلوں کو ملا تھا، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے برائیوں سے روکیں گے اور فتنہ والوں سے لڑیں گے۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن ؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہر آنے والے دور میں اس علم کے جاننے والے ہونگے جو غلو (بڑھا بڑھا کر بیان) کرنے والوں کی تحریفوں سے اور باطل والوں کی دوروغ بیانیوں سے اور جاہلوں کی تاویلوں سے اس کو پاک کرتے رہیں گے۔ (بحوالہ بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کو نیا کرے گا۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

خدا کا یہ وعدہ دوسرے وعدوں کی طرح پورا ہوتا رہا اور ہمیشہ ہوتا رہے گا اگر حق گو اور ثابت قدم جماعت قرون اولیٰ سے آج تک باقی نہ رہتی تو اہل فتین ،معتزلہ، بدعتی، نبوت کے دعویدار اصلاح عالم کے مدعی، حدیث کے منکر، قرآن کی نئی تفسیریں

گھڑنے والے دین کو بدل رکھ دیتے، حضرات صوفیا، فقہا و محدثین ہمیشہ رہے ہیں اور رہیں گے۔**والحمداللہ علیٰ ذلک**

مسلمان کبھی ختم نہیں ہونگے

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی کہ میری ساری امت کو عام قحط کے ساتھ ہلاک نہ کرے اور ان پر کوئی دشمن غیروں میں سے ایسا مسلط نہ کرے جو ان سب کو ختم کردے۔خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو اس کو ٹالا نہیں جاسکتا۔میں تم کو یہ وعدہ دیتا ہوں کہ تمہاری امت کو عام کال سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر غیروں میں سے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کروں گا جو ان کو ایک ایک کر کے ختم کردے۔اگرچہ تمام زمین پر بسنے والے ہر طرف سے جمع ہو جائیں۔ (حوالہ بالا)

دوسرا باب

رسولِ اکرم ﷺ کی حیوانات سے متعلق پیشگوئیاں

جانور انسان سے گفتگو کریں گے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کیا اور اٹھا کر چلتا بنا، چرواہے نے بھیڑیئے کا تعاقب کیا اور اس سے بکری چھڑانے میں کامیاب ہوگیا۔ بھیڑیا اپنی مخصوص حالت میں بیٹھ کر کہنے لگا ''تجھے اللہ کا خوف نہیں کہ تو مجھ سے ایسا رزق چھین رہا ہے جسے اللہ نے میرا مقدر ٹھہرا رکھا ہے؟'' چرواہے نے تعجب بھرے انداز سے کہا کہ بھیڑیا میرے ساتھ انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے! بھیڑیئے نے کہا، کیا تمہیں اس سے بھی عجیب بات کی خبر نہ دوں! محمد ﷺ تو یثرب (مدینہ) میں لوگوں کو ماضی کی باتوں سے باخبر کر رہے ہیں۔ (یہ سن کر) چرواہا فوراً بکریاں ہانکتا مدینے جا پہنچا اور نبی ﷺ کو اپنا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے نماز باجماعت کا حکم دیا پھر ادائیگی نماز سے فراغت کے بعد چرواہے سے کہا کہ سب لوگوں کو اپنا واقعہ سناؤ، اس نے سب کو اپنا واقعہ سنایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِس نے سچ کہا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ 'درندے' انسانوں کی طرح باتیں کریں گے، آدمی کا کوڑا اور جوتے کا تسمہ اس سے خطاب کرے گا اور اس کی ران اسے اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں ہونے والی باتوں سے باخبر کردے گی۔ (ترمذی، دلائل النبوۃ للبیہقی)

بعض روایات میں ہے کہ وہ آدمی (چرواہا) یہودی تھا اور اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوگیا۔ (بحوالہ مسند احمد)

اور بعض روایات میں ہے کہ اس عجیب وغریب واقعہ پر صحابہ کرامؓ حیران ہوکر، سبحان اللہ پکارنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''امنت به و أبوبكر و عمر'' میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری، مسلم)

بعض روایات میں 'گائے' کا کلام کرنا بھی مذکور ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ایک آدمی گائے پر سوار ہوا تو گائے کہنے لگی میں سواری کے لئے پیدا نہیں کی گئی بلکہ میں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کی گئی ہوں اس پر لوگوں نے متعجبانہ انداز میں 'سبحان اللہ' کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (امنت به أنا و أبوبكر و عمر) ''میں ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس (گائے کے کلام) پر ایمان لاتے ہیں۔''

مذکورہ روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ حیوانات کا انسانوں کی طرح گفتگو کرنا علاماتِ قیامت سے ہے۔

۲۔ اس علامت کا ظہور عہد نبوی ﷺ میں ہو چکا ہے۔

۳۔ قبل از قیامت مزید اس کا ظہور متوقع ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **لا تقوم الساعة حتى يكلم السباع الانس** ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے گفتگو کریں گے۔'' (بحوالہ ترمذی)

۴۔ مذکورہ حدیث کو بلا تاویل ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کے ظاہری معنی کی تصدیق فرمائی اور کوئی تاویل نہیں فرمائی۔

۵۔ مذکورہ پیش گوئی کو مبنی بر حقیقت تسلیم کرنے والا سنت رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت کا متبع ہے، لہٰذا اس پیش گوئی کا انکار یا اس کی تاویل کرنے والا اپنے ایمان کا جائزہ لے۔

اس طرح بعض روایات میں ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد (اس قدر امن و امان قائم ہو جائے گا کہ) بچہ اژدہے کے ساتھ کھیلے گا مگر اژدہا اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔ بکریوں کے باڑے میں بھیڑیا ہوگا جو انہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور اسی

طرح شیر اور گائے اکٹھے ہوں گے مگر شیر گائے کو نقصان نہیں دے گا۔ (بحوالہ مسند احمد)

حافظ حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ النھایۃ (۱/۹۵)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ دو متضاد اور عدوان الخلقت جنسیں باہم دوست ہو جائیں گی، حالانکہ ازل سے سانپ، اژدہا وغیرہ انسان کے دشمن ہیں اور بھیڑیا بکریوں کا اور شیر گائیوں کا کبھی ساجھی نہیں ہوا اور آج تک ان کی صفت عدوان باقی ہے مگر قبل از قیامت و بعد از نزول عیسیٰ ؑ اللہ تعالیٰ مذکورہ جانوروں کے 'خواص' بدل دیں گے اور یہ تبدیلی قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے اکثر مشاہدہ کیا ہوگا کہ کُتا، بلی کا اور بلی مرغی اور چوزوں کی دشمن ہوتی ہے کہ موقع پاتے ہی ان پر حملہ آور ہو جاتی ہے لیکن گھریلو کُتا اور پالتو بلی کبھی ایسا نہیں کرتے، حتیٰ کہ بھوکی بلی کے سامنے چوزے بلا خوف وخطرے کھیلتے ہیں۔ اگر آج ہم اپنی آنکھوں سے اس طرح کی ایک ادنیٰ مثال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں تو قبل از قیامت اس کے وقوع پر انکار چہ معنی دارد؟ لہٰذا مذکورہ صحیح احادیث میں جن حالات و واقعات کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے اس کے حقیقی معنی و مفہوم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دابۃُ الارض

قرآن وسنت کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قبل از قیامت زمین سے ایک جانور 'دابۃ' نکلے گا جو لوگوں سے کلام کرے گا اور مومن و کافر کے مابین تمیز و تفریق کرتے ہوئے ان کی پیشانیوں پر (ناک کی طرف) مہر ثبت کرے گا اور یہ فی الحقیقت ایک جانور ہوگا جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے واضح ہے۔

۱......﴿واذا وقع القول عليهم أخرجنا لهم دابةً من الأرض تكلمهم أن الناس كانوا بايٰتنا لايوقنون﴾ (النمل:۸۲)

جب ان پر عذاب (الٰہی) کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

۲......حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس چیزیں واقع نہ ہو جائیں...... (ان میں سے ایک) 'دابۃ' جانور ہے۔ (بحوالہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۳......حضرت ابو ہریرہ ؓ حدیث نبوی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ چھ چیزوں سے پہلے اعمال میں سبقت کرو (ان میں سے ایک) 'دابۃ الارض' ہے۔

(بحوالہ مسلم ابن حبان، احمد)

۴......حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمین میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں کی ناک کے قریب (پیشانی پر) نشان لگائے گا۔ (بحوالہ مسند احمد، مجمع الزوائد)

۵......حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانِ گرامی سنا، (قیامت کی) سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ یہ ہے کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اور بوقت چاشت ایک 'جانور' نکلے گا ان دونوں میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوگی، دوسری اس کے فوراً بعد ہی ظاہر ہو جائے گی۔

(بحوالہ مسلم، احمد)

اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے 'دابۃ الارض' کے خروج پر دلالت ہوتی ہے جنہیں بغرض اختصار چھوڑا جا رہا ہے۔

مذکورہ دلائل سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ 'دابۃ الارض' کا خروج قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

۲۔ یہ فی الواقع ایک جانور ہوگا جو (تُکَلِّمُھُم) لوگوں سے کلام کرے گا اور لوگ

بآسانی اس کی گفتگوسمجھ سکیں گے۔ راس المفسرین علامہ ابن جریرطبری فرماتے ہیں کہ **تُکَلِّمُهُم** کی قراءت میں اختلاف ہےمگرمشہورعام قراءت **تُکَلِّمُهُم** بمعنی **تحدثهم و تخبر هم** ہے۔(یعنی وہ جانورلوگوں سے باتیں کرے گا)۔

(بحوالہ تفسیر جامع البیان)

نیزفرماتے ہیں **لا أستجيز غيرها** اس کے علاوہ دوسری قراءتوں کومیں درست خیال نہیں کرتا۔ (بحوالہ تفسیر جامع البیان)

یہ ایک بہت بڑا چوپایہ ہوگا،جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(بحوالہ ابن کثیر،النہایۃ)

مگراس کی کیفیت و ماہیت،شکل وصورت وغیرہ کی حتمی تعیین قرآن وسنت میں مذکورنہیں اس لئے اس مسئلہ میں بحث وتمحیص کرنا،مختلف تاویلات کا سہارالینایا غیرمستند اسرائیلی روایات پراعتماد کرنالایعنی وسعی لاحاصل ہے۔جیسا کہ بعض غیرمستندمرویات میں مذکورجانورکی عجیب وغریب تصویرکھینچی گئی کہ اس کے بال،کھراورداڑھی ہوگی مگر دم نہ ہوگی،اس کا سربیل کے سرکے مشابہ ہوگا،آنکھیں خنزیرکی آنکھوں کے مشابہہ ہوں گی،کان ہاتھی جیسے ہوں گے،سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہوگی،شترمرغ جیسی گردن ہوگی،شیرجیسا سینہ ہوگا،چیتے جیسا رنگ ہوگا،بلی جیسی کمرہوگی،مینڈھے جیسی دم ہوگی،اونٹ جیسے پاؤں ہوں گے......حالانکہ مذکورہ تصویرکشی کی جہات واطراف باہم متضادوبرعکس ہیں۔

اس کے علاوہ بھی ’دابۃ الارض‘ کی تعیین میں کئی ایک تاویلات کی گئی ہیں مثلاً:

۱۔ شیعہ حضرات کے نزدیک ’دابۃ الارض‘ سے مرادحضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔حالانکہ بات نقل وعقل کے خلاف ہے۔

۲۔ ’دابۃ الارض‘ اس اونٹنی کا بچہ ہے جوحضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کے طور پر پہاڑسے ظاہرہوئی تھی۔ (تفسیر قرطبی)

مگربطوراستشہادپیش کی جانے والی روایت طلحہ بن عمروحضری (ضعیف راوی) کی وجہ سےضعیف ہےجیسا کہ علامہ ھیثمی نے بھی لکھا ہے۔(بحوالہ مجمع الزوائد)

۳۔ بعض نے کہا کہ ’دابۃ الارض‘ اور جساسہ (یہ ایک جانورتھا جسے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک جزیرے میں دیکھا اور پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ’جساسہ‘ (دجال کا جاسوس) ہوں۔) ایک ہی چیز کے دونام ہیں،مگر یہ بات غلط ہےاس لئے کہ ’جساسہ‘ دجال کا جاسوس اورنمائندہ ہے جب کہ ’دابۃ‘ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اورنشانی ہے۔

۴۔ بعض نے کہا کہ ’دابۃ‘ جانورنہیں بلکہ ایک انسان اور عالم شخص ہوگا جومرتد اور بدعتی لوگوں سے مناظرے کرکے انہیں شکست دے گا۔مگر یہ بات بھی مردود ہےاس لئے کہ ’دابۃ‘ جانورکوکہتے ہیں اسے ظاہرسے مجازپرمحمول کرنے کے لئےٹھوس قرینے کی ضرورت ہے جوموجودنہیں۔نیزکسی عالم (انسان) کودابۃ (جانور) کہنا انسان کوزیب نہیں دیتا تواللہ تعالیٰ کے شایان شان کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (جانور) دابۃ کہہ کر عالم ومناظرمرادلیں؟ (**سبحانه وتعالىٰ عمايصفون**)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے التفسیر والتذکرۃ (للامام قرطبیؒ)

مذکورہ تاویلات ’علمائے‘ متقدمین سے منقول ہیں جن کے جوابات اورتردید کتب تفاسیرمیں دائمہ سلف سے منقول ہے۔علاوہ ازیں کچھ جدید ’علماء‘ سے بھی عجیب تاویلات منقول ہیں مثلاً:

۱۔ ’دابۃ‘ سے مرادکوئی بھی وحشی جانوراوردرندہ ہے جولوگوں پرحملہ کرکے انہیں زخمی کرتا ہے کیونکہ **تكلمهم** (جانوران سے کلام کرے گا) کامعنی **تجرحهم** (جانورانہیں زخمی کردے گا) ہے، اورہوسکتا ہے ایسے وحشی جانوراوردرندے جن کا ہم آج مشاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بکثرت زمین پرپھیلادے جولوگوں کوزخمی کرنا شروع کردیں۔

۲۔ تـکـلـمـهـم بمعنی تـجـرحـهـم ہے یعنی وہ جانور لوگوں کو زخمی کرے گا، لہٰذا اس سے خطرناک جراثیم مراد ہیں جو انسان کی صحت کے دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ قبل از قیامت ان جراثیم کو ان لوگوں پر مسلط فرما دیں گے جو اللہ تعالیٰ کے حد درجہ نافرمان اور باغی ہوں گے اور مقصود انہیں عذاب سے دوچار کرنا ہوگا۔ (النہایۃ لابن کثیر)

مذکورہ تاویلات فاسدہ بوجوہ غلط اور قابل رد ہیں

۱۔ مذکورہ دونوں حضرات نے تکلمهم کے مرجوح وغیر معروف معنی مراد لئے ہیں کیونکہ تکلمهم کے راجح معنی گفتگو کرنے کے ہیں۔ دیکھئے تفسیر قرطبی (۱۰/۶-۱۳)

۲۔ مذکورہ تاویل قرآن وسنت کے منافی ہے اس لئے کہ قرآن وسنت سے واضح ہوتا ہے کہ ''زمین سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا...... جو لوگوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا'' جب کہ مذکورہ 'جانور' اور جراثیم میں 'بعد المشرقین' ہے!

۳۔ جراثیم وغیرہ تو پیدائش خلقت سے پائے جاتے رہے ہیں نیز خوردبین بھی ایک عرصہ سے ان کی تصدیق کر چکی ہے پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ قبل از قیامت یہ علامت ظاہر ہوگی؟

۴۔ جراثیم آنکھ کی ظاہری بصارت سے نظر نہیں آتے کہ دابۃ الارض ہر شخص کو نظر آئے گا۔

۵۔ قرآن وسنت کے مطابق وہ ایک ہی جانور ہوگا جب کہ جراثیم کا شمار خوردبین کے بغیر ناممکن ہے۔

۶۔ جراثیم کا حملہ مسلم وکافر پر یکساں ہے یعنی یہ مسلم وکافر میں کوئی حد امتیاز پیدا نہیں کرتے جب کہ 'دابۃ الارض' مسلم اور کافر کے مابین مہر لگا کر تمیز وتفریق کرے گا۔

دابۃ الارض اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ 'دابۃ الارض' کی کسی مخصوص جانور کے علاوہ تاویلات

کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''فهذه أقوال الصحابة والتابعين فى خروج الدابة وصفتها وهى ترد قول من قال من المفسرين ان الدابة انما هى انسان متكلم يناظر أهل البدعى والكفر وقد روى أبو أمامة أن النبى ﷺ قال تخرج الدابة'' (بحوالہ تفسیر قرطبی)

''دابۃ الارض کے خروج اور اس کی صفات کے بارے میں صحابہؓ وتابعین کے یہ قول ان مفسرین کی تردید کرتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ 'دابۃ الارض' سے مراد ایسا انسان (عالم) ہے جو بدعتیوں اور کافروں سے مناظرے کرے گا جب کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک جانور نکلے گا (لہٰذا جانور سے انسان مراد لینا غلط تفسیر ہے۔)

تیسرا باب

جمادات سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

دریائے فرات سے خزانے نکلنے سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جلدی وہ زمانہ آنے والا ہے جب دریائے فرات سونے کا خزانہ برآمد کرے گا (یعنی اس کا پانی خشک ہوجائے گا اور اس کے نیچے سے سونے کا خزانہ برآمد ہوگا) پس جو شخص اس وقت وہاں موجود ہو اس کو چاہئے کہ اس خزانہ میں سے کچھ نہ لے۔'' (بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح...... اس خزانہ میں سے کچھ لینے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس کی وجہ سے تنازعہ اور قتل وقتال کی صورت پیش آئے گی اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ بھی لینا اس لئے ممنوع ہے کہ خاص طور پر اس خزانہ میں سے کچھ حاصل کرنا آفات اور بلاؤں کے اثر کرنے کا موجب ہوگا اور ایک طرح سے یہ بات قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے! نیز بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا جیسا کہ قارون کا خزانہ، لہٰذا اس خزانہ سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہوگا، چنانچہ اسی سے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کی ہی ایک اور حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سونے کا پہاڑ برآمد نہ کرے گا! لوگ اس کی وجہ سے (یعنی اس دولت کو حاصل کرنے اور اپنے قبضہ میں لینے کے لئے) جنگ اور قتل وقتال کریں گے، پس ان لوگوں میں سے ننانوے فیصد مارے جائیں

گے، اور ہر شخص یہ کہے گا کہ شاید میں (زندہ بچ جاؤں اور) مقصد میں کامیاب ہوجاؤں، یعنی ہر شخص اس توقع پر لڑے گا کہ شاید میں ہی کامیابی حاصل کرلوں اور اس دولت پر قبضہ جمالوں چنانچہ ننانوے فیصد لوگ اس توقع میں اپنی جان گنوا بیٹھیں گے۔'' (بحوالہ مسلم)

تشریح...... بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی بات کو دو مختلف موقعوں پر مختلف الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے، لہٰذا دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ دریائے فرات کے نیچے سے سونے کا ایک عظیم خزانہ برآمد ہوگا جس کی مقدار پہاڑ کے برابر ہوگی۔ تاہم یہ احتمال بھی ہے کہ یہاں حدیث میں پہاڑ کے برابر سونے کے جس خزانہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ اس خزانہ کے علاوہ ہوگا جس کا ذکر پہلی حدیث میں کیا گیا ہے اور ''سونے کے پہاڑ'' سے مراد سونے کی کان ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ

''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''(قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ) زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو نکال کر باہر پھینک دے گی جو سونے چاندی کے ستونوں کے مانند ہوں گے۔ پس ایک شخص کہ جس نے محض مال حاصل کرنے کے لئے قتل کا ارتکاب کیا ہوگا آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) اسی کے لئے میں نے لوگوں کو قتل کیا ہے، اور ایک شخص کہ جس نے ناطہ توڑا ہوگا (یعنی جس نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک نہیں کیا ہوگا) آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) میں نے اسی مال کے لئے اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑا ہے، اور پھر چور آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) اسی مال کے لئے میرا ہاتھ کاٹا گیا ہے (یعنی ان سب کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مال ودولت ایسی چیز ہے جس کی محبت میں اور جس کو حاصل کرنے کے لئے ہم نے ایسے ایسے گناہ کئے اور ایسی ایسی نشانیوں سے دوچار ہوئے لیکن اب جب کہ یہ مال ودولت ہمارے سامنے اور ہمارے اختیار میں ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی ہے اور ہمیں اس کی کوئی حاجت وضرورت نہیں ہوتی) چنانچہ وہ سب لوگ

اس مال و دولت کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ کوئی بھی اس میں سے کچھ نہیں لے گا۔“

(بحوالہ مسلم)

تشریح...... واضح رہے کہ زمین کے جگر کے ٹکڑے سے مراد زمین کے نیچے چھپے ہوئے خزینے یعنی معدنیات کو ”جگر کے ٹکڑوں“ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے، زمین کا خلاصہ اور جوہر اصل میں معدنیات ہی ہیں جیسا کہ اونٹ کی سب سے اصل چیز اس کا جگر ہوتا ہے نیز معدنیات میں زمین کی چیزوں میں سے سب سے زیادہ قابل اعتناء اور سب سے زیادہ پسندیدہ چیز ہے جیسا کہ پیٹ کے اندر کی چیزوں میں سے جگر ہی سب سے اعلیٰ چیز ہے۔

بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آخر زمانہ میں زمین کا سینہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ اپنے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو باہر اگل دے گا ہر طرف معدنیات کا کام زور شور کے ساتھ جاری ہوگا اور ایک ایک ملک میں مختلف قسم کی مفید کارآمد اور قیمتی چیزیں کانوں کے ذریعہ نکالی جائیں گی جس کے ذریعہ نسل انسانی مال و دولت کی فراوانی میں غرق ہو جائے گی۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید جلد پنجم)

لاٹھی، کوڑا اور جوتے کا تسمہ گفتگو کریں گے

”عن ابی سعید الخدری قال قال النبی ﷺ والذی نفسی بیده لاتقوم الساعة حتی یکلم السباع الانس ویکلم الرجل عذبة سوطه وشراک نعله ویخبره فخذه بما احدث اهله بعده.“

(بحوالہ جامع الترمذی، احمد)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت سے پہلے درندے انسانوں سے کلام کریں گے۔ آدمی کا کوڑا اور جوتے کا تسمہ بھی اس سے باتیں کرے گا اور اس کی ران

اسے اس کے اہل خانہ کی نقل و حرکت سے آگاہ کرے گی۔

مذکورہ حدیث میں انسان کے کوڑے (بعض احادیث میں لاٹھی کا ذکر ہے) اور جوتے کے بولنے کا ذکر ہے حالانکہ یہ چیزیں جمادات سے تعلق رکھتی ہیں جو بولنا تو درکنار فی نفسہ حرکت یا شعور سے بھی تہی دامن ہوتی ہیں۔ اس طرح انسان کی ران گفتگو نہیں کرتی بلکہ زبان اظہار خیال کرتی ہے مگر حدیث ہذا کے بموجب، قبل از قیامت یہ تمام چیزیں گفتگو کریں گی اور اللہ تعالیٰ انہیں قوت گویائی بخشیں گے۔ لہٰذا یہ بھی علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے، جس کی نبی کریم ﷺ نے پیشگوئی فرمائی ہے اور اسے من وعن بلا تاویل تسلیم کرنا ضروری ہے، نیز ابھی تک اس علامت کا ظہور نہیں ہوا، البتہ درندوں کی گفتگو کا ظہور نبی علیہ السلام کے دور میں بھی ہو چکا ہے، جیسا کہ آئندہ صفحات میں ذکر کیا جائے گا۔

بعض لوگوں نے اس خلاف فطرت امر کو مستحیل سمجھتے ہوئے مذکورہ حدیث کی یہ تاویل پیش کی کہ ”جہاں تک جمادات کے کلام کرنے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہی ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ الیکٹرونکس ایجادات ہیں جو جامد ہونے کے ساتھ اظہار بیان کی صلاحیت سے آراستہ ہیں۔“ حالانکہ یہ تاویل بوجوہ ذیل فاسد ہے۔

ا۔ جب حیوانات کے ہم کلام ہونے کا ثبوت احادیث میں موجود ہے (جیسا کہ ابھی ذکر کیا جائیگا) تو جمادات کے ہم کلام ہونے کو تسلیم کرنے سے کیا مانع ہے؟ اگرچہ یہ خلاف فطرت ہے مگر خلاف قدرت نہیں اور یاد رکھیے فطرت قدرت الٰہی کی محتاج ہے، قدرت فطرت کی محتاج نہیں! اگر قدرت الٰہی انسان کو قوت گویائی سے نواز سکتی ہے تو حیوانات و جمادات کو قوت گویائی بخشنا بھی کچھ بعید نہیں۔ اگر ’زبان‘ خیالات کی ترجمان ہے تو بحکم الٰہی ’ران‘ بھی ہمکلام ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم.**

”جب قیامت کے دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف ان

کے بداعمال پرشہادت دیں گے۔" (سورۃ النور:۲۴)

لہٰذا جب قیامت کے دن ایسا ممکن ہے تو دنیا میں بھی اس کا نمونہ دکھایا جا سکتا ہے۔

۲. مذکورہ حدیث میں اس عبارت کے پیشِ نظر کہ انسان کا جوتا (یا اس کا تسمہ) اور اس کا کوڑا (یا اس کی لاٹھی) اسے اس کے گھر والوں کے احوال سے مطلع کرے گا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں کیا کرتے رہے تھے۔ اس حدیث کے پیشِ نظر کیا ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلی ویژن وغیرہ انسان کو اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھریلو حالات سے آگاہ کرتے ہیں؟

یقیناً جواب نفی میں ہے!

۳. حدیث میں "ران" کے ہمکلام ہونے کا ذکر ہے حالانکہ انسان کی ران الیکٹرونکس ایجادات میں شامل نہیں۔

۴. حدیث میں درندوں کے ہمکلام ہونے کا ذکر ہے جو "قسم جمادات" سے نہیں بلکہ "قسم حیوانات" سے تعلق رکھتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ صحیح حدیث کو بلاتاویل ومجاز حقیقت پر محمول کیا جائے گا۔ واللّٰہ علی کل شئی قدیر!

شجر وحجر پکار اٹھیں گے

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلون الیہود فیقتلھم المسلمون حتی یختبئی الیہودی من وراء الحجر او الشجر فیقول الحجر او الشجر یا مسلم یا عبداللّٰہ! ھذا یہودی خلفی فتعال فاقتلہ الا الغرقد فانہ من شجر الیہود."

(بحوالہ مسند احمد، مسلم، بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت

قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے اور انہیں قتل کریں گے، یہاں تک کہ اگر کوئی یہودی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ درخت یا پتھر پکار اٹھے گا کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہاں یہودی میری اوٹ میں ہے، ادھر آ اور اسے مار ڈال۔ البتہ "غرقد" (کانٹے دار درخت مثلِ کیکر) نامی درخت (نہیں بولے گا) کیونکہ یہ یہودیوں کا درخت ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، گو شجر وحجر میں قوت گویائی نہیں مگر اللہ تعالیٰ جب چاہیں ان میں بھی قوت گویائی پیدا فرما سکتے ہیں اور قبل از قیامت ایسا ہوگا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ قیامت سے قبل جمادات یعنی شجر وحجر کلام کریں گے اور اس کلام کا مبنی برحقیقت ہونا ظاہر ہے اگرچہ یہاں مجاز کا احتمال بھی موجود ہے یعنی (اس کا مجازی معنی لیا جائے کہ) یہودیوں کو شجر وحجر کے پیچھے چھپنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا مگر اسے حقیقی معنی پر محمول کرنا ہی راجح ہے۔"

(بحوالہ فتح الباری)

اگر عہد نبوی ﷺ پر نگاہ ڈالی جائے تو شجر وحجر کے تکلم کی کئی ایک مثالیں سامنے آسکتی ہیں مثلاً:

۱. حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مکہ میں ایک ایسا پتھر تھا جو بعثت سے کچھ دن قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا اور میں آج بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ (بحوالہ صحیح مسلم، مسند احمد)

۲. حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ میں آپ کے بیٹھنے کے لئے ایک منبر پیش کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ میرا غلام بڑھئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی۔ راوی نے کہا کہ پھر اس عورت نے ایک منبر پیش کیا، جب جمعہ کے دن نبی علیہ السلام اس منبر پر بیٹھے جو آپ ﷺ کے لئے بنایا گیا تھا، تو کھجور کا وہ تنا جس کے سہارے آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے اس

طرح چیخنے چلانے لگا کہ گویا ابھی پھٹ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اتر آئے اور اس تنے کو سینے سے لگالیا۔تو وہ اس طرح سے بلک بلک کر رونے لگا جیسے وہ بچہ روتا ہے جسے چپ کرایا جائے (نیز آپ ﷺ کے ہاتھ پھیرنے سے وہ خاموش ہوگیا)۔

(بحوالہ بخاری، مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

قرآن مجید کا فیصلہ

الم تر ان اللّٰہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیرُ صٰفّٰت کلٌّ قد علِمَ صلاتَہٗ وتسبیحہ. (النور:۴۰)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ارض وسماء کی کل مخلوق اور پر پھیلائے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح سے واقف ہے۔''

ثابت ہوا کہ تمام جمادات، شجرات، حیوانات اور انس وجن اللہ کے لئے تسبیح وتحمید نماز ادا کرتے ہیں علاوہ ازیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ساتھ چرند پرند اور پہاڑ بھی اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع فرمان تھا، حضرت سلیمان حیوانات سے گفتگو کرتے تھے۔تفصیل کے لئے سورہ سبا اور ص کا مطالعہ فرمائیے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از پیشگوئیوں کی حقیقت)

چوتھا باب

رسولِ اکرم ﷺ کی علاقہ جات سے متعلق پیشنگوئیاں

بصرہ سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔میری امت کے لوگ ایک پست زمین پر پہنچ کر قیام پذیر ہوں گے اور اس جگہ کا نام بصرہ رکھیں گے، وہ جگہ ایک نہر کے قریب ہوگی جس کو دجلہ کہا جاتا ہوگا، اس نہر پر پل ہوگا، بصرہ میں رہنے والوں کی آبادی بہت بڑھ جائے گی اور اس کا شمار مسلمانوں کے (بڑے) شہروں میں ہوگا اور پھر جب زمانہ آخر ہوگا تو قنطورا کی اولاد اس شہر کے لوگوں سے لڑنے کے لئے آئے گی، ان کے منہ چوڑے چکلے اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی، وہ لوگ نہر کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈالیں گے اور ان کو دیکھ کر شہر کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہوجائیں گے ایک حصہ تو بیلوں کی دموں اور جنگل میں پناہ حاصل کرے گا (یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے سے کترا کر اپنی کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول ہوجائیں گے اور بیل وغیرہ ڈھونڈنے کا بہانہ لے کر ادھر ادھر ہوجائیں گے تاکہ دشمن کے حملے سے اپنی جان بچاسکیں یا یہ کہ وہ لوگ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو جمع کر کے جنگلوں میں چلے جائیں گے تاکہ حملہ آور دشمن کی نقصان رسانی سے محفوظ رہیں) حالانکہ وہ لوگ موت وتباہی کے گھاٹ اتر کر رہیں گے (یعنی وہ اپنی اس حیلہ سازی کے باوجود دشمن کی زد سے محفوظ نہیں رہ پائیں گے کیونکہ حملہ آور مشرک، دشمنی اور فتنہ وفساد کی جو آگ بھڑکائیں گے وہ اس طرح کے حیلوں بہانوں سے ٹھنڈی یا محدود نہیں ہوگی) اور دوسرا حصہ قنطورا کی اولاد سے اپنی جانوں کے لئے امان طلب کرے گا مگر

ان لوگوں کو بھی موت اور تباہی کے گھاٹ اترنا پڑے گا اور تیسرا حصہ وہ ہوگا جو اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو پیچھے چھوڑ کر (یعنی اپنے اہل وعیال سے بے پرواہ ہو کر اور ان کی محبت سے اپنا دامن چھڑا کر حملہ آور کے مقابلے پر ڈٹ جائے گا یا یہ کہ وہ لوگ اپنے بال بچوں کو اپنے پیچھے لے کر محاذ پر جائیں گے اور وہاں) دشمنوں سے لڑیں گے اور ان میں سے اکثر مارے جائیں گے جو شہادت کے مرتبہ کو پہنچیں گے۔'' (بحوالہ ابوداؤدؒ)

تشریح ......''بصرہ'' با کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ اور صاد کے جزم کے ساتھ ہے، نیز لفظ صاد کے زبر اور زیر کے ساتھ بھی منقول ہے۔ ''دجلہ'' (دال کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ) اس علاقہ کا مشہور دریا ہے جس کے کنارے پر مشہور شہر بغداد واقعہ ہے۔

حلبی نے حاشیہ شفا میں لکھا ہے کہ بصرہ کی با، زبر، زیر اور پیش کی تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے، نیز یہ وہ شہر ہے جس کو حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں عتبہ ابن غزوان نے آباد کیا تھا اور شہر میں کبھی بھی بت پرستی نہیں ہوئی۔

وضاحت:......حدیث میں جس واقعہ کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے اس میں صریحاً ''بصرہ'' کا ذکر ہوا ہے، لیکن علماء نے لکھا ہے کہ اس سے ''بغداد'' مراد ہے۔ اور بغداد مراد لینے کی دلیل یہ ہے کہ دریائے دجلہ کے گزرگاہ بصرہ نہیں بلکہ بغداد ہے اور اس دریا پر جس پل کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی بغداد ہی میں ہے، علاوہ ازیں بغداد کا شہر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس طرح کا شہر نہیں تھا جیسا کہ اب ہے بلکہ اس زمانہ میں اس جگہ منتشر طور پر کچھ قریئے اور دیہات تھے، جو بصرہ کے مضافات میں سے شمار ہوتے تھے اور ان کی نسبت بصرہ ہی کی طرف جاتی تھی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے گویا معجزہ کے طور پر، ان دیہاتی علاقوں کے ایک بڑے شہر میں تبدیل ہو جانے کی پیش خبری بیان فرمائی اور بصیغہ مستقبل یہ فرمایا کہ وہ اسلامی شہروں میں سے ایک بڑا شہر ہوگا اور کثیر آبادی پر مشتمل ہوگا یہ بات محض تاویل کے درجے کی نہیں بلکہ اس کی پشت پر

تاریخی دلیل بھی ہے، چنانچہ تاریخ میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ترکوں نے کبھی بصرہ پر حملہ کیا ہو اور ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کشت وخون، کی وہ صورت پیش آئی ہو جس کی طرف حضور ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا، البتہ بغداد پر ترکوں (تاتاریوں نے) ضرور حملہ کیا ہے جو آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔

پس واضح ہوا کہ حدیث میں ''بصرہ'' کا ذکر محض اس سبب سے ہے کہ بغداد کی بنسبت ''بصرہ'' زیادہ قدیم شہر ہے اور وہ مواضع کہ جہاں بغداد کی تعمیر ہوئی اور یہ عظیم شہر بنا ''بصرہ'' ہی کی طرف منسوب تھے اور یہ وہ ''بصرہ'' تھا جو بعد میں بھی بغداد کی شہر فصیل کے باہر ایک چھوٹی سی آبادی کی صورت میں تھا اور اس سمت شہر کے دروازہ کو اسی نام کی مناسبت سے باب البصرہ کہا جاتا تھا، لہٰذا حضور ﷺ نے ''بغداد'' کے ذکر کے لئے گویا اس شہر کے جزوی نام کے ذکر پر اکتفا فرمایا، یا یہ کہ یہاں اصل مراد تو ''بغداد البصرہ'' کا ذکر تھا مگر مضاف کو حذف کر کے صرف ''بصرہ'' کے ذکر پر اکتفا فرمایا گیا جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت کو **واسئل القریة** میں اللہ تعالیٰ نے صرف قریہ کا ذکر فرمایا ہے جب کہ اس سے مراد اہل قریہ ہیں۔

اس صورت میں حدیث کے ابتدائی جز کا حاصل یہ نکلا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ دریائے دجلہ کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈالیں گے اور اس جگہ کو اپنا مرکزی شہر بنائیں گے، یہاں تک کہ وہ چھوٹی سی جگہ ایک شہر میں تبدیل ہو جائے گی جس کا شمار مسلمانوں کے بڑے بڑے شہروں اور اسلامی مراکز میں ہوگا اور یہ وہ شہر ہے جس کو بغداد کہا جاتا ہے اس موقع پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ تاریخ میں بغداد کو جو عظمت واہمیت اور مرکزیت حاصل ہوئی اور وہ جتنا عظیم شہر بنا اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حضور ﷺ نے لفظ ''امصار'' استعمال فرمایا اصل میں مصر کی جمع ہے اور بڑے شہر کو کہتے ہیں اس سے نیچے کی آبادیوں کو بالترتیب ''مدینہ''۔ ''بلدة'' اور قریہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

"قنطورا کی اولاد" سے مراد ترک قوم ہے، اس قوم کے وارث اعلیٰ کا نام قنطورا تھا، اس لئے پوری ترک قوم کو "قنطورا کی اولاد" سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

"اور دوسرا حصہ اپنی جانوں کے لئے امان طلب کرے گا" کے سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق خلیفہ مستعصم باللہ اور اس کے حوالی موالی تھے، جب ہلاکوں خاں (ترکوں یعنی تاتاریوں کے سردار) نے اپنی بے امان فوج کے ساتھ بغداد پر حملہ کیا تو خلیفہ معتصم باللہ نے اپنے لواحقین اور درباریوں کے ساتھ ہلاکو خاں کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی اور اہل شہر کی جانوں کی امان طلب کی لیکن کسی کو بھی امان نہیں ملی اور خلیفہ سمیت سارے لوگ ہلاک وتباہ کردیئے گئے، اور ہلاکو خاں کے فوجیوں نے ایک ایک آدمی کو چن چن کر مار ڈالا۔

ایک شارح نے لکھا ہے کہ بغداد کا علاقہ "بصرہ" کے مضافاتی قریوں اور دیہات کی صورت میں تھا اور حضور ﷺ نے جزوی نام پر پوری نام کا اطلاق کرتے ہوئے گویا "بغداد البصرہ" کے ذکر کے بجائے صرف "بصرہ" کا ذکر فرمانا کافی جانا تو اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوچکی ہے کہ حضور ﷺ کے فرمانے کے مطابق مسلمانوں نے دریائے دجلہ کے کنارے بغداد کا شہر بسایا، اس کو ترقی اور عظمت سے ہمکنار کیا، وہ مسلمانوں کا ایک مرکزی اور بہت بڑا شہر بنا، پھر ترکوں نے اس پر حملہ کیا اور اس حملہ کے نتیجے میں اہل شہر کا تقریباً پورا حصہ ان ترکوں کے ہاتھوں کشت وخون کی نذر ہوگیا، اور اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں "بصرہ" سے مراد بغداد نہیں بلکہ بصرہ کا موجودہ شہر ہے، تو پھر یہ کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کی مذکورہ پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہے، اور ہوسکتا ہے کہ کسی آنے والے زمانے میں اس شہر کے مسلمانوں کو مذکورہ پیش گوئی کے مطابق کسی اسلام دشمن طاقت کے حملہ وجارحیت کا شکار ہونا پڑے، کیونکہ جہاں تک پچھلے زمانہ کا تعلق ہے، تاریخ سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ بصرہ پر بھی کسی اسلام دشمن طاقت نے اس طرح کا حملہ کیا ہو

اور وہاں کے مسلمانوں کو اس طرح کشت وخون کا سامنا کرنا پڑا ہو جس طرح کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

"ان میں سے اکثر مرجائیں گے جو شہادت کے مرتبہ کو پہنچیں گے" یعنی اس شہر کے مسلمانوں کا تیسرا حصہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگا جو غازی مجاہد فی سبیل اللہ ہوں گے اور اس سخت طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے نہایت جاں نثاری اور حوصلہ واستقامت کے ساتھ میدان میں آجائیں گے اور قبل اس کے کہ دشمن اہل اسلام پر حاوی اور غالب ہوجائے، اس سے لڑکر خدا کی راہ میں اپنی جان دے دیں گے، پس وہ لوگ شہید ہوں گے اور کامل شہادت کا مرتبہ پائیں گے، ان میں سے جو لوگ زندہ بچ جائیں گے ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی اس موقع پر ایک اور شارح نے کہا کہ یہ حدیث گرامی آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کیونکہ سب کچھ اس طرح واقع ہوا جس طرح کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بغداد پر ترکوں کے حملے کی جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ ماہ صفر ۶۵۶ھ میں حرف بحرف پوری ہوئی، اس وقت تاتاری ترکوں نے ہلاکوں خاں کی سربراہی میں بغداد کو جس طرح تاراج کیا، مسلمانوں کا جس کثرت اور بے دردی سے خون بہایا، شہر کے محلات ومکانات حتی کہ کتب خانوں اور علمی مراکز کو جس طرح جلا کر راکھ کردیا اور اس آگ کے شعلوں نے جس طرح پورے عالم اسلام کو متاثر اور کمزور کیا وہ ایک ایسا سانحہ ہے جس کی تفصیل بیان کرنے سے زبان وقلم قاصر ہیں۔

بصرہ سے متعلق ایک اور پیش گوئی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (ان کو مخاطب کرکے) فرمایا۔ "انس لوگ کچھ نئے شہر بسائیں گے اور ان شہروں میں ایک شہر کا نام "بصرہ" ہوگا پس اگر تم اس شہر کے پاس سے گزرو یا اس شہر میں جاؤ تو اس کے اس

علاقے کے قریب بھی جانا جہاں کھاری زمین ہے، نہ ان جگہوں کے قریب جانا جن کو کلاء کہا جاتا ہے، اسی طرح وہاں کی کھجوروں، وہاں کے بازار، وہاں کے بادشاہوں اور سرداروں کے دروازوں سے بھی دور رہنا، صرف اس شہر کے کنارے کے حصے میں کہ جس کو ضواحی کہا جاتا ہے پڑے رہنا، کیونکہ (جن جگہوں پر جانے سے تمہیں منع کررہا ہوں) وہاں زمین میں دھنسا دیئے جانے، پتھر برسائے جانے اور سخت زلزلوں کا عذاب نازل ہوگا، نیز ان علاقوں میں ایک ایسی قوم ہوگی جس کے افراد (ایک دن) رات میں عیش وراحت کی نیند سوئیں گے، لیکن جب صبح اٹھیں گے تو ان کی صورتیں بندر اور سور جیسی ہوں گی۔''

تشریح: ''سباخ'' اصل میں ''سبخة'' کی جمع ہے، جس کے معنی اس زمین کے ہیں جو کھاری، اور بنجر ہو کہا جاتا ہے کہ ''سبـــاخ'' بصرہ کے اس علاقہ کا نام بھی ہے جہاں کی زمین کھاری اور بنجر ہے اسی طرح ''کلاء'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بھی بصرہ کے بعض مقامات کا نام ہے۔

''ضـــواحـــی'' ضاحیہ کی جمع ہے، جس کے معنی شہر کا کنارہ اور شہر کے نواحی بستیاں ہیں ویسے ''ضاحیة البصرہ'' بصرہ کی ایک نواحی بستی کا نام بھی ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''ضـــواحـــی'' سے مراد بصرہ پہاڑ ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کو بصرہ کے ضواحی میں پڑے رہنے کا جو حکم دیا وہ دراصل گوشہ نشینی اور کنارہ کشی اختیار کرنے کے حکم میں تھا۔

''ان کی صورتیں بندر اور سور جیسی ہوں گی'' یعنی وہ قوم خدا کی نافرمانی اور سرکشی اور اپنی بداعتقادی اور عملی گمراہیوں کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا کی جائے گی کہ اس قوم کے جو لوگ جوان ہوں گے وہ بندر کی صورت کے اور جو لوگ بوڑھے ہوں گے وہ سور کی صورت کے ہو جائیں گے، پس اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسخ وخف جیسے عذاب الٰہی اس امت میں بھی جائز الواقع ہیں کیونکہ اگر اس طرح کے عذاب کا

واقع ہونا سرے سے غیر ممکن ہوتا تو ان سے ڈرانے اور ان کے واقع ہونے کی جگہوں پر جانے سے روکنا بالکل بے فائدہ ہوتا اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ احادیث میں اس طرح کے عذاب کی وعید فرقہ قدریہ کے بارے میں منقول ہے اور اسی بناء پر بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے حدیث میں مذکورہ مقامات فرقہ قدریہ کے لوگوں کا مسکن ہوں گے کیونکہ اس امت سے جن لوگوں پر مسخ وخسف کا عذاب نازل ہوگا وہ دراصل تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے۔

لفظ کلاء کاف کے زبر اور لام کی تشدید ومد کے ساتھ منقول ہے اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا، یہ بصرہ میں ایک مقام کا نام ہے اور ایک شارح نے کہا ہے کہ اس سے مراد بصرہ کے ساحلی علاقہ کی وہ جگہ ہے جہاں جہاز اور کشتیاں لنگر ڈالتی ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''کلاء'' سے مراد بصرہ کا وہ علاقہ ہے جس کے معنی گھاس اور سبزہ کے ہیں ایک شارح نے لکھا ہے کہ ان جگہوں پر مسخ وخسف کے عذاب کے نازل ہونے کی وجہ شاید وہاں کے لوگوں کی خباثت اور سرکشی ہوگی، اسی طرح وہاں کی کھجوروں سے دور رکھنے کا مقصد ان کھجوروں کے باغات میں جانے سے روکنا ہے کیونکہ شاید ان باغات کا ماحول اور وہاں کے اثرات دین وایمان وعزت وآبرو کو نقصان پہنچانے کا خوف رکھتے ہوں، نیز وہاں کے بازار، دینی احکام سے غفلت ولاپرواہی یا لہو ولعب اور خرید وفروخت کے معاملات میں بے ایمانی اور وہاں کے امراء حکام کے دروازوں پر ظلم وناانصافی کے چلن کی وجہ سے ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔

واضح رہے کہ مشکوٰۃ کے اصل نسخے میں لفظ رواہ کے بعد جگہ خالی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مولف کو اس حدیث کے صحیح ماخذ کا علم نہیں ہوگا، لیکن جزری نے اس حدیث کا ماخذ کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے رواہ ابوداؤد ومن طریق لم یجزم بھا والراوی بل قال لااعلم الاعن موسی ابن انس عن انس

ابن مالک یعنی اس روایت کو ابوداؤد نے ایک ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس کے ایک راوی کے بارے میں انہوں نے بے یقینی کا اظہار کیا ہے، بلکہ انہوں نے (اس راوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جو اس سند میں داخل ہے) کہا ہے کہ میں اس راوی کو نہیں جانتا، ہاں انہوں نے اس حدیث کا راوی موسی ابن انس کو ذکر کیا ہے جنہوں نے اس کو حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے، پس حدیث کے ماخذ اور اس کے راوی کو اس طرح سے بیان کرنا ابہام اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے، موسی ابن مالک انصاریؒ بصرہ کے قاضی اور تابعین میں سے ہیں۔

بصرہ کے ایک گاؤں کی مسجد کی فضیلت

حضرت صالح ابن درہم تابعیؒ کہتے ہیں کہ ہم حج کے لئے بصرہ سے مکہ گئے تو وہاں کسی جگہ ایک شخص (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ) کو کھڑے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے شہر کے نواح میں ایک بستی کو ابلہ کہا جاتا ہے ہم نے کہا ہاں ہے انہوں نے کہا کہ تم میں سے کون شخص اس کا ذمہ لیتا ہے کہ وہ میری طرف سے مسجد عشار میں دو رکعت، بلکہ چار رکعت نماز پڑھے اور یہ کہے کہ اس نماز کا ثواب ابو ہریرہؓ کو پہنچے۔ میں نے اپنے یار صادق ابوالقاسم (محمد) ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن شہداء کو اٹھائے گا اور بدر کے شہداء کے ساتھ اان شہداء کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا، یعنی قیامت کے دن بدر کے شہداء کے ساتھ جو شہداء اپنی اپنی قبر سے اٹھیں گے وہ اسی مسجد کے شہداء ہوں گے، یا یہ کہ قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے شہداء بدر کے ہمسر ان شہداء کے علاوہ اور کوئی شہید نہیں ہوگا، اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسجد بصرہ کے نواحی حصے میں ہے جو دریائے فرات کی طرف ہے۔

تشریح...... "ابلہ" ایک مشہور بستی کا نام ہے جو بصرہ کے قریب واقع ہے۔

"عشار" ایک مسجد کا نام ہے جو ابلہ میں ہے۔ حصول برکت وسعادت کی خاطر لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں۔

"مسجد عشار کے شہداء" کے بارے میں وضاحت نہیں ہوتی کہ آیا ان شہداء کا تعلق کسی گذشتہ امت کے لوگوں سے ہے یا اسی امت کے لوگوں سے؟ بہر حال اس حدیث سے ان شہداء کی عظمت وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ بدر کے شہیدوں کے ہم پلہ وہم رتبہ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جب وہ مسجد اس قدر شرف وفضیلت رکھتی ہے تو اس میں نماز پڑھنا یقیناً بہت بڑی فضیلت اور بہت بڑے ثواب کی بات ہے، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت رکھنے والی جگہوں اور عمارتوں میں نماز پڑھنا اور عبادت کرنا بہت زیادہ فضیلت وسعادت کے حصول کا ذریعہ ہے، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بدنی عبادت (جیسے نماز وروزہ) کا ثواب کسی کو بخشنا جائز ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اور وہ ثواب اس کو پہنچتا ہے، چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے، ویسے مالی عبادت جیسے صدقہ وخیرات وغیرہ کا ثواب بخشنا تو تمام ہی علماء کے نزدیک جائز ہے۔ (بحوالہ مظاہر حق جدید جلد چہارم)

عظیم الشان فتوحات سے متعلق پیشگوئی

اسلام کا آغاز جس بے اطمینانی اور بے سروسامانی کے ساتھ ہوا اس سے کس کو اس وقت خیال ہو سکتا تھا کہ چند نہتے، فاقہ کش، غریب الدیار مسلمانوں کے بازوؤں میں یہ قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ قیصر وکسریٰ کے تخت کو الٹ دیں گے۔ لیکن پیغمبر صادق نے اسی وقت بشارت سنائی کہ "مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ فتح کرو گے، مدائن تمہارے ہاتھوں میں آئے گا، قیصر وکسریٰ کے خزانے تمہارے دستِ تصرف میں ہوں گے، مصر تمہاری حکومت میں داخل ہوگا، تمہاری ترکوں سے جن کی چھوٹی آنکھیں اور چوڑے چہرے ہوں گے جنگ ہوگی" دنیا ان میں سے کس واقعہ کی

تردید کرسکتی ہے؟

یہ پیشین گوئیاں الگ الگ بھی کی گئی ہیں ،مگر مجموعی حیثیت سے اس وقت کی گئیں جب مسلمان مدینہ میں محصور ہورہے تھے،اور تمام عرب مدینہ کو گھیرنے کے لئے امنڈا چلا آرہا تھا اور مسلمان ہرآن اپنی موت کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے،غزوہ خندق کے موقع پر جب خندق کھودتے ہوئے ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا اورصحابہ اس کے توڑنے سے عاجز ہو چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے معجز نما ضرب خاراشگاف سے پتھر کے ٹکڑے کردیئے تھے تو آپ ﷺ نے تین ضربیں ماری تھیں اور ہر ضرب کے بعد ایک چنگاری اڑتی تھی اور آپ ہر بار نعرہ لگاتے تھے:

﴿وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلمٰتہٖ وھو السَّمیعُ العلیم﴾

’’اور تیرے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف سے پوری ہوئیں اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔‘‘

بعض صحابہ نے حقیقت دریافت کی ،فرمایا’’جب میں نے پہلی ضرب ماری تو کسریٰ کے شہر اوران کے اردگرد میرے سامنے کردیئے گئے ،یہاں تک کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے ان کو دیکھا،حاضرین نے عرض کی،یارسول اللہ!دعا کیجئے کہ وہ فتح ہوں،آپ نے دعا فرمائی پھر فرمایا دوسری ضرب میں قیصر کے شہر اوراس کے آس پاس کے مقامات دیکھے،حاضرین نے پھر عرض کی،یارسول اللہ!ان کی فتح کی بھی دعا فرمایئے،آپ نے دعا کی ،پھر ارشاد ہوا کہ تیسری ضرب میں حبشہ کے شہر اور گاؤں نگاہوں کے سامنے آئے‘‘پھر فرمایا’’حبشہ والے جب تک تم سے تعرض نہ کریں تم بھی تعرض نہ کرو،اور ترکوں کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں نہ چھوڑ دیں۔‘‘

پیشین گوئی تو تمثیلی شکل میں تھی،آنحضرت ﷺ نے کھلے اور صریح الفاظ میں بھی

بشارت سنادی تھی ،فرمایا تم لوگ جزیرۂ عرب میں لڑوگے اور خدا فتح دے گا،پھر فارس سے لڑوگے اور فتح ہوگی،پھر روم سے لڑوگے اور فتح ہوگی۔‘‘

(بحوالہ سیرت النبی جلد سوم)

کشت وخون کے بغیر ایک شہر کے فتح ہونے سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوہریرہؓ سے راویت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے (صحابہؓ سے)پوچھا کہ کیا تم نے کسی ایسے شہر کے بارے میں سنا ہے جس کے ایک طرف تو سمندر ہے اور ایک طرف جنگل ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ(ﷺ) ہم نے اس شہر کا ذکر سنا ہے آپ نے فرمایا۔قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے ستر ہزار آدمی اس شہر کے لوگوں سے جنگ نہ کرلیں گے ،چنانچہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے وہ لوگ (جب جنگ کے ارادے سے) اس شہر میں آئیں گے تو (اس شہر کے نواحی علاقہ میں) پڑاؤ ڈالیں گے (اور پورے شہر کا محاصرہ کرلیں گے) لیکن وہ لوگ شہر والوں سے ہتھیاروں کے ذریعے جنگ نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف تیر پھینکیں گے بلکہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں گے اور شہر کے دوطرف کی دیواروں میں سے ایک طرف کی دیوار گرپڑے گی۔‘‘(اس موقع پر حدیث کے راوی ثور بن یزیدؒ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہاں سمندر کی جانب والی دیوار کہا تھا (یعنی میں یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا،البتہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہاں یہ روایت کیا تھا کہ اس نعرہ سے سمندر کی طرف والی دیوار گرپڑے گی) (بہرحال اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ) پھر وہ لوگ دوسری مرتبہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں گے تو ان کے لئے شہر میں داخل ہونے کا راستہ کشادہ ہوجائے گا اور وہ شہر میں داخل ہوجائیں گے پھر وہ مال غنیمت جمع کریں گے (یعنی شہر میں جو کچھ ہوگا اس کو اپنے قبضے میں لے لیں

گے)اوراس مالِ غنیمت کو آپس میں تقسیم کررہے ہوں گے کہ اچانک (ان کے کانوں میں) یہ آواز آئے گی کہ کوئی کہہ رہا ہے، دجال نکل آیا ہے (یہ آواز سنتے ہی وہ لوگ سب کچھ (یعنی مالِ غنیمت وغیرہ کو) چھوڑ چھاڑ کر (دجال سے لڑنے کے لئے) لوٹ پڑیں گے۔ (مسلم)

تشریح......آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد میں جس شہر کا ذکر فرمایا اس کے بارے میں ایک شارح کا کہنا یہ ہے کہ وہ شہرروم میں واقع ہے،اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر سے ''قسطنطنیہ'' مراد ہے جس کا مسلمانوں کے ذریعے فتح ہونا قیامت کی علامتوں میں سے (ایک علامت ہے) لیکن ایک احتمال یہ ہے کہ وہ شہر قسطنطنیہ کے علاوہ کوئی اور شہر ہوگا کیونکہ قسطنطنیہ کا فتح ہونا جنگ وجدال اورکشت وخون کے ذریعے ہوگا جب کہ مذکورہ شہر کی فتح کا ظاہری سبب صرف تہلیل وتکبیر کے نعرہ کو بتایا گیا ہے۔

''حضرت اسحٰق کی اولاد'' سے مراد جیسا کہ مظہرؒ نے وضاحت کی ہے، شام کے لوگ ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق سے شروع ہوتا ہے،اوروہ لوگ مسلمان ہوں گے اس سلسلہ میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس شہر کو فتح کرنے والے لوگوں میں حضرت اسحٰقؑ کی اولاد کے علاوہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے لوگ بھی ہوں گے جو حجاز (عرب) کے باشندے ہوں گے، یا ان کے علاوہ دوسرے مسلمان بھی شامل ہوں ،اس صورت میں کہا جائے گا کہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد کا ذکر اختصار کے پیشِ نظر اور دوسرے لوگوں پر ان کی فوقیت دینے کی بنا پر ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس شہر کو فتح کرنے والے لوگ صرف حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے ہوں گے۔

''ہتھیاروں کے ذریعے جنگ نہیں کریں گے'' کے بعد پھر یہ ارشاد کہ ''اور نہ ان کی طرف تیر پھینکیں گے''، تعمیم کے بعد تخصیص کے طور پر ہے جس کا مقصد

ہتھیاروں کے مطلق استعمال نہ ہونے کی تاکید کے ساتھ بیان کرنا ہے۔

ایک اور واقعہ سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (فتح مکہ کے بعد) جب غزوۂ حنین کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ ﷺ کا گزر مشرکوں کے ایک درخت پر ہوا جس پر وہ مشرک اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے،اور پوجا کے طور پر اس درخت کے گرد طواف کرتے اور تعظیماً اس کی طرف منہ کرکے بیٹھا کرتے تھے اس درخت کا نام ذات انواط تھا، (آنحضرت ﷺ کے ہمراہیوں میں ایسے مسلمانوں کی بھی تعداد شامل تھی جو نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اسلامی احکام وشرائع اور دینی تعلیمات سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے شرک بیزاری اور توحید میں کامل مرتبہ نہیں رکھتے تھے، انہی مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے اس درخت کو دیکھ کر) حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا درخت مقرر کردیجئے جس پر ہم اپنے ہتھیار لٹکایا کریں اوراس کو ذات انواط کہا کریں جیسا کہ مشرکوں نے اس درخت کو اپنے لئے ذات انواط بنا رکھا ہے اوراس پر ہتھیار لٹکاتے ہیں، حضور ﷺ نے (ان لوگوں کی یہ عجیب وغریب خواہش سن کر از راہ حیرت وتعجب) فرمایا کہ ''سبحان اللہ (یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟) یہ بات تم ایسی کہہ رہے ہو جیسا کہ موسیٰ کی قوم (یہودیوں) نے (اپنے نبی حضرت موسیٰؑ سے) کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود (یعنی بت) بنادیجئے جیسا کہ کافروں کے معبود ہیں) تاکہ جس طرح وہ کافر اپنے بتوں کو پوجتے ہیں اسی طرح ہم اپنے اس بت کو پوجا کریں، پھر حضور ﷺ نے بطور تنبیہ یہ فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان لوگوں کے راستے پر چلنا شروع کروگے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔'' (بحوالہ ترمذی)

تشریح......''انواط'' دراصل نوط کی جمع ہے جو مصدر ہے اور جس کے معنی

لٹکانے کے ہیں، چونکہ اس درخت پر ہتھیار لٹکائے جاتے تھے اس لئے اس کا نام ''ذات انواط'' ہوگیا اور یہ نام اسی خاص درخت کا تھا۔

''جوتم سے پہلے گزرے ہیں'' سے مراد گزشتہ امتوں کے لوگ یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں حدیث کے اس آخری جملے کے ذریعے حضور ﷺ نے گویا ان لوگوں کے تئیں ناراضگی و بے اطمینانی کا اظہار فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسی ہی بات کہتے اور کرتے رہے تو عجب نہیں کہ گمراہی اور حد سے بڑھ جانے کے راستہ پر جا پڑو جس کو پچھلی امتوں کے لوگوں نے اختیار کیا تھا اور خدا کے مبغوض بندے قرار پائے تھے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

بیت المقدس کی فتح سے متعلق پیشگوئی

حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ ﷺ ایک چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت سے پہلے چند واقعے شمار کرلو۔ پہلا میری موت پھر بیت المقدس کی فتح۔ اس کے بعد آپ نے چار باتیں اور بیان فرمائیں۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق بیت المقدس حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوگیا۔

قسطنطنیہ کی فتح سے متعلق پیشگوئی

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ یقیناً قسطنطنیہ فتح کروگے۔ تو اس کا حاکم کتنا اچھا حاکم ہوگا وار اس کو فتح کرنے والی فوج کیسی اچھی فوج ہوگی۔

(بحوالہ مسند احمد)

(نوٹ)......حضور ﷺ کی پیشگوئی سلطان محمد فاتح اور اس کی فوج ظفر موج کے حق میں پوری ہوئی۔

فاتح ایران سے متعلق پیشگوئی

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ہمراہ مکہ معظّمہ گئے وہاں جا کر سخت بیمار ہوگئے اور زندگی سے مایوس ہوگئے، رسول اکرم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں شاید اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں، میری وارث ایک لڑکی ہے کیا میں اپنے مال کے دو حصے کے لئے خیرات کی وصیت کرجاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''نہیں'' پھر انہوں نے کہا۔ ''نصف مال کے لئے'' آپ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے ایک تہائی مال کے لئے عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا ''بس یہ کافی ہے'' اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ خدا نے چاہا تو تم زندہ رہوگے یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کو تم سے فائدہ اور بتہیروں کو نقصان پہنچے گا۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص اس بیماری سے شفایاب ہوگئے اور اس واقعہ کے بعد پچاس سال اور جئے، فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی تو عساکر اسلامی کی قیادت حضرت سعدؓ کو سونپی گئی، ایران کا دارالسلطنت مدائن انہیں کے ہاتھ پر فتح ہوا، گویا اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے فائدہ عظیم اور مجوسیوں کو نقصان عظیم پہنچا۔ (بحوالہ صحیحین)

مصر کی فتح سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم سرزمین مصر کو فتح کرلوگے جہاں کا قیراط (پانچ جو سونے کے برابر ایک سکہ) مشہور ہے، پس وہاں کے لوگوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ تمہارے اور ان کے درمیان قرابت ہے اور جب تم دیکھو کہ دو آدمی ایک اینٹ بھر جگہ کے لئے لڑتے ہوں تو وہاں سے نکل جاؤ، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہوگیا حضرت

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبدالرحمٰن بن شرجیلؓ بن حسنہ اور ربیعہ اور اس کے بھائی کو ایک اینٹ کے برابر جگہ کے لئے جھگڑتے دیکھا مجھے حضور ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا اور میں وہاں سے نکل آیا۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

(نوٹ)......حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہ مصر کی رہنے والی تھیں، اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہ جن کے بطن سے حضور ﷺ کے فرزند ابراہیمؓ پیدا ہوئے قوم قبط سے تھیں جس کا وطن مصر تھا، اسی لئے اس حدیث میں حضور ﷺ نے اہل مصر اور مسلمانوں کے درمیان قرابت بتائی۔

یمن، شام اور عراق کی فتح سے متعلق پیشگوئی

یمن، شام اور عراق کی فتح کی خبر رسول اکرم ﷺ نے کئی سال پہلے ہی دے دی تھی، آپ نے فرمایا۔ ''یمن مفتوح ہوگا تو لوگ اپنی سواریوں کو ہنکاتے ہوئے اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کے ساتھ، جو ان کا کہا مانیں گے، آئیں گے حالانکہ مدینہ کا قیام ان کے لئے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے، اسی طرح کے الفاظ میں حضور ﷺ نے شام اور عراق کی فتح کی خبر دی۔ (بحوالہ صحیح مسلم، موطا امام مالک)

شام کی طرف ہجرت سے متعلق پیشگوئی

حضور ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ وہ وقت قریب ہے جب تم لوگ شام کی طرف ہجرت کرو گے تو وہ تمہارے لئے فتح کر دیا جائے گا چنانچہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد شام مسلمانوں نے فتح کر لیا اور پھر عرب سے بکثرت مسلمان وہاں جا کر آباد ہو گئے، آج بھی عربوں کی آبادی وہاں سب سے زیادہ ہے۔ (بحوالہ مسند احمد بن حنبل)

غزوۂ ہند سے متعلق پیشگوئی

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نارِ جہنم سے محفوظ رکھے گا، ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا۔'' اس حدیث

میں حضور نے مسلمانوں کو ہندوستان میں اسلام کے داخلے اور غلبے کی خبر دی۔

(بحوالہ سنن نسائی)

فتح فارس و روم سے متعلق پیشگوئی

﴿وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هلک کسریٰ فلا یکون کسری بعده وقیصره لیهلکن ثم لا یکون قیصر بعده ولتقسمن کنوزهما فی سبیل الله وسمی الحرب خدعة﴾.

''اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''کسریٰ ہلاک ہو گیا، اس کسریٰ کے بعد اور کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور یقیناً قیصر (یعنی روم کا بادشاہ) بھی ہلاک ہوگا جس کے بعد کوئی اور قیصر نہیں ہوگا، نیز ان دونوں بادشاہوں کے خزانے خدا کی راہ میں تقسیم کئے جائیں گے......اور آنحضرت ﷺ نے جنگ کا نام دھوکہ اور فریب رکھا۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح......''کسریٰ ہلاک ہو گیا'' یہ جملہ خبریہ ہے، جس سے یہ مفہوم مراد ہے کہ عنقریب کسریٰ کا ملک تباہ و پامال ہو جائے گا۔''

اس بات کو ادا کرنے کے لئے ماضی کا صیغہ اس اعتبار سے استعمال فرمایا گیا کہ اس بات کا وقوع پذیر ہونا ایک یقینی امر تھا یا ماضی کا صیغہ استعمال فرمانا دعا اور نیک فالی کے طور پر تھا۔

''کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا''، یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو کسریٰ تھا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ بس یہ آخری کسریٰ ہے، اس کے بعد کسی اور کو کسریٰ بننا نصیب نہیں ہوگا، واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دعوت اسلام پر مشتمل اپنا جو مکتوب

گرامی کسریٰ کو ایک قاصد کے ذریعے بھیجا تھا اس کو اس کسریٰ نے از راہ نخوت پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

"**وسمی الحرب خدعة**" (اور آنحضرت ﷺ نے جنگ کا نام دھوکہ اور فریب رکھا) یہ جملہ **قال رسول الله الخ** پر عطف ہے یعنی راوی نے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرنے کے بعد یہ کہا کہ "وسمی الحرب خدعة" حاصل یہ کہ جب حضور ﷺ نے یہ بشارت بیان فرمائی کہ مسلمانوں کو کسریٰ کے ملکوں پر فتح حاصل ہو جائے گی اور وہ ان کے اموال و جائیداد اور خزانوں پر قبضہ و تسلط پائیں گے تو سب کے ذہن میں یہی بات آئے گی کہ یہ چیزیں جنگ کے بغیر حاصل نہیں ہوں گی اور جنگ ایسی چیز ہے جو زیادہ تر دھوکہ اور فریب کی محتاج ہوتی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو آگاہ فرمایا کہ جنگ کے موقع پر اس وہم میں نہ پڑ جانا کہ جنگی دھوکہ اور فریب، عہد شکنی اور خیانت اور بد دیانتی کی قسم سے ہے، بلکہ اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا کہ دشمنوں کے ساتھ برسر جنگ ہونے کی صورت میں حکمت عملی کے طور پر ایسے فریب اور حیلوں کو اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے جو جنگ کے جیتنے اور طاقت و مدد حاصل کرنے میں بڑا دخل رکھتے ہیں، مثلاً دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ذہن پر اپنی طاقت کی زیادتی اور اسلحہ جات کی برتری کا سکہ جما دیا جائے، اس مقصد کے لئے فرضی کاروائیوں اور جھوٹے سچے بیانات کا سہارا لیا جا سکتا ہے، یا میدان جنگ میں دشمن کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لئے میدان سے ہٹ جانا اور پیچھے لوٹ آنا تا کہ دشمن یہ سمجھے کہ مقابل لڑنے کی تاب نہ رکھنے کی وجہ سے میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے، اور دشمن اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر غافل ہو جائے تو کسی طرف سے اچانک اس پر ٹوٹ پڑنا، اور اس طرح کی دوسری کاروائیاں ایسے حیلے ہیں جن کو جنگی حکمت عملی کے طور پر اختیار کرنے کی اجازت ہے لیکن واضح رہے کہ عہد شکنی کی کسی بھی حالت میں اجازت نہیں ہے، جو عہد و اقرار ہو جائے اس پر عمل کرنا بہر

صورت ضروری ہے، کسی معاہدہ کو توڑنا ہرگز درست نہیں۔

لفظ "خــــدعة" اگرچہ خ کے پیش کے ساتھ نقل کیا ہے، اور زبر کے ساتھ بھی، اس طرح دال کے جزم اور پیش کے ساتھ بھی نقل کیا جاتا ہے اور زبر کے ساتھ بھی، لیکن یہ لفظ خ کے زبر اور دال کے جزم کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

﴿وعن نافع ابن عتبة قال قال رسول الله صلى الله عليه سلم تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله ثم فارس فيفتحها الله ثم تغزون الروم فيفتحها الله ثم تغزون الدجال فيفتحه الله﴾

حضرت نافع ابن عتبہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "تم لوگ (میرے بعد) جزیرۃ العرب سے جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں فتح کرائے گا، پھر تم فارس کی مملکت سے جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں فتح کرائے گا، پھر تم روم کی مملکت سے جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں فتح کرائے گا اور پھر (آخری زمانہ میں) تم دجال سے جنگ کرو گے اور اللہ اس پر تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔" (بحوالہ مسلم)

تشریح...... عالم عرب کا وہ خطہ جس کو "جزیرۃ العرب" سے تعبیر کیا جاتا ہے، قدیم جغرافیہ دانوں کے مطابق نجد حجاز (جس کے دو مقدس شہر مکہ اور مدینہ میں) یمامہ، یمن اور عروض پر مشتمل ہے، اس خطہ کے جنوب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج عربی اور خلیج عمان اور مغرب میں بحر احمر ہے، اس کے شمال میں دریائے فرات اس طرح بہتا ہے اس خطہ کے اس تنہا شمالی خشکی کے سرے کو بہت حد تک کاٹ دیتا ہے اور اس وجہ سے یہ خطہ گویا مجازاً "جزیرۃ العرب" کہلاتا ہے ورنہ اصل کے اعتبار سے یہ خطہ "جزیرہ نمائے عرب" سے موسوم کیا جاتا ہے ویسے اہل عرب جزیرہ نما کو بھی توسعاً جزیرہ کہہ دیا کرتے ہیں۔

"جزیرہ العرب سے جنگ کرو گے" کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت میری زندگی

میں جزیرۃ العرب کے جو علاقے اسلام کی روشنی سے محروم رہ گئے ہیں، میرے بعد ان کی تاریکی بھی ختم ہوجائے گی، کچھ علاقے تو تبلیغ واشاعت اسلام کے ذریعے کفر کے اندھیرے سے نکل آئیں گے اور باقی علاقے کے لوگوں سے تم جنگ کروگے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے ذریعے فتح پاؤ گے اس طرح ہر چار طرف اسلام کا جھنڈا سربلند ہوجائے گا اور پورے جزیرہ العرب میں کوئی ایک کافر بھی باقی نہیں بچے گا۔

''دجال سے جنگ کروگے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت میری زندگی میں جزیرۃ العرب کے جو علاقے اسلام کی روشنی سے محروم ہوگئے ہیں، میرے بعد ان کی تاریکی بھی ختم ہوجائے گی، کچھ علاقے تو تبلیغ واشاعت اسلام کے ذریعے کفر کے اندھیروں سے نکل آئیں گے اور باقی علاقے کے لوگوں سے تم جنگ کروگے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے ذریعے فتح پاؤ گے۔ اس طرح ہر چار طرف اسلام کا جھنڈا سربلند ہوجائے گا اور پورے جزیرۃ العرب میں کوئی ایک کافر بھی باقی نہیں بچے گا۔

دجال سے جنگ کروگے......الخ'' کا مطلب یہ ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اپنی طلسماتی اور مکر وفریب کے ذریعے بڑی اودھم مچائے گا اور کچھ ملکوں اور علاقوں پر قابو پالے گا لیکن جب تم اس کے مقابلے پر نکل کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو مقہور ومغلوب کردے گا اور جو ملک وعلاقہ اس کے قبضے میں چلا گیا ہوگا وہ دوبارہ تمہارے تسلط وقبضہ میں آجائے گا، نیز وہ دجال حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں ہلاک ہوجائے گا جو مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے اتریں گے، واضح رہے کہ اس ارشاد میں حضور ﷺ خطاب تو صحابہؓ سے تھا مگر اصل روئے سخن امت کی طرف تھا۔

غلبۂ روم سے متعلق پیشگوئی

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿الٓمٓ غُلبتِ الروم فی أدنی الارض﴾

آنحضرت ﷺ نے اپنی الہامی زبان سے جن واقعات کی پیشن گوئی کی

ہے، ان سب سے زیادہ شاندار سب سے زیادہ صاف وصریح، سب سے زیادہ معرکۃ الآراء روم کی پیشین گوئی ہے۔

عرب کے چپ وراست دونوں پہلوؤں میں روم وفارس کی پرزور حکومتیں قائم تھیں، اس وقت ایران کا تاجدار خسرو اور روم کا فرمانروا ہرقل تھا، ان دونوں سلطنتوں میں ایک مدت سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ قائم تھا، بعثت نبوی ﷺ کے پانچویں سال یعنی ۶۱۳ء میں ان دونوں ہمسایہ سلطنتوں میں ایک خونریز جنگ شروع ہوگئی، اگرچہ ان دونوں قوموں میں کسی قوم نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم رومی حضرت عیسیٰؑ کے پیرو اور اہل کتاب تھے اور ایرانیوں کے عقائد مشرکین مکہ کے ساتھ مطابقت رکھتے تھے، اس لئے لازمی طور سے مسلمانوں کو رومی عیسائیوں کے ساتھ اور مشرکین مکہ کو ایرانیوں کے ساتھ ہمدردی تھی اس لئے مسلمانوں اور کفار قریش دونوں کو جنگ کے نتیجہ کا شدت کے ساتھ انتظار تھا۔

ان دونوں سلطنتوں کے حدود دریائے دجلہ وفرات کے کناروں پر آکر ملتے تھے، رومی سلطنت مشرق میں ایشیائے کوچک، حدود عراق، شام، فلسطین، اور مصر میں پھیلی ہوئی تھی، ایرانیوں نے دوطرفہ حملہ کیا، ایک طرف تو وہ دجلہ وفرات کے کناروں سے شام کی طرف بڑھے اور دوسرے طرف سے ایشیائے کوچک کی جانب آذربائیجان سے آرمینا ہوکر موجودہ اناطولیہ میں داخل ہوگئے اور دونوں طرف سے رومیوں کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے سمندر میں ان کو دھکیل دیا، شام کی سمت میں انہوں نے یکے بعد دیگرے اس ارض مقدس کا ایک ایک شہر رومیوں سے چھین لیا۔

۶۱۴ء میں فلسطین اور اس کا مقدس شہر یروشلم صلیبی علم کے بجائے درفش کاویانی کے زیر سایہ آگیا کلیسے مسمار کئے گئے، مذہبی شعائر کی توہین کی گئی، ۲۶ ہزار یہودیوں نے ایرانی فوج میں شامل ہوکر ۶۰ ہزار بے گناہ عیسائیوں کا قتل عام کیا، شہنشاہ ایران کے قصرِ اقامت کی تیس ہزار مقتول سروں سے آرائش کی گئی، ایرانی فتوحات کا سیلاب

اس سے آگے بڑھ کر ۶۱۶ء میں پوری وادی نیل یعنی مملکت مصر پر محیط ہوگیا اور آخر سکندریہ کے ساحل پر جا کر رکا اور قسطنطنیہ کی دیواروں سے جا کر ٹکرایا، شہنشاہ روم کے دارالسلطنت کے سامنے ایران کے فاتح لشکر نے جا کر اپنے خیمے کھڑے کر دیئے اور اب رومیوں کے بجائے عراق وشام وفلسطین ومصر وایشیائے کوچک کے وسیع علاقوں میں ایرانی حکومت قائم ہوگئی، ہر جگہ آتش کدے تعمیر ہوئے اور مسیحؑ کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا گیا، رومی سلطنت کی اس تباہی کو دیکھ کر رومی شہنشاہی کی وسیع مملکت میں بغاوتیں کھڑی ہوگئیں، افریقہ میں بھی شورش ہوئی۔ خود قسطنطنیہ کے قریب یورپ میں مختلف قومیں قتل وغارت گری میں مصروف ہوگئیں، غرض اس وقت سلطنت رومہ کے پرزے پرزے اڑ گئے تھے۔

جنگ کا نتیجہ جب ایسا خلاف امید ظاہر ہوا تو مسلمانوں کو یقیناً رنج اور کفار کو مسرت حاصل ہوئی اور انہوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ ”جس طرح ہمارے بھائی غالب ہوئے ہیں اسی طرح اگر تم ہم سے لڑتے تو ہم غالب ہوتے اس وقت رومیوں کی جو افسوسناک حالت تھی وہ آپ سن چکے کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے، خزانہ خالی تھا، فوج منتشر تھی ملک میں بغاوتیں پیدا تھیں، شہنشاہ روم ہرقل ہمہ تن عیاش، بے پرواہ، سست اور مبتلائے اوہام تھا، ایرانیوں کا فاتح سپہ سالار قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچ کر رومیوں کے سامنے حسب ذیل شرائط پیش کرتا ہے۔

رومی باج ادا کریں، ایک ہزار ٹالنٹ سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی، ایک ہزار جریر کے تھان، ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار لڑکیاں ایرانیوں کے حوالے کریں۔

رومیوں کی کمزوری کی یہ حالت ہے کہ وہ ان شرمناک شرائط کو قبول کرتے ہیں، اس پر بھی جب رومی قاصد شہنشاہ ایران کے دربار میں مصالحت کا پیغام لے کر جاتا ہے تو مغرور خسرو جواب دیتا ہے کہ مجھ کو یہ نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہئے اور اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک شہنشاہ روم

اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر دیوتا کے آگے سر نہ جھکا لے گا۔

کارزار عالم کا نقشہ یہ تھا کہ معرکہ جنگ سے بہت دور ایک خشک اور بنجر زمین کی سنسان پہاڑی سے ایک شہزادہ امن نمودار ہوا اور واقعات عالم کے بالکل خلاف سروش غیب سے نغمہ اقدس میں گویا ہوا۔

﴿الٓمٓ ۔ غُلِبَتِ الروم. فی أدنی الارض وهم من بعد غلَبهم سیغلبون. فی بِضعِ سنین .لِله الأمرُ من قبل ومن بعدُ ویومئذٍ یَّفرحُ المومنون. بنصر الله ینصُرُمن یشآء وهوالعزیز الرحیم وعدالله لایخلف الله وعدهٗ﴾ (سورۃ الروم)

”رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہوگئے، لیکن وہ چند سال میں مغلوب ہوجانے کے بعد پھر غالب ہوں گے، خدا ہی کے ہاتھ میں پہلے اور پیچھے سب اختیار ہے اور اس دن مسلمان خدا کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہے مدد کرے، وہ غالب رحم والا ہے، خدا کا وعدہ ہے، خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“

یہ پیشین گوئی واقعات کے لحاظ سے اس قدر مستبعد اور نا قابل یقین تھی کہ کفار نے اس کو صحیح ہونے کی صورت میں کئی اونٹوں کے ہارنے کی مسلمانوں سے شرط لگائی، اب مسلمانوں اور کافروں کو بڑی شدت سے وقعات کے پہلو کا انتظار تھا، آخر چند سال کے بعد دنیا نے خلاف امید پلٹا کھایا، مؤرخ گبن کے الفاظ میں ”شہنشاہ جو اپنی ابتدائی اور آخری زندگی میں سستی، عیاشی اور اوہام کا غلام اور رعایا کے مصائب کا نامرد تماشائی تھا، جس طرح صبح وشام کا کہرا آفتاب نصف نہار کی روشنی سے پھٹ جاتا ہے، دفعتہً (۶۲۱ء میں) محلوں کا ارکاڈیوس میدان جنگ کا سیزر بن گیا، اور روم اور ہرقل کی عزت نہایت شاندار طریقہ سے بچالی گئی۔

جس وقت ہرقل اپنی بقیہ فوج لے کر قسطنطنیہ سے چلا ہے، لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ رومۃ العظمٰی کے آخری لشکر کا منظر دنیا کے سامنے ہے، لیکن عرب کے نبی امی کی

پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور عین اس وقت جب مسلمانوں نے بدر کے میدان میں قریش کو شکست دی، رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا، مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا، اور ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے کناروں سے ہٹا کر پھر دجلہ وفرات کے سواحل کی طرف دھکیل دیا۔

اس عظیم الشان پیشنگوئی کی صداقت کے اثر نے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا، قریش کے بہت سے لوگ اس صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے، واقعہ کے ساڑھے بارہ سو برس کے بعد تاریخ زوال روم کا مشہور مصنف گبن اس حیرت ناک پیشنگوئی کی سچائی سے متحیر ہو کر کہتا ہے:

’’مشرق کی ان دو عظیم الشان سلطنتوں کے ڈانڈے پر بیٹھ کر ان دونوں کی ایک دوسرے کو تباہ کر دینے والی روز افزوں کوششوں کی ترقی کو دلی مسرت کے ساتھ بغور مطالعہ کر رہا تھا اور عین اس وقت جبکہ ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں اس نے اس پیشین گوئی کی جرأت کی کہ چند سال میں فتح وظفر رومی علم پر سایہ فگن ہوگی‘‘ جس وقت پیشن گوئی کی گئی تھی، کوئی پیشین گوئی اس سے زیادہ دوراز قیاس نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ ہرقل کی بارہ سال (۶۱۰ء سے ۶۲۲ء تک) کی حکومت نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی شہنشاہی کا شیرازہ جلد بکھر جائے گا۔‘‘

ہرقل کی طبیعت میں اس فوری انقلاب اور واقعات کی رو سے اس حیرت ناک تغیر اور اس کے اسباب کی تفصیل میں تاریخ روم کے مصنفین نے عجیب عجیب باتیں پیدا کی ہیں، لیکن انہیں کیا معلوم کہ اس خونی معرکہ سے دور ایک پیغمبرانہ ہاتھ رومیوں کی مدد کے لئے دراز تھا، اور وہی اس انقلاب اور تغیر کا سب سے بڑا روحانی سبب تھا۔

مستدرک اور جامع ترمذی میں ہے کہ ’’روم وفارس کی جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکین ایرانیوں کے طرفدار تھے، کیونکہ وہ بھی بت پرست تھے اور مسلمان رومیوں کے طرفدار تھے کہ وہ اہل کتاب تھے، اس وقت ایرانی روم کو دباتے جارہے تھے، اس

پر سورہ روم کی پیشین گوئی نازل ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے چلا چلا کر تمام مشرکین کو یہ پیشین گوئی سنائی، مشرکین نے کہا کہ اس پیشین گوئی کے لئے کوئی سال مقرر کر دو، حضرت ابوبکرؓ نے پانچ سال کی شرط کی، آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ بضع کا لفظ ۳ سے ۹ سال تک بولا جاتا ہے، اس لئے دس سال سے کم کی مدت مقرر کرنی چاہئے تھی، چنانچہ اس تشریح کے مطابق نویں سال غزوۂ بدر کے موقع پر پیشین گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے۔

غزوہ بدر ہجرت کے پہلے سال اور بعثت کے چودھویں سال پیش آیا، اس سے ۹ برس پہلے بعثت کا پانچواں سال ہوگا، اس بنا پر پیشین گوئی کا زمانہ ۵ بعثت اور اس کے پورے ہونے کا زمانہ ۲۴ء بعثت یا ۱ھ ہے، بعض لوگوں نے اس پیشین گوئی کے پورے ہونے کا زمانہ صلح حدیبیہ کا سال یعنی ۶ھ بیان کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، شاید لوگوں کو اس سے دھوکہ ہوا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ قاصد نبوی جب اسلام کا دعوت نامہ لے کر قیصر کے پاس گیا تو وہ اس وقت فتح کا شکریہ ادا کرنے کے لئے شام آیا ہوا تھا، اور معلوم ہے کہ قاصد صلح حدیبیہ کے زمانہ میں روانہ ہوئے تھے، اس لئے لوگوں نے یہ سمجھا کہ حصول فتح کی بھی یہی تاریخ ہے، مگر یہ مغالطہ ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ یہ فتح مکہ کی تاریخ نہیں بلکہ فتح کے جشن کی تاریخ ہے۔

رومی تاریخ مطابقت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ۶۰۹ء میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، ۶۱۰ء سے روم وفارس کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی، ۶۱۳ء میں اعلان جنگ ہوا، ۶۱۴ء سے رومیوں کو شکست کا آغاز ہوا، ۶۱۶ء میں رومی شکست تکمیل کو پہنچ گئی، ۶۲۲ء میں پھر رومیوں نے حملہ شروع کیا، ۶۲۳ء سے ان کی کامیابی کا آغاز ہوا اور ۶۲۵ء میں ان کی فتح تکمیل کو پہنچ گئی، اس ترتیب سے دیکھئے تو ظاہر ہوگا کہ اس پیشین گوئی کی خوبی یہ ہے کہ آغاز شکست سے آغاز فتح تک جوڑیئے بھی تو وہی نو برس ہوگئے ہیں اور اگر انجام شکست سے آغاز فتح تک جوڑیئے تو بھی وہی نو برس ہوں

گے۔

اس فتح کی تکمیل کے بعد ہرقل پھر وہی سست، عیاش قیصر بن گیا جو پہلے تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دست قدرت نے صرف اس پیشین گوئی کے پورا کرنے کے لئے چند سال کے واسطے اس کے دل و دماغ کو بیدار اور دست وبازو کو ہشیار کر دیا تھا، پیشین گوئی کی تکمیل کے بعد پھر پہلے کی طرح تعیش اور کاہلی نے اس کو عیش وغفلت کے بستر پر تھپک تھپک کر سلا دیا۔ (بحوالہ سیرت النبیؐ جلد سوم)

مختلف زبانوں اور مختلف ادوار سے متعلق پیشگوئی

عن ابی عبیدة ومعاذ بن جبل عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان هذا الامر بداء تبوة ورحمة ثم یکون خلافة ورحمة ثم ملکا عضوضا ثم کائن جبریة وعتوا وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور یرزقون علی ذلک ویبصرون حتی یلقوا الله ﷻ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ (جو دونوں اونچے درجہ کے صحابہ میں سے ہیں) رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ امر (یعنی دین اسلام) نبوت ورحمت کے ساتھ ظاہر ہوا (یعنی دین اسلام سب سے پہلے جس زمانہ میں ظاہر ہوا وہ زمانہ نزول وحی اور رحمت ونورانیت کا زمانہ ہے) پھر اس (دین اسلام) کا جو زمانہ آئے گا وہ خلافت ورحمت کا زمانہ ہوگا، پھر اس (دین اسلام) کا جو زمانہ آئے گا وہ کاٹ کھانے والے بادشاہت کا زمانہ ہوگا اور پھر اس (دین) کا جو زمانہ آئے گا وہ ظلم وجور، قہر وتکبر اور زمین پر فتنہ وفساد کا زمانہ ہوگا، اس وقت لوگ ریشمی کپڑوں کو جائز (جان کر استعمال کریں گے، عورتوں کی شرمگاہوں کو اورشراب (کی تمام انواع واقسام) کو حلال قرار دیں گے۔ لیکن ان چیزوں کے

باوجود ان کو رزق دیا جائے گا اور (کفار اور ان کے مخالفین کے مقابلہ پر) ان کی مدد کی جائے گی یہاں تک وہ (روز جزا) اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے (یعنی لوگ اگرچہ اتنی سخت بدعملیوں اور خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوں گے اور اس اعتبار سے وہ عذاب خداوندی کے مستوجب اور ہلاکت وتباہی کے مستحق ہوں گے، مگر حق تعالیٰ کی اس رحمت کے سبب کہ جو امت مرحومہ کے لئے مخصوص ہے ان کو یہاں عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا، اور اس میں شاید حق تعالیٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہو مثلاً یہ کہ ان سے مخلوق خداوندی کے نظم ونسق اور انتظام مملکت کا وہ کام لیا جانا مقصود ہوگا جس کی اہلیت وصلاحیت وہی رکھیں گے یا یہ کہ اگر وہ لوگ خود فاسق وبدکار رہوں گے لیکن ان کے ہاتھوں دین کی اصلاح ودرستی کا کوئی کام انجام پانا مقدر ہوگا۔'' اس روایت کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔''

تشریح......لفظ ''بدا'' الف کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں ''ظاہر ہوا'' اور بعض نسخوں میں یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ ہے جس کے معنی شروع ہوانے کے ہیں، اس صورت میں گویا ترجمہ یہ ہوگا کہ یہ امر یعنی دین اسلام کا ابتدائی زمانہ وحی سے شروع ہوا اور ذات رسالت ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے وقت تک باقی رہا۔

اس ارشاد گرامی میں اسلامی تاریخ کے ان ادوار اور زمانوں کے بارے میں پیشگوئی فرمائی گئی ہے جس سے مسلمانوں کا کارواں گزرا یا گزرے گا، پہلا زمانہ تو وہ ہوگا جس میں دین اسلام کی ابتداء اور اس کا ظہور ہوا ہے اور جو نزول وحی کے وقت سے شروع ہو کر آنحضرت ﷺ کے آخر زندگی تک باقی رہا یہ زمانہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سراسر رحمت ونورانیت اور خیر وسعادت کا زمانہ تھا ذات رسالت ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے دین میں کسی رخنہ اندازی، احکام شریعت میں کسی ابہام وتشکیک، مسلمانوں کی نظریاتی وعملی زندگی میں کسی گمراہی وضلالت اور عام حالات میں کسی فتنہ

وفساد کے پیدا ہونے کا کوئی خوف تک نہ تھا،حضور ﷺ کے بعد جو زمانہ آیا وہ خلافت کا زمانہ تھا،حضور ﷺ کی صحبت ورفاقت سے فیض اٹھائے ہوئے اور ذات رسالت پناہ کے تربیت یافتہ افراد میں سے سب سے زیادہ افضل ،سب سے زیادہ باعظمت اورایمان وعمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل انسان حضور کے نائب وخلیفہ بنے ،مسلمانوں کی زمام کاران کے ہاتھوں میں آئی اوروہ دین وملت کے معاملات کے والی ونگہبان بنے ان پاک نفس حضرات نے یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر متمکن رہ کر جتنے دنوں تک مملکت وملت کا نظم ونسق چلایا وہ پورا زمانہ گویا پھر ایک مرتبہ رحمت ونورانیت کا زمانہ رہا کہ خلفاء راشدین اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طور پر مسلمانوں پر سایہ فگن اور خیر وبرکت کے نزول کا باعث بنے رہے اوران کے زمانہ میں نیکیوں اور بھلائیوں کا دوردورہ رہا مسلمان اخلاص وایثار اورعمل وکردار کی پختگی کا نمونہ بنے رہے اوران کے طفیل میں یہ زمین عام طور پر امن وسکون اوراطمینان وعافیت کا گہوارہ رہی ،وہ زمانہ کہ جس کو خلافت ورحمت کا زمانہ کہا گیا ہے،تیس سال کے شب وروز پر مشتمل تھا ان تیس سالوں میں سے ساڑھے انتیس سال تو چاروں خلفاء راشدین کے مجموعی زمانہ خلافت کے ہیں اور باقی چھ ماہ کا عرصہ وہ ہے جس میں حضرت حسنؓ مسند خلافت پر متمکن رہے،تفصیل اس کی یوں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ربیع الاول ۱۱ھ میں خلیفہ رسول مقرر ہوئے اور جمادی الثانی ۱۳ھ میں ان کی وفات ہوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مرض الموت میں صاحب الرائے مسلمانوں کے مشورہ سے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد فرمادیا تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے جمادی الثانی ۱۳ھ میں خلافت کا منصب سنبھالا اورآخر ذی الحجہ ۲۳ھ تک اس منصب پر فائز رہے،۲۷ھ ذی الحجہ کو ایک نصرانی غلام ابولؤلوء (اصل نام فیروز) نے آپ کو نماز فجر کی) امامت کی حالت میں خنجر سے حملہ کر کے سخت زخمی کردیا تھا جس کی وجہ سے جانبر نہ ہوسکے اور یکم محرم ۲۴ھ کو فوت ہوکر

مدفون ہوئے،حضرت عمرؓ نے اپنے آخری دنوں میں پانچ جلیل القدر اور ممتاز صحابہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ،حضرت سعد ابن وقاصؓ،حضرت زبیر ابن عوفؓ،حضرت طلحہؓ،حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو نامزد فرمادیا تھا کہ یہ حضرات آپس میں مشورہ کر کے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنالیں،چنانچہ ان حضرات نے کافی غور وخوض اور باہمی مشورہ کے بعد حضرت عثمان ابن عفان ؓ کو اپنا امیر اور اپنا خلیفہ منتخب کرلیا،حضرت عثمان کی خلافت محرم ۲۴ھ سے شروع ہوئی اور ذی الحجہ ۳۰ھ تک رہی جب کہ اس ماہ کی ۱۸ تاریخ کو خلافت کے باغیوں اور بلوائیوں کی ایک بڑی جماعت نے آپ کو مکان میں محصور کر کے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں عام بیعت ہوئی اوراس طرح وہ چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے اور) اور رمضان ۴۰ھ کو ان کی خلافت کا دور ختم ہوا جب کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم کے زخمی کردینے کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی،حضرت علیؓ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اوران کی خلافت قائم ہوئی،لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے آویزش کا جو سلسلہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں شروع ہوا تھا وہ ان کی وفات کے بعد اور زیادہ بڑھ گیا ،اور جب سیادت وامارت کے مسئلہ پر مسلمانوں میں افتراق وانتشار زیادہ بڑھنے لگا اور مخالف فریقوں کے درمیان کشت وخون کا خطرہ زیادہ سنگین ہوگیا تو حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرلیا چنانچہ ربیع الاول ۴۱ھ تک کا تیس سالہ دوروہ زمانہ ہے جس کو اس حدیث میں خلافت ورحمت کا زمانہ فرمایا گیا ہے اوراس زمانہ میں ان خلفاء راشدین نے آنحضرت ﷺ کے نائب وخلیفہ ہونے کی حیثیت سے اخلاص ودیانت ،وعدل وانصاف کے ساتھ اورحضور ﷺ کے اسوء حسنہ کو مشعل راہ بنا کر دین اسلام کی خدمات انجام

دیں، مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی قیادت وسیادت کی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھایا اور اسلام کی عظمت وشوکت کا جھنڈا بلند کیا۔

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس خلافت کی فضیلت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اور جو واقعتاً ذات رسالت ﷺ کی نیابت تھی اس میں امیر معاویہؓ کا کوئی حصہ نہیں ہے کہ ان کا دور حکمرانی اس زمانہ سے الگ ہے، جس کو خلافت ورحمت کا زمانہ فرمایا گیا ہے۔

''عض'' کے معنی کاٹنے کے ہیں اور ''عضوض'' (عین کے زبر کے ساتھ) (اسی لفظ سے نکلا ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے اور ایک روایت میں ملوکاعضوضا (عین کے پیش کے ساتھ) منقول ہے جو عض (عین کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے اور جس کے معنی خبیث، شریر، اور بدخلق کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ''خلافت ورحمت'' کے زمانہ کے بعد جو دور آئے گا وہ ملوکیت (بادشاہت) کا دور ہوگا اور ایسے ایسے لوگ ملک کے بادشاہ حکمراں اور مسلمانوں کے سردار وحاکم بن بیٹھیں گے جن کے دلوں میں نہ خدا کا خوف اور مواخذہ آخرت کا ڈر ہوگا اور نہ مخلوق خدا کے تئیں ہمدردی ومروت اور عدل وانصاف کا احساس ہوگا، اس لئے وہ اپنے مالک اور اپنی قوم کے لوگوں پر ظلم وجبر کریں گے ان کو ناحق سزاؤں اور عقوبتوں میں مبتلا کریں گے اور ان کو طرح طرح سے ستائیں گے، لیکن واضح رہے کہ یہ بات غالب واکثریت کے اعتبار سے کہی گہی ہے یعنی اکثر بادشاہ حکمراں ایسے ہوں گے، اور چونکہ شاذ ونادر پر حکم نہیں لگایا جاتا ہے کہ النادر کالمعدوم اس لئے یہ اشکال پیدا نہیں ہوسکتا کہ حدیث میں خلافت راشدہ کے بعد کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے زمانہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، کیا اس کا اطلاق ان حکمرانوں کے پر بھی ہوتا ہے، جو عدل وانصاف، مذہب وملت کی خدمت گزاری اور خدا ترسی کے اوصاف سے پوری طرح آراستہ تھے؟ مثال کے طور پر حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دور حکمرانی ہے، انہوں نے جس عدل وانصاف کے ساتھ

حکمرانی کی اور ان کا دور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں جس طرح خیر وبھلائی کا باعث بنا اس کی بنیاد پر عمر ثانی کہا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جن لوگوں نے مسلمانوں پر حکمرانی کی، اور جو لوگ بادشاہ بنے ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کا دور حکمرانی مذہب وملت کے حق میں مفید ثابت ہوئے اور اپنے عوام کے لئے خیر وبرکت اور راحت واطمینان کا باعث بنے وہ استثنائی حکم رکھتے ہیں۔

''ظلم وجور، قہر وتکبر اور زمین پر فتنہ وفساد کا زمانہ ہوگا'' مطلب یہ ہے کہ آخر میں جو زمانہ آئے گا وہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اور زیادہ سخت ہوگا، نااہل لوگ تخت حکومت پر بیٹھیں گے، ظلم اور زیادتی اور انتشار وبدامنی کا دور دورہ ہوگا، عام لوگوں کی جان ومال اور عزت آبرو وغیرہ محفوظ ہوگی ہر طرف لوٹ مار، قتل وغارتگری کا بازار گرم ہوگا، اور انسانیت تباہ کرنے والی ہر طرح کی برائیاں روئے زمین پر پھیل جائیں گی، چنانچہ جیسا کہ ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں یہ پیشگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہورہی ہے، کیونکہ حکومت واقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگیا ہے، جو آئین جہانبانی سے ناواقف ہیں، جنہوں نے ظلم وجور کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور مسلم ممالک جہاں مذہب وملت کے اصولوں کی فرمانبرداری ہونی چاہئیے وہاں طاغوتی طاقتیں برسرحکومت ہیں ظالم وجابر لوگوں نے زور زبردستی اور مکر وفریب کے ساتھ اقتدار کے ایوانوں پر قبضہ کرلیا ہے وہ نہ قیادت وسیادت کے اصول وشرائط کو پورا کرتے ہیں، نہ اپنے عوام کی دینی ودنیاوی بھلائی وبہتری سے انہیں کوئی تعلق ہے وہ اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے فتنہ وفساد کے بیج بوتے ہیں، تباہ کن سازشیں کرتے ہیں، عوام پر نت نئے ظلم ڈھاتے ہیں جو بندگان خاص انہیں راہ راست دکھانا چاہتے ہیں ان کو طرح طرح کی صعوبتوں میں مبتلا کرتے ہیں، کلیدی عہدوں اور مناسب عہدوں پر اہل ولائق افراد کی بجائے موقع پرست، خود غرض اور نااہل لوگوں کو فائز کرتے ہیں، علماء وصلحاء اور اکابرین دین، جو ہر طرح عزت واحترام کے مستحق ہوتے ہیں نہ صرف یہ کہ ان کی

طرف کوئی توجہ والتفات نہیں کی جاتی بلکہ مختلف ذرائع اوراقدامات کے ذریعہ ان کی ہتک کی جاتی ہے،اورامر بالمروف ونہی عن المنکر کی پاداش میں ان کو قید وبند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

اور یہ کہ تقریباً تمام ہی مسلم حکمرانوں نے دین کے دشمنوں کے خلاف تو جہاد کے فریضہ کو ترک کردیا،البتہ اپنی حکمرانی کی خاطر اور ملک گیری کی ہوس میں خود مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوگئے اور اپنی تلوار کو ان کے خوف سے رنگین کیا،اوراسی وجہ سے بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص ان حکمرانوں اور بادشاہوں کو عادل کہے گا وہ کافر ہوجائے گا۔

غرضیکہ ان حکمرانوں اور بادشاہوں کی وجہ سے روئے زمین پر فتنہ وفساد روز افزوں ہوتا گیا خودغرضی،موقع پرستی،بدانتظامی،اورعام بدامنی وانتشار کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، یہاں تک کہ تاریخ ایسے حکمرانوں کے سیاہ کارناموں سے شرمسار ہے مسلمان ہوتے ہوئے ان شہروں کو تاراج کرنے اور وہاں کے لوگوں کے قتل عام کا باعث بنے، جہاں بڑے بڑے اولیاء،صلحاء اور مشائخ تھے،جہاں کمزور اورضعیف لوگ بچے اورعورتیں تھیں،اورجن کو قتل کرانے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں تھی،مزید ستم یہ کہ اس شہر کے لوگ ملت حنفیہ سے تعلق رکھتے تھے،اوراہل سنت والجماعت میں شامل تھے،اوران کا قتل عام کرنے والے مدعی سلطنت اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ ہم دین وشریعت کے حامی ومددگار ہیں،اوراہل علم وبزرگان دین کی تعظیم کرتے ہیں۔

علماء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ اگر مسلمان دشمنان دین کے کسی ایسے قلعہ کو فتح کریں جس میں ہزاروں اہل حرب اور دشمنان دین پائے جائیں لیکن ان ہزاروں میں کوئی ایک مجہول الحال ذمی بھی موجود ہو تو محض اس ذمی کی وجہ سے مفتوحہ قلعہ میں قتل عام کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا،مگر وہ حکمران اور بادشاہ حشر کے دن آخر کیا جواب دیں گے جنہوں نے محض اپنے اقتدار اور اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے

مسلمانوں تک کا قتل عام کرایا ہے اوران کے شہروں وآبادیوں کو چشم زدن میں تہس نہس کرکے رکھ دیا۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہمارے نالائق ونااہل مسلم حکمرانوں ہی کی وجہ سے ایسے ایسے فتنہ وفساد رونما ہوئے اسلامی سلطنتوں میں اس قدر تباہیاں آئیں اوراتنا زیادہ کشت وخون ہوا کہ روئے زمین پناہ مانگنے لگی، یہاں تک کہ حرمین شریفین بھی ان فتنہ وفساد سے محفوظ نہ رہ سکے اوران مقدس شہروں میں اتنے تباہ کن اور بھیانک واقعات رونما ہوئے کہ قلم کو مجال بیان نہیں اوران کی تفصیل کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اوراپنے دین کا بہترین کارساز اوراپنے نبی ﷺ اوراس کی امت کا حامی ومددگار ہے،ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آنے والا ہر سال، بلکہ ہر دن، اور بلکہ ہر لمحہ، پہلے کی بہ نسبت بد سے بدتر ہی گزر رہا ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیر حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے درمیان نبوت کا اوراس کا نور اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ (نبی کو اپنے پاس بلا لینے کے ذریعہ) نبوت کو اٹھالے گا اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔(یعنی تیس سال تک) پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو بھی اٹھالے گا اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت کی حکومت قائم ہوگی (یعنی ایسے لوگوں کی بادشاہت کا زمانہ آئے گا جو آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹیں گے جس طرح کتے کاٹتے ہیں،اور بادشاہت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اس دنیا سے اٹھالیگا اس کے بعد قہر تکبر اور روز زبردستی والی بادشاہت کی حکومت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اٹھالے گا،اس کے بعد

پھر نبوت کے طریقہ پر (یعنی عدل وانصاف کو پورے طور پر جاری کرنے والی ،خلافت قائم ہوگی اور اس ''خلافت'' سے مراد حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدی علیہما السلام کا زمانہ ہے) اتنا فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔

حضرت حبیب ابن سالم نے جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں اور حضرت نعمان ابن بشیرؓ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے، نیز ان سے حضرت قتادہؓ وغیرہ کی روایتیں نقل کرتے ہیں بیان کیا کہ جب حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ مقرر ہوئے (اور انہوں نے نبوت کے طریقہ پر حکومت قائم کی) تو میں نے اس حدیث کی طرف ان کی توجہ مبذول کرنے کے لئے یہ حدیث لکھ کر ان کے پاس بھیجی اور اپنے اس احساس کا اظہار کیا کہ مجھ کو امید ہے کہ آپ وہی امیر المومنین یعنی خلیفہ ہیں جس کا ذکر اس حدیث میں کاٹ کرنے والی بادشاہت اور قہر وتکبر اور زور وزبردستی والی بادشاہت کے بعد آیا ہے۔

وہ یعنی عمر ابن عبدالعزیزؒ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اس تشریح نے ان کو بہت مسرور کیا (یعنی اس بات کی امید وآرزو نے ان کو بھی بہت خوش کیا کہ حدیث میں جس آخری خلافت کا ذکر کیا گیا ہے شاید اس کا اطلاق میرے زمانہ خلافت ہی پر ہو) اس روایت کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں) اور بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

❁❁❁❁❁❁

پانچواں باب

علاماتِ قیامت سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

قربِ قیامت کے حوادثات سے متعلق پیشگوئی

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطينية وفتح قسطنطينية خروج الدجال.

حضرت معاذ ابن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''بیت المقدس کا پوری طرح آباد ہوجانا مدینہ منورہ کی خرابی کا باعث ہوگا۔اور مدینہ منورہ کی خرابی، فتنے اور سب سے بڑی جنگ کے وقوع پذیر ہونے کا سبب ہوگا اور اس سب سے بڑی جنگ کا وقوع پذیر ہونا قسطنطنیہ کے فتح ہونے کا باعث ہوگا اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا دجال کے ظاہر ہونے کا سبب اور اس کی علامت ہوگا۔'' (ابوداؤد)

تشریح...... بیت المقدس کی مکمل آبادکاری کو مدینہ منورہ کی تخریب کا سبب اس اعتبار سے قرار دیا گیا ہے کہ بیت المقدس اور اس کے علاقوں میں غیر مسلموں کا غلبہ ہوجائے گا اور وہ اس کے چپہ چپہ پر قابض وآباد ہوجائیں گے اور جب وہ دشمن خدا، بیت المقدس پر چھائیں گے تو ان کی نظریں مدینہ منورہ پر پڑیں گی اور وہ اس پاک شہر کی تخریب کا منصوبہ بنائیں گے جس کی وجہ سے مدینہ کے سارے لوگ اپنے شہر سے نکل کر ان دشمنان دین سے جنگ کرنے میں مشغول ہوں گے۔

یہاں حدیث میں مدینہ منورہ کا ذکر اس کے قدیم نام ''یثرب'' مدینہ کا ایک گاؤں تھا، جس کو یثرت نامی شخص نے بسایا تھا، اسی کا نام سارے شہر کے لئے استعمال

کیا جاتا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے تک یہ شہر یثرب ہی کا کہلاتا تھا، ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے اس کا نام بدل دیا اور یہ شہر مدینۃ الرسول (یعنی رسول اللہ ﷺ کا شہر کہا جانے لگا، یہ معنی ''المدینۃ'' سے بھی ادا ہوتے ہیں، لہٰذا عام طور پر ''المدینۃ'' کہا جاتا ہے، یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''مدینہ'' کو ''یثرب'' کہنے سے منع فرمایا گیا ہے تو پھر اس حدیث میں خود حضور ﷺ نے ''یثرب'' نام کیوں استعمال فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مدینہ کو یثرب فرمانا، یثرب کہنے کی ممانعت نافذ ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جن حوادث ووقائع کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب مذکورہ ترتیب کے مطابق یکے بعد دیگرے قیامت کے قریب واقع ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا وقوع پذیر ہونا دوسرے کے وقوع پذیر ہونے کی علامت اور نشانی ہوگی اگرچہ اس کا وقوع پذیر ہونا مہلت اور تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو۔

طیبیؒ نے کہا ہے کہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اس حدیث میں تو فتح قسطنطنیہ کو دجال کے ظاہر ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے، جب کہ ایک اور حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان شیطان اچانک یہ اعلان کرے گا کہ تمہاری موجودگی میں دجال تمہارے گھروں تک جا پہنچا ہے، اور جب مسلمان یہ اعلان سن کر دجال کی تلاش میں نکلیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ ایک جھوٹا اعلان تھا، پس ان دونوں حدیثوں میں تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کا مقصد محض قسطنطنیہ کی فتح کو دجال کے نکلنے کی علامت قرار دینا ہے، کہ جب قسطنطنیہ فتح ہو جائے تو سمجھنا کہ اب دجال کا خروج ہوگا، دجال کا خراج کس طرح ہوگا اور مسلمانوں کو اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوگا؟ پس حقیقت میں ان دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، علاوہ ازیں شیطان کے اس جھوٹے اعلان کا تعلق دجال کے خروج سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ وہ تو اس طرح کا جھوٹا اعلان صرف اس مقصد سے کرے گا، تاکہ مسلمانوں

میں سراسیمگی اور بے اطمینانی پھیلا دی جائے اور وہ غنیمت کا مال تقسیم کرنے سے باز رہیں۔

قیامت سے پہلے کچھ ضروری چیزوں کے وقوع سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو بڑے گروہ آپس میں نہ لڑیں گے، ان دونوں گروہوں کے درمیان زبردست قتل وقتال ہوگا، اور دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا۔ (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک بڑے زبردست مکار، فریبی اور فسادی لوگ پیدا نہ ہو جائیں گے جو خدا اور رسول پر جھوٹ بولیں گے، ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ خدا کا رسول ہے (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک علم نہ اٹھا لیا جائے گا (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی، زمانہ قریب نہ ہو جائے گا، فتنوں کا ظہور نہیں ہونے لگے گا اور ہرج یعنی قتل وقتال اور لوٹ مار کے واقعات میں اضافہ نہ ہو جائے گا (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک کہ تمہارے پاس مال ودولت کی اتنی کثرت نہیں ہو جائے گی کہ مالدار شخص خیرات لینے والے کی وجہ سے قلق و پریشانی میں مبتلا ہو جائے، یہاں تک کہ وہ مالدار، جس شخص (کو صدقہ وخیرات لینے والا سمجھ کر اس) کے سامنے صدقہ وخیرات کا مال پیش کرے گا، وہ غنائے قلبی کے سبب یا خود مالدار ہونے کی وجہ سے) یہ کہے گا کہ مجھے تمہارے اس صدقہ وخیرات کے مال) کی ضرورت وحاجت نہیں ہے (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک کہ لوگ وسیع اور لمبی چوڑی عمارتوں کے بنانے پر فخر نہ کرنے لگیں گے اور جب تک کہ آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا یہ نہ کہنے لگے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا (اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک کہ

آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہوگا، چنانچہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکلے گا اورلوگ اس کو دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے (اورآخرت کا امر ظاہر ہوجائے گا) پس یہ وقت وہ ہوگا جب کسی بھی ایسے شخص کواس وقت اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جس نے اس دن سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا اور نہ کسی شخص کواس وقت اپنے ایمان کی حالت میں نیک کام کرنا فائدہ پہنچائے گا اگراس نے اس دن سے پہلے نیک کام نہیں کیا ہوگا، اور نہ کسی شخص کواس وقت اپنے ایمان کی حالت میں نیک کام کرنا فائدہ پہنچائے گا اگراس نے اس دن سے پہلے نیک کام نہیں کیا ہوگا، اوراس میں شک نہیں کہ قیامت اس طرح قائم ہوگی (یعنی پہلا صور کہ جو قیامت کی ابتداء ہوگی اس طرح اچانک پھونکا جائے گا) کہ دوشخصوں نے (اپنا کپڑا خریدوفروخت کے لئے) کھول رکھا ہوگا، اوروہ نہ اس کی خریدوفروخت کرچکے ہوں گے اور نہ اس کو لپیٹ کررکھ سکے ہوں گے کہ اسی حالت میں قیامت آجائے گی، اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کے دودھ کے ساتھ واپس آیا ہوگا (یعنی اونٹنی کا دودھ لے کر اپنے گھر آیا ہوگا) اوراس دودھ کو پینے نہ پایا ہوگا کہ قیامت آجائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپتا اور پوتتا ہوگا (یعنی اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے کوئی کنڈ وغیرہ بناتا یا اس کو درست کرتا ہوگا) اوراپنے جانوروں کواس حوض سے پانی نہ پلانے پایا ہوگا کہ قیامت آجائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص نے منہ میں رکھنے کے لئے لقمہ اٹھایا ہوگا اوروہ اس لقمہ کو کھانے نہ پایا ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح...... ''اور دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا'' کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں لڑنے والے وہ دونوں گروہ دین اسلام کا دعویٰ رکھنے والے ہوں گے اوران دونوں گروہوں سے تعلق رکھنے والا ہر شخص مسلمان ہوگا یا یہ کہ وہ دونوں گروہ جو مسلمان ہوں گے حق پر دعویٰ کریں گے اوران میں سے ہر ایک یہ گمان وعقیدہ رکھے گا کہ دین

ودیانت اوراصول کے اعتبار سے بالکل صحیح راستہ وہی اختیار کئے ہوئے ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی میں جن دوگروہوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے حضرت علیؓ اورحضرت امیر معاویہؓ کے تابعدار ساتھی مراد ہیں، جیسا کہ حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا کہا اخوانـنـا بـغـوا الينا (یعنی وہ لوگ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہے) اسی طرح ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ اس زمانے میں (جب کہ حضرت علیؓ اورحضرت امیر معاویہؓ کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے) اورحضرت علیؓ کے لشکر کا ایک شخص حضرت امیر معاویہؓ کے ایک آدمی کو قیدی بنا کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لایا، ایک دوسرے شخص نے اس قیدی کو دیکھ کراس کی حالت پر تاسف کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ مسلمان پختہ اسلام کا حامل تھا، حضرت علیؓ نے یہ سنا تو ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ شخص تو اب بھی مسلمان ہے، پس یہ حدیث خوارج کے قول کو باطل ثابت کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ دونوں جماعتیں (یعنی حضرت علیؓ کے تابعدار بھی اورحضرت امیر معاویہؓ کے تابعدار بھی) کافر ہیں، اسی طرح اس حدیث کے ذریعے روافض کے اس قول کا باطل ہونا ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے مخالف کافر ہیں۔

''ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی'' اس طرح کی ایک اورحدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی تعداد تیس ہوگی اور یہاں ان کی تعداد تیس کے قریب فرمائی گئی ہے؟ تو ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے متعین طور پر ذکر تو تیس کی تعداد کا فرمایا لیکن مراد یہی ہو کہ ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو پہلی حدیث ہے وہ یہاں نقل کی جانے والی حدیث کے بعد کے زمانے کی ہے، گویا اس بارے میں پہلے آپ ﷺ کے پاس جو وحی آئی تھی اوراس سے بطریق اجمال وابہام جو بات آپ ﷺ کو معلوم ہوئی وہ آپ ﷺ نے بیان فرمادی کہ ان کی تعداد تیس کے

قریب ہوگی لیکن پھر بعد میں دوسری وحی کے ذریعے اس تعداد کو مقید و متعین فرما دیا گیا، چنانچہ اس وحی کے آنے کے بعد آپ ﷺ نے جو حدیث ارشاد فرمائی اس میں فرمایا کہ ان کی تعداد تیس ہوگی، اسی طرح تیس کی تعداد والی یہ حدیث اس روایت کے منافی نہیں ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عمروؓ سے نقل کیا ہے کہ **لاتقوم الساعة حتی یخرج سبعون کذابا** کیونکہ حضرت ابن عمروؓ کی روایت کا مقصد محض ان جھوٹوں کی کثرت کو ظاہر کرنا ہے، ان کی کسی خاص تعداد کا بیان نہیں، یا یہ کہ ستر میں سے تیس تو وہ ہوں گے جو نبوت کو دعویٰ کریں گے، اور باقی جھوٹے وہ ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ نہیں کریں گے، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ستر کی جو تعداد ذکر فرمائی گئی ہے وہ تیس کے علاوہ ہو اور اس طرح سب کی مجموعی تعداد سو مراد ہو۔

''جب تک علم نہ اٹھالیا جائے گا'' میں ''علم'' سے مراد وہ خاص علم ہے جو شریعت میں ''نفع والا علم'' کہلاتا ہے اور وہ قرآن و حدیث اور ان کے متعلقات کا علم ہے، اور جس کو دین کا علم بھی کہا جاسکتا ہے نیز ''علم کے اٹھ جانے سے'' مراد اہل سنت والجماعت کے علماء کا اس دنیا سے رخصت ہوجانا ہے، چنانچہ جب علم کے حامل اور علم پہنچانے والے ہی اس دنیا سے اٹھ جائیں گے تو گویا علم ہی اس دنیا سے اٹھ جائے گا، پس آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس وقت مخلص و باعمل اور حقیقی عالم تو رخصت ہوجائیں گے اور دنیا میں جاہل و بے علم اور بدعتی لوگوں کی کثرت ہوجائے گی، اسی لئے کہا گیا کہ ایک عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔

''جب تک زلزلوں کی کثرت نہ ہوجائے گی'' میں زلزلوں سے مراد یا تو حسی یعنی واقعی زلزلے ہیں کہ زمین کا ہلنا اور بھونچال کا آنا کثرت سے ہوجائے گا یا یہاں ''زلزلے'' کے لغوی معنی مراد ہیں کہ طرح طرح کی آفتیں و بلائیں نازل ہوں گی اور نت نئے حادثات انسان، جان و مال کو نقصان پہنچانے لگیں گے۔

''جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہوجائے گا'' سے امام مہدیؒ کے مبارک زمانہ کی

طرف اشارہ کرنا مقصود ہے چونکہ اس وقت تمام روئے زمین امن و امان اور خوشی و مسرت کا گہوارہ بن جائے گا اور لوگوں کی زندگی نہایت اطمینان و سکون اور سرور و شادمانی کے ساتھ گزرے گی اس لئے وقت کی رفتار تیز تر معلوم ہوگی اور زمانہ بہت مختصر معلوم ہونے لگے گا جیسا کہ عیش و راحت کا زمانہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو بہت مختصر معلوم ہوتا ہے اور مصیبت و سختی کا زمانہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو بہت طویل معلوم ہوتا ہے۔

''**ویکثر الهرج وهو القتل**'' میں وھوالقتل کے الفاظ کسی راوی کے ہیں جس کے ذریعے انہوں نے لفظ ھرج کی وضاحت کی ہے کہ اس لفظ سے مراد قتل و قتال کا واقع ہونا ہے جو فتنے کے سبب وجود میں آئے گا۔

حتی یهم رب المال کے بارے میں کئی اقوال ہیں، ایک تو یہ کہ لفظ ''یھم'' کو حرف ی کے پیش اور ہ کے زیر کے ساتھ پڑھا جائے اور رب کو ''یھم'' کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب قرار دیا جائے، اس صورت میں ''یھم'' کا فاعل لفظ فقدان کو قرار دیں گے، **من یقتل الصدقت** کا مضاف محذوف ہے، یہ قول زیادہ مشہور ہے اور اس کے مطابق پوری عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ اس وقت جب کہ قیامت کا زمانہ قریب ہوگا) لوگوں کے پاس مال و دولت اور روپیہ پیسہ کی اس طرح فروانی اور کثرت ہوجائے گی کہ صدقہ و خیرات کا مال لینے والے، صدقہ و خیرات کرنے والے کو ڈھونڈھے نہیں ملیں گے، یہاں تک کہ اس شخص کا ڈھونڈھنا سخت پریشانی اور قلق میں مبتلا کرے گا جو صدقہ و خیرات کے مال کو قبول کرلے یعنی مالدار شخص) کسی مفلس و فقیر شخص کو ڈھونڈھتا پھرے گا، تاکہ زکوٰۃ و صدقہ کا مال اسے دے سکے مگر پورے معاشرہ میں ضرورت مند و محتاج لوگوں کی کمی کے باعث مشکل ہی سے کوئی فقیر و مفلس اس کو مل پائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''یھم'' کو لفظ ''ھم'' (بمعنی قصد و ارادہ) سے مشتق قرار

دے کر حرف ی کو زبر کے ساتھ اور ہ کو پیش کے ساتھ پڑھائے، نیز ''رب'' کو مرفوع قرار دیا جائے اس صورت میں رب المال یھم کا فاعل ہوگا اور من یقبل کا مفعول، اس طرح عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ (اس وقت جب کہ قیامت کا زمانہ قریب ہوگا تمہارے پاس مال ودولت کی بہت زیادتی ہوجائے گی) یہاں تک کہ ایک مالدار آدمی کسی ایسے شخص کی تلاش کا قصد کرے گا اور اس کو بہت ڈھونڈھے گا جو اس کے صدقہ وخیرات کا مال لے لے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ ''یھم'' فعل متعدی ہے جس کے معنی غمگین کرنے کے آتے ہیں اس صورت میں حرف ی کو زبر کے ساتھ اور ہ کو پیش کے ساتھ پڑھا جائے اور رب کو منصوب قرار دیا جائے، اس طرح اس عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی ایسے فقیر ومفلس کا پایا جانا کہ جو صدقہ وخیرات کا مال قبول کرے، مالدار شخص کو غمگین کرے گا۔

''جب تک کہ عمارتوں کے بنانے پر فخر نہ کرنے لگیں گے'' یعنی لوگ محض رہائشی ضروریات کی تکمیل کے لئے یا کسی نیک مقصد کی خاطر لمبی چوڑی عمارتیں نہیں بنائیں گے بلکہ وہ فلک بوس اور محل نما عمارتیں محض اپنی شان وشوکت اور اپنی امارت کو ظاہر کرنے اور فخر ومباہات کی خاطر بنائیں گے جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے کہ مالدار اور رئیس لوگ بڑے بڑے مکانات بنانا فخر کی بات سمجھتے ہیں اور بڑی بڑی بلڈنگیں کھڑی کر کے اپنی جھوٹی شان وشوکت ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس مقصد کے لئے عبادت گاہوں اور رفاہی عمارتوں اور قبرستانوں تک کو مسمار اور زمین دوز کرنے سے گریز نہیں کرتے اور ان کی جگہ پر اپنی عشرت گاہیں، سیر وتفریح کے مرکز اور باغ باغیچے بناتے ہیں۔

''اور جب تک آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا......الخ کا مطلب یہ ہے کہ یا تو دینی معاملات میں غم وفکر کی وجہ سے یا آفات اور بلاؤں کی زیادتی کی وجہ سے، قبر کو

دیکھ کر احساس دل اور آخرت میں یقین رکھنے والے لوگ یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ کاش ہم اس دنیا میں نہ ہوتے اور ان قبروں میں پڑے ہوتے تاکہ ہمیں ان آفات اور بلاؤں کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

''اور جب تک آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہوگا'' اس موقع پر تو صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ جس دن آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس دن سے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس کے بعد سے کسی کی بھی توبہ قبول نہیں ہوگی جیسا کہ خود حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

''اس وقت اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا......الخ'' بعض حضرات نے اس عبارت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ آفتاب جب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا پس اس وقت یا اس کے بعد کسی شخص کا ایمان لانا کہ جو اس دن سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا اور کسی شخص کا نیکی کرنا کہ جس نے اس دن سے پہلے نیکی نہیں کی تھی، کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا واضح رہے کہ یہاں ''نیکی سے مراد توبہ ہے، یعنی جس طرح اس دن اس شخص کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا اس طرح اس دن اس کا گناہوں سے توبہ کرنا بھی فائدہ مند نہیں ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ ﴿او کسبت فی ایمانھا خیرا﴾ میں لفظ او تنویع کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے گویا یہ فرمایا کہ اس دن نہ تو شرک سے توبہ کرنا کارآمد ہوگا اور نہ گناہوں سے توبہ کرنا کچھ فائدہ پہنچائے گا۔

''کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا کھول رکھا ہوگا'' میں ان دونوں کی طرف کپڑے کی اضافت اس اعتبار سے ہے کہ ان میں سے ایک شخص (یعنی خروخت کرنے والا) تو اس کپڑے کا مالک ہی ہوگا اور جو دوسرا شخص (یعنی خریدار) ہوگا وہ چونکہ اس کپڑے کا طالب اور لینے والا ہوگا لہٰذا اس اعتبار سے کپڑے کی اضافت اس کی طرف بھی کر دی گئی ہے۔

حدیث کے آخری اجزاء کا ماحصل گویا یہ واضح کرنا ہے کہ قیامت اچانک آئے گی، تمام لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ومنہمک ہوں گے کہ یکایک قیامت کا پنجہ سب کو آدبوچے گا، کسی کو اتنی مہلت بھی نہیں ملے گی کہ اس نے کھانے کا جو لقمہ ہاتھ میں رکھ لیا ہے اس کو منہ ہی میں رکھ لے، واضح رہے کہ قیامت کے اچانک آنے سے مراد پہلے صور کا اچانک پھونکا جانا ہے، جس کی آواز سے سب لوگ مرجائیں گے، لیکن اس سے پہلے قیامت کی تمام علامتیں دیکھیں گے۔ (بحوالہ جستہ جستہ مظاہر حق جدید جلد چہارم)

بعض قوموں سے جنگ سے متعلق پیشگوئی

﴿وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما نعالهم الشعر وحتى تقاتلوا الترك صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانوف كان وجوههم المجان المطرقة﴾

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔"قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرلو گے جن کے پاپوشیں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناکیں بیٹھی ہوئی ہوں گی، گویا ان کے منہ چمڑے کی تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح......"ترکوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا سلسلہ نسب یافث بن نوح سے چلا جاتا تھا ان لوگوں کو مورث اعلی کا نام ترک تھا اس سے پوری قوم کو ترک کہا جانے لگا، یہ وہی قوم ہے جس کو مگولین یا تاتاری بھی کہا جاتا ہے۔

"مجان" (میم کے زبر اور نون کے تشدید کے ساتھ) اصل میں "مجن" (میم کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے جس کے معنی سپر ڈھال کے ہیں اس قوم کے لوگوں کے منہ کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ اس اعتبار سے دی گئی ہے کہ ان کے چہرے پھیلے ہوئے

ہوتے ہیں، نیز ان کے چہرے چونکہ گولائی کے ساتھ پھیلے ہوئے اور گوشت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے گویا ان کے چہرے کی گولائی اور گوشت سے بھرے ہوئے ہونے کو مطرقہ یعنی اس ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی جو تہ دار چمڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقوم الساعة حتى تقاتلوا خوزاوكرمان من الاعاجم حمر الوجوه فطس الانوف صضار الاعين وجوههم المجان المطرقة بعالهم الشعر، رواه البخاری وفی رواية له عن عمرو ابن تغلب عراض الوجوه.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ تم خوز اور کرمان کے لوگوں سے جو کہ اہل عجم میں سے ہیں، جنگ نہ کرلو گے، ان لوگوں کے چہرے سرخ، ناک بیٹھی ہوئی اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور چہرے اس طرح کے ہوں گے جیسے تہ بہ تہ چمڑے کی ڈھال ہوتی ہے اور ان کی پاپوشیں بالدار چمڑے کی ہوں گی۔" (بخاری)

بخاری کی ایک اور روایت میں جو عمرو ابن تغلب سے منقول ہے (ان کے چہرے سرخ ہوں گے کے بجائے) یہ الفاظ ہیں کہ ان کے چہرے چوڑے چکلے ہوں گے۔

تشریح......"خوز" اس قوم کا نام ہے جو خوزستان میں رہتی ہے، اور "کرمان" ایک مشہور شہر کا نام ہے جو فارس (ایران) میں واقع ہے۔

یہودیوں سے فیصلہ کن جنگ سے متعلق پیشگوئی

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون اليهود فيقتلهم المسلمون حتى يختبى

الیھودی من وراء الحجر والشجر فیقول الحجر والشجر یامسلم یاعبداللہ ھذا یھودی خلفی فتعال فاقتلہ الاالغرقد فانہ من شجر الیھود.

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان، یہودیوں سے نہ لڑلیں گے چنانچہ (اس لڑائی میں) مسلمان یہودیوں کو بڑی مار ماریں گے، (یعنی ان پر غالب آجائیں گے) یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپتا پھرے گا اور وہ پتھر و درخت یہ کہے گا کہ اے مسلمان، اے خدا کے بندے! ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال، مگر غرقد (ایسا نہ کہے گا) کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔'' (مسلم)

تشریح......''غرقد'' ایک درخت کا نام ہے جو خاردار جھاڑی کی صورت میں ہوتا ہے، مدینہ کا قبرستان ''جنت البقیع'' کا اصل نام بقیع الغرقد اسی لئے ہے کہ جس جگہ قبرستان ہے پہلے وہ غرقد کی جھاڑیوں کا خطہ تھا، حاصل یہ ہے کہ جب مسلمان، یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کریں گے اور ان پر غلبہ پالیں گے تو اس وقت ایک ایک یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپا پھرے گا تا کہ مسلمانوں کی مار سے بچ جائے مگر جس درخت یا پتھر کے پیچھے کوئی یہودی چھپا ہوا ہوگا وہ پکار کر مسلمانوں سے کہے گا کہ ادھر آ کر دیکھو، میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اس کا کام تمام کردو، البتہ اس وقت غرقد کا درخت ہوگا جو دوسرے درختوں کے برخلاف اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کو ظاہر نہیں کرے گا بلکہ اس کو پناہ دے گا اور مسلمانوں کو اس کا پتہ نہیں بتائے گا۔

رہی یہ بات کہ دوسرے درختوں کے برخلاف غرقد کا رویہ ایسا کیوں ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ غرقد کو یہودیوں کے ساتھ کوئی خاص نسبت وتعلق ہوگا جس کی حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہودیوں کے عبرت ناک حشر کی

جو پیش گوئی فرمائی ہے آخر زمانے میں دجال کے ظاہر ہونے کے بعد پوری ہوگی، اس وقت یہودی دجال کے تابع اور فرمانبردار ہونے کی حیثیت سے اور اس کی مدد کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے لیکن مسلمان اپنے خدا کی مدد کے ساتھ یہودیوں کے فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیں گے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

رومیوں سے جنگ اور دجال کے قتل سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق میں آنہ دھمکیں گے اور پھر مدینہ والوں کا ایک لشکر ان کے مقابلے کے لئے نکلے گا جس میں اس دن یعنی اس وقت کے روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ شامل ہوں گے، جب (لڑائی کے لئے) صف بندی ہوگی تو رومی یہ کہیں گے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان کہ جو ہمارے لوگوں کو قید کرکے لائے ہیں، جگہ خالی کردو تا کہ ہم ان سے لڑیں (یعنی جن مسلمانوں نے اس سے پہلے ہمارے خلاف جہاد کیا اور ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا کر لے آئے ان مسلمانوں کو ہمارے مقابلہ پر لاؤ کیونکہ ہم تم سب مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے بلکہ بدلہ اتارنے کے لئے صرف ان ہی مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔ گویا رومی یہ بات اس لئے کہیں گے تا کہ مسلمان ان کی باتوں میں آکر اپنی اجتماعیت کھودیں اور باہمی تفریق کا شکار ہوجائیں) لیکن مسلمان ان کو جواب دیں گے بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہم تمہارے اور اپنے ان مسلمان بھائیوں کے درمیان جگہ خالی نہیں کرسکتے (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم ان مسلمان بھائیوں کو تمہارے مقابلہ لڑنے کے لئے آگے کردیں اور خود ایک طرف ہوجائیں، اگر لڑیں گے تو ہم سب لڑیں گے اور ایک ساتھ لڑیں گے) چنانچہ سارے مسلمان رومیوں سے لڑنا شروع کردیں گے اور (جب گھمسان کا

رن پڑے گا) تو ان مسلمانوں میں سے ایک تہائی مسلمان پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا، اور ایک تہائی مسلمان جام شہادت نوش کریں گے، جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہید قرار پائیں گے، اور باقی ایک تہائی مسلمان فتح یاب ہوں گے (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد و نصرت کے ذریعے رومیوں کے مقابلے پر کامیابی عطا فرمائے گا اور ان کے ہاتھوں رومیوں کے شہروں کو فتح کرائے گا) ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کبھی فتنہ میں نہیں ڈالے گا۔

پھر مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے یعنی اس شہر کو کافروں کے قبضہ سے لے لیں گے، اور اس کے بعد اس وقت جب کہ وہ مسلمان مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہوں گے اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں پر لٹکائے ہوئے ہوں گے اچانک شیطان ان کے درمیان یہ بات پھونک دے گا کہ مسلمانو! تم یہاں مصروف ہو جب کہ تمہاری عدم موجودگی میں مسیح دجال تمہارے گھروں میں پہنچ گیا ہے۔ (اسلامی لشکر کے لوگ یہ سنتے ہی قسطنطنیہ) نکل کھڑے ہوں گے لیکن شیطان کی خبر سراسر جھوٹی ثابت ہوگی، البتہ جب مسلمان شام پہنچیں گے تو پھر دجال ظاہر ہوگا مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کریں گے اور صف بندی میں مشغول ہوں گے کہ نماز کا وقت آجائے گا (اور موذن تکبیر کہنے کے لئے کھڑا ہو چکا ہوگا) اتنے میں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم (آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر) اتریں گے (پھر قدس آئیں گے) اور مسلمانوں کی امامت کریں گے، پھر خدا کا وہ دشمن دجال (جو اس وقت مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہوگا) جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح گھلنا شروع ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلنے لگتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ اس کو اس حالت میں چھوڑ دیں اور قتل نہ کریں تو وہ سارا گھل جائے اور حضرت عیسیٰؑ کے قتل کئے بغیر خود مرجائے لیکن اللہ تعالیٰ (کی مشیت و مرضی چونکہ یہ ہوگی کہ اس کی موت حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں واقع ہو اس لئے اس کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا، پھر حضرت

عیسیٰؑ مسلمانوں کو یا کافروں کو اور یا سب کو دجال کا خون اپنے نیزے کے ذریعے دکھائیں گے (یعنی حضرت عیسیٰ جس نیزے سے دجال کو قتل کریں گے اور جو اس کے خون سے آلودہ ہوگا اس کو لوگوں کو دکھائیں گے کہ دیکھو میں نے اس دشمن خدا کا کام تمام کر دیا ہے۔ (بحوالہ مسلم)

تشریح ...... ''اعماق'' اطراف مدینہ میں ایک جگہ کا نام تھا اسی طرح ''وابق'' مدینہ کے ایک بازار کا نام تھا، لیکن ایک قول جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس حدیث میں ''مدینہ'' سے مراد شہر حلب ہے جو ملک شام میں واقع ہے اور اعماق و دابق حلب و انطاکیہ کے درمیان دو مقامات کے نام ہیں چنانچہ کتاب ازہار میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ''مدینہ'' سے مدینۃ النبی (یعنی مدینہ منورہ) مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جس زمانہ کے واقع کے بارے میں پیش گوئی فرمائی گئی ہے اس وقت مدینہ منورہ کسی طرح بھی تخریب کاری یا کسی اسلام دشمن حملہ سے بالکل محفوظ و مامون ہوگا بعض حضرات نے یہ بھی کہا ''مدینہ'' سے مراد شہر دمشق ہے۔

''جن کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا'' سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان لوگوں کی موت کفر کی حالت میں ہوگی اور وہ کبھی عذاب سے نجات نہیں پائیں گے۔

''ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کبھی فتنہ میں نہیں ڈالے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان اپنے جس ایمانی استقلال و عزیمت اور اسلامی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیں گے اس کا انعام ان کو یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی کسی آفت و بلا میں نہیں ڈالے گا اور نہ جان و خون کی کسی آزمائش سے دوچار کرے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو کبھی بھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا، پس یہ اس بات کی بشارت ہے کہ ان لوگوں کا خاتمہ بخیر ہوگا۔

''قسطنطنیہ'' کے بارے میں زیادہ مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ اصل میں یہ لفظ

''قسطنطنیۃ'' ہے لیکن بعض حضرات نے ''قسطنطنیۃ'' کو زیادہ صحیح کہا ہے، چنانچہ مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ہے اور بعض نسخوں میں یہ لفظ اس طرح منقول ہے کہ آخری حرف ی پر تشدید نہیں ہے، بہر حال اردو میں یہ لفظ ''قسطنطنیہ'' لکھا پڑھا جاتا ہے۔

قسطنطنیہ' تاریخ کا ایک مشہور شہر ہے جو اپنے زمانہ میں رومیوں کا دار السلطنت تھا اور ان کے سب سے بڑے شہروں میں ایک بڑا شہر مانا جاتا تھا، یہ شہر قسطنطین بادشاہ کی طرف منسوب ہے جس نے اس کو ۳۳۰ء میں بسایا اور رومی سلطنت کا پایا تخت قرار دیا تھا، اب اس شہر کو جو آبنائے فاسفورس کے کنارے واقع ہے استنبول کہا جاتا ہے اور ٹرکی کی مملکت میں شامل ہے، ترمذیؒ نے وضاحت کی ہے کہ یہ شہر صحابہؓ کے زمانہ میں فتح ہو گیا تھا اور تاریخی روایات کے مطابق، دوسری مرتبہ یہ شہر ۱۴۵۳ھ میں عثمانی ترکوں کے ذریعے فتح ہوا اور اب تک اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہے، لیکن اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا، اور پھر آخری زمانہ میں جب کہ قیامت قریب ہوگی، مسلمان اس کو فتح کر لیں گے اور اسی زمانہ میں کانے دجال کا ظہور ہوگا۔

(جب مسلمان شام پہنچیں گے) میں شام سے مراد قدس ہے جس کو ''بیت المقدس کہا جاتا ہے چنانچہ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے اور اس وقت ''بیت المقدس'' ملک شام کی حدود میں تھا، اب یہ فلسطین میں ہے جو ایک مستقل ملک ہے۔

''اور مسلمانوں کی امامت کریں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نماز تیار ہوگی، اس لئے حضرت عیسیٰؑ تمام مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان مسلمانوں میں حضرت امام مہدیؓ بھی ہوں گے، لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ امامت کرنے کے لئے حضرت امام مہدیؓ کو آگے بڑھائیں گے اور ان سے فرمائیں گے کہ اس نماز کی اقامت چونکہ تمہاری امامت کے لئے کہی گئی ہے اس لئے تم

ہی نماز پڑھاؤ اس بات سے حضرت عیسیٰؑ کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا بھی ہوگا کہ اب مسلمانوں کے امیر و امام چونکہ تم ہو اس لئے مجھے بھی تمہاری اتباع کرنا چاہئے، نہ کہ تم میری اتباع کرو گے، میں مستقل طور پر امام و امیر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میرا آنا صرف تمہاری مدد و معاونت اور تمہاری تائید و توثیق کے لئے ہے، چنانچہ حضرت مہدیؓ اس نماز کی امامت فرمائیں گے لیکن اس کے بعد نماز کی امامت برابر حضرت عیسیٰؑ ہی کریں گے اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے ''فَـــاَمهـــم'' (اور مسلمانوں کی امامت کریں گے) تو یہ تغلیباً ارشاد فرمائے گئے ہیں، یعنی بعد میں چونکہ حضرت عیسیٰؑ ہی مسلمانوں کو نماز پڑھایا کریں گے پس اس اعتبار سے اس وقت کی نماز کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ مسلمانوں کی امامت کریں گے یا یہ کہ امامت کریں گے کے مجازی معنی مراد ہیں، یعنی حضرت عیسیٰؑ اس وقت مسلمانوں کے امام (حضرت امام مہدیؓ) کو امامت کے لئے کہیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''یقیناً قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میراث کا تقسیم ہونا موقوف نہ ہو جائے گا'' یعنی یا تو کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے کثرت سے مارے جانے کی وجہ سے میراث کی تقسیم بند ہو جائے گی کیونکہ اس وقت جو تھوڑے بہت مسلمان بچیں گے ان کو اتنا ہوش کہاں ہوگا کہ وہ اپنے مرنے والے مورثوں کے ترکہ کی تقسیم کی طرف دھیان دیں یا شرعی احکام پر عمل آوری میں کوتاہی کے سبب لوگ میراث تقسیم کرنا بند کر دیں گے اور یا یہ کہ مرنے والے لوگ اپنے ذمہ اتنے قرض اور مطالبات چھوڑ جائیں گے کہ ان کی ادائیگی کرنے کے بعد ترکہ میں سے بچے گا ہی نہیں کہ اس کی تقسیم کی نوبت آئے) اور (جب تک کہ) مال غنیمت سے خوش ہونا نہ چھوڑیں گے (یعنی قیامت قائم ہونے سے پہلے ایک بات تو یہ ہوگی کہ میراث کی تقسیم نہ ہو پائے گی اور دوسری بات یہ ہوگی کہ مسلمان غنیمت کے مال سے خوش نہیں ہوا کریں گے، اور یہ خوش ہونا یا تو اس اعتبار سے ہوگا کہ مال

غنیمت ملنا ہی بند ہوجائے گا اور جب مال ملے گا نہیں تو کوئی خوش کہاں سے ہوگا اور یا خوش نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ مال غنیمت کی حفاظت وتقسیم کے ذمہ دار ہوں گے وہ خیانت وبددیانتی کا ارتکاب کرنے لگیں گے جس کی وجہ سے مال غنیمت ایماندار اور بددیانت لوگوں کے لئے کسی خوشی کا باعث نہیں ہوگا) پھر حضرت ابن مسعودؓ نے (ان دنوں) باتوں کی حقیقت کو واضح کرنے اور صورت واقعہ کو ظاہر کرنے کے لئے) بیان کیا کہ ’’دشمن یعنی کافر اہل شام سے لڑنے کے لئے فوج اور طاقت جمع کریں گے، ادھر مسلمان بھی ان کافروں سے مقابلہ کے لئے لشکر اور طاقت جمع کریں گے، دشمن سے مراد رومی ہیں، چنانچہ مسلمان اپنے لشکر میں کچھ فوج منتخب کرکے آگے بھیجیں گے تاکہ وہ جنگ کرے اور مرجائے اور اگر واپس آئے تو فتح یاب اور غالب ہوکر آئے، پس دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوجائیں گے (اور جنگ شروع ہوجائے گی) یہاں تک کہ دونوں لشکروں کے درمیان رات حائل ہوجائے گی (اور جنگ کو روک دے گی) نیز دونوں فریق اپنے اپنے ٹھکانوں میں واپس آجائیں گے اور ان میں سے نہ کوئی غالب وفتح یاب ہوگا (اور نہ کوئی مغلوب ومفتوح) البتہ دونوں طرف کی فوج کے وہ چیدہ اور منتخب دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے (یعنی تمام فوجی اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آجائیں گے، اس طرح اس دن کی جنگ میں دونوں فریق برابر سرابر رہیں گے، نہ کوئی غالب ہوگا نہ کوئی مغلوب پھر دوسرے دن مسلمان ایک دوسرے لشکر کو منتخب کرکے آگے بھیجیں گے تاکہ وہ جنگ کرے اور مرجائے اور واپس آئے تو فتح یاب ہوکر آئے، پس دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آجائیں گے، یہاں تک کہ دونوں لشکروں کے درمیان رات حائل ہوجائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آجائیں گی ان میں سے نہ کوئی غالب ہوگا (نہ کوئی مغلوب) البتہ دنوں طرف کی فوج کے وہ چیدہ دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے

گھاٹ اتر جائیں گے، پھر (تیسرے دن) مسلمان ایک اور لشکر کو منتخب کرکے آگے بھیجیں گے تاکہ وہ جنگ کرے اور مرجائے اور اگر واپس آئے تو فتح یاب ہوکر آئے، پس دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوجائیں گے یہاں تک کہ شام ہوجائے گی اور دونوں طرف کے وہ چیدہ دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے، اور پھر جب چوتھا دن ہوگا تو مسلمان کے باقی ماندہ فوج کفارے سے جنگ کے لئے نکل کھڑی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کفار کو شکست دلوائے گا، بہرحال (اس دن نہایت سخت اور خوفناک جنگ ہوگی) اور مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور ایسا لڑیں گے کہ اس طرح کی لڑائی کبھی نہیں دیکھی گئی ہوگی، یہاں تک کہ اگر کوئی پرندہ لشکر والوں کے اوپر سے گزر جانا چاہے گا تو ان کو پیچھے نہیں چھوڑ پائے گا یعنی ان سے آگے نہیں گزر سکے گا کہ مرکر زمین پر گر پڑے گا (مطلب یہ کہ اس لڑائی میں اس کثرت سے لوگ مارے جائیں گے کہ پورا میدان جنگ لاشوں سے پٹا پڑا ہوگا اور اگر کوئی پرندہ ان لاشوں کے اوپر سے گزر کر جانا چاہے گا تو آگے نہیں جاپائے گا بلکہ لاشوں کے ناقابل برداشت بدبو کی وجہ سے مرکر گرپڑے گا یا یہ کہ وہ میدان جنگ اتنا وسیع اور طویل ہوگا کہ اگر کوئی پرندہ اس کے ایک سرے سے اڑکر دوسرے سرے تک جانا چاہے گا تو نہیں جاپائے گا بلکہ اڑتے اڑتے تھک جائے گا اور مرکر گرپڑے گا) پھر جب ایک باپ کے بیٹے (یعنی کسی ایک خاندان یا کسی ایک سلسلے کے لوگ) کہ جن کی تعداد سو ہوگی اپنوں کو شمار کرنا شروع کریں گے تو ان میں سے صرف ایک ہی مل پائے گا (یعنی جنگ ختم ہونے کے بعد باقی ماندہ لشکر کے لوگ جانی نقصان کا جائزہ لینا شروع کریں گے، چنانچہ ہر شخص اپنے اقارب اور متعلقین کو شمار کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اگر اس کے اقارب اور متعلقین سو کی تعدا میں جنگ میں شریک ہوئے تھے تو ان سو لوگوں میں سے ایک ہی شخص زندہ بچا ہے باقی سب کام آگئے ہیں، حاصل یہ کہ اس جنگ میں جانی نقصان اس کثرت سے ہوگا کہ

زندہ بچ رہنے والوں کا تناسب سو میں ایک ہوگا) پس ایسی صورت میں (جب کہ مرنے والوں کی تعداد اس قدر بڑی ہوگی (کون سا مال غنیمت خوشی کا باعث ہوگا اور کونسی میراث تقسیم ہوگی؟ بہر حال مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک ان کو ایک سخت لڑائی کی خبر معلوم ہوگی، جو پہلی لڑائی سے بھی زیادہ بڑی اور بھیانک ہوگی پھر مسلمان یہ آواز سنیں گے (کہ جیسے کوئی اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ) ان کی عدم موجودگی میں ان کے اہل وعیال کے درمیان دجال پہنچ گیا ہے (یہ خبر سنتے ہی) وہ مسلمان اپنے ہاتھ کی چیزوں (یعنی مال غنیمت کی اشیاء کو کہ جو انہیں ملی ہوں گی) پھینک پھانک کر دجال کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور (پہلے) وہ اپنے دس سواروں کو آگے بھیجیں گے تا کہ دشمن کے بارے میں واقفیت بہم پہنچائیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسلمان جن سواروں کو آگے بھیجیں گے یقیناً میں ان کے اوران کے باپ کے نام بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کس رنگ کے ہوں گے نیز وہ بہترین سوار ہوں گے، یا یہ فرمایا کہ وہ اس زمانہ کے روئے زمین کے بہتر سواروں میں سے ہوں گے۔'' (مسلمؒ)

تشریح...... ''شرطة'' فوج کے اس جانباز دستہ کو کہتے ہیں جو لشکر کے بالکل آگے ہو اور اپنی جانیں تک قربان کر دینے کے عزم کے ساتھ میدان جنگ میں سب سے پہلے کود ے۔ ''یتشرط'' کا لفظ اسی سے مشتق ہے جو باب تفعیل سے نکالا گیا ہے

۔

مسلمانوں کا لشکر اپنے جس جانباز دستہ کو آگے بھیجے گا اس کو یہ ہدایت ہوگی کہ وہ کسی بھی حالت میں دشمن کے مقابلے سے بھاگے نہیں بلکہ سخت سے سخت حالت میں بھی محاذ پر ڈٹا رہے، یہاں تک کہ دشمن کو فنا کے گھاٹ اتار کر سرخ رو لوٹے یا خود فنا کے گھاٹ اتر جائے۔

(یعنی بڑی بھیانک اور خوفناک جنگ ہونے اور اس میں اس قدر جانی نقصان

ہونے) کے ساتھ مقید کیا کہ میراث اس لئے تقسیم نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو مال غنیمت سے اس لئے خوشی نہیں ہوگی کہ جہاں اتنا زیادہ جانی نقصان ہوا اور اس قدر کثرت سے لوگ مارے گئے ہوں وہاں تقسیم کہاں اور خوشی کہاں؟

''طلیعہ'' کریمہ کے وزن پر ہے اور اس کے معنی اس شخص کے ہیں جس کو دشمن کی خبر لانے کے لئے آگے بھیجا جائے، چنانچہ ان دس سواروں سے مراد فوجی جاسوسوں کی وہ ٹکڑی ہے جس کو دشمن کے حالات وساز وسامان اور قوت وتعداد کی خبر لانے کے لئے دشمن کے ٹھکانوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

حضور ﷺ کا یہ ارشاد ''میں ان کے اور ان کے باپ کے نام جانتا ہوں......الخ'' اعجاز نبوت کی دلیل ہے، یعنی یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ سینکڑوں سال بعد وقوع پذیر ہونے والے کسی واقعہ سے متعلق افراد کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کا علم حضور ﷺ کو تھا، نیز یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کلیات وجزئیات کو محیط ہے اور اس نے جس چیز کے بارے میں جس قدر مناسب جانا اس قدر علم اپنے رسول کو بھی عطا فرما دیا۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

قیامت سے پہلے چھ چیزوں کے وقوع سے متعلق پیشگوئی

حضرت عوف ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دوران (ایک دن) میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ چمڑے کے خیمے میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تم قیامت آنے سے پہلے چھ چیزوں کو شمار کرو یعنی ان چھ چیزوں کو قیامت کی علامتوں سے جانو کہ قیامت آنے سے پہلے چھ چیزیں ضرور ہوں گی

ایک تو میری موت کہ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں قیامت نہیں

آئے گی۔

دوسری بیت المقدس کا فتح ہونا یعنی جب تک بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے فتح نہیں ہو جائے گا قیامت نہیں آئے گی۔

تیسرے عام وباء جو تم میں بکریوں کی بیماری کی طرح پھیلے گی۔

چوتھے لوگوں کے پاس مال ودولت کا اس قدر زیادہ ہونا کہ اگر ایک آدمی کو سو دینار بھی دیئے جائیں گے تو ان کو حقیر وکمتر جانیگا اور اس پر ناراض ہوگا یعنی مال ودولت کی اس قدر ریل پیل ہوگی کہ کسی کی نظر میں بڑی سے بڑی رقم کو بھی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، (چنانچہ حضور ﷺ کی یہ پیشگوئی حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں پوری ہوئی جب کہ مسلمانوں میں مال ودولت کی زبردست ریل پیل ہوگئی تھی)۔

پانچویں فتنے اور آپ کی مخاصمت ومخالفت کا اس طرح پھوٹ پڑنا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہیں بچے گا جس میں اس فتنے کے برے اثرات نہ پہنچیں، (علماء نے لکھا ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت عثمانؓ کا سانحہ شہادت ہے یا فتنہ سے مراد ہر وہ فتنہ اور برائی ہے جس کا ظہور حضور ﷺ کے بعد ہوا)۔

اور چھٹے صلح جو تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی، پھر رومی عہد شکنی کریں گے اور تمہارے مقابلے کے لئے اسی نشانوں کے تحت آئیں گے جن میں سے ہر نشان کے ماتحت بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔" (بخاری)

تشریح......"بیت المقدس" میں مقدس کا لفظ میم کے زبر، قاف کے جزم اور دال کے زیر کے ساتھ، مجلس کے وزن پر مقدس ہے لیکن مشکوٰۃ کے ایک نسخے میں یہ لفظ میم کے پیش، قاف کے زبر اور دال کی تشدید کے ساتھ معظم کے وزن پر مقدس منقول ہے۔

"قعاص" مویشیوں کی ایک بیماری کو کہتے ہیں جو عام طور سے مویشی کے سینے میں ہوتی ہے اور اس کو فوراً ہلا کر دیتی ہے، حضور ﷺ نے یہاں جس عام وباء کی پیشگوئی

فرمائی اور اس کو بکریوں کی بیماری یعنی قعاص سے تشبیہ دی، اس سے مراد طاعون کی وہ وباء ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئی اور اس کی وجہ سے صرف تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے، اس وقت مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی عمواس میں تھی جو بیت المقدس کے قریب واقع ایک جگہ ہے اسی مناسبت سے اس وباء کو طاعون عمواس کہا جاتا ہے، یہ پہلا طاعون تھا جو اسلام کے زمانہ میں پھوٹا اور اس کے سبب اتنا سخت جانی نقصان ہوا۔

"بنی الاصفر" رومیوں کو کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگ جس نسل سے تعلق رکھتے تھے اس کے مورث اعلیٰ روم بن عیص بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیمؑ کا رنگ زرد و مائل بسفیدی تھا، اور یہی جسمانی رنگت عام طور سے پوری قوم میں پائی جاتی تھی۔

"غایۃ" اس نشان یا جھنڈے کو کہتے ہیں جو فوجی سرداروں کے ساتھ ان کے دستوں اور لشکروں کی علامت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں یہ لفظ ی کے بجائے ب کے ساتھ یعنی "غابۃ" منقول ہے جس کے معنی جنگل اور درختوں کے جھنڈ کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ نشان اور جھنڈوں کی کثرت کی وجہ سے اس لشکر کو درختوں کے جھنڈ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور لشکر والوں کی تعداد ذکر کرنے کا مقصد لاؤ لشکر کی زیادتی بیان کرنا ہے۔

اسلام کا نام رہ جائے گا اور قرآن کے الفاظ رہ جائیں گے اور علماء سو پیدا ہوں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے گا اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائیگی۔ ان کی مسجدیں (نقش ونگار ٹائل، برقی پنکھوں وغیرہ سے) آباد ہونگی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہونگی، ان کے علماء آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ

برے ہونگے ان علماء سے فتنے پیدا ہونگے اور پھر ان میں واپس آجائیں گے۔

(بحوالہ بیہقی)

ف......اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا''یعنی اسلامی چیزوں کے نام لوگوں میں رہ جائیں گے اوران کی حقیقت باقی نہ رہے گی، جیسا کہ آج کل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بس نام ہی باقی ہیں اوران کی حقیقت اور روح اور ادائیگی کے وہ طریقے اور کیفیتیں باقی نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں اور کروڑوں مسلمان ان سے کورے ہیں۔قرآن شریف صرف رسماً ہی پڑھا جاتا ہے اس کے الفاظ اور خوش الحانی کا تو خیال ہے مگر اس کے معانی پرغور کرنا اوراس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا تو مسلمان کے تصور میں بھی نہیں رہا۔مسجدیں زیب وزینت سے خوب آراستہ ہیں دلکش فرش، قیمتی غالیچے، دیدہ زیب فانوس، عمدہ عمدہ ہنڈے اور آرام وراحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں مگر ہدایت سے خالی ہیں۔مسجدوں میں دنیا کی باتیں طعنے غیبتیں، بے ڈھڑک ہوتی ہیں اور امام وموذن تو مسجدوں کو گھر ہی سمجھتے ہیں۔

علماء کے بارے میں جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ علماء سے فتنہ نکلے گا اوران میں واپس آجائے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء بگڑ جائیں گے اور رشد وہدایت کی راہ چھوڑ دیں گے تو عالم میں فساد ہوگا اور پھر اس کی زد میں علماء بھی آجائیں گے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ علماء دنیاداروں اور ظالموں کی مدد کریں گے اور پیسے اینٹھنے کے لئے دنیا کی مرضی کے موافق مسئلے بتائیں گے اور پھر دنیادار ہی ان کا مزاج ٹھکانے لگائیں گے۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں آئندہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ پھر سرمایاداروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اوران سے دنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کران سے الگ ہوجاتے ہیں

، پھر ارشاد فرمایا کہ حالانکہ ایسا ہونہیں سکتا کہ دنیا والوں کے پاس جاکر دین سالم رہ جائے جس طرح قتاد کے درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیا جاسکتا۔اسی طرح سرمایاداروں کے قریب سے گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔جو علماء سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں وہ عموماً علماء سوء ہی ہیں۔چند ٹکوں کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں اور اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ اگر اہل علم اپنے علم کو محفوظ رکھتے اور اسے صلاحیت والے انسانوں میں خرچ کرتے تو زمانہ کے سردار بن جاتے لیکن دنیا حاصل کرنے کے لئے انہوں نے علم کو دنیا والوں کے لئے خرچ کیا جس کی وجہ سے زمانہ والوں کی نظروں میں ذلیل ہوگئے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

دوسروں انسانوں کی طرح آج کل کے علماء بھی فکر آخرت سے خالی ہوگئے ہیں اوراس فانی زندگی کو اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے۔سیاسی لیڈر بننے، شہرت حاصل کرنے روپیہ کمانے جوڑنے کی دھن میں سرگرداں ہیں اور موجودزمانے کے علماء میں خال خال ہی ایسے ہیں جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوں ورنہ آج تو علماء کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ جلسوں میں گاندھی ازم یانیشلزم، سوشلزم اور کمیونزم کی اشاعت کرتے ہیں اور ارشادات نبویہ کی بجائے مخلوق کے خودساختہ نظاموں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مسجدیں سجائی جائیں گی اوران میں دنیا کی باتیں ہوا کرینگی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا کر فخر کریں گے۔(بحوالہ ابوداؤدشریف)

آج کل یہی حالت ہے اور بقول حضرت ابن عباس تم ضرور مسجدوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح سجاؤ گے۔ (حوالہ بالا)

دل کو منتشر کرنے والے رنگ برنگ کے ٹائل، جھاڑ، فانوس، ہانڈیاں، دلفریب

فرش اور بیش بہا پردے اورزیب وزینت اور آرام وراحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں اور ان دنیوی چیزوں نے مسجدوں میں پہنچ کر اوقات نماز کے علاوہ مسجدوں کو مقفل کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور حفاظت کیلئے مستقل نگرانوں اور چوکیداروں کی ضرورت پیدا کر دی ہے مسجدیں ان دنیاوی چیزوں سے آباد ہیں اور نمازیوں سے خالی ہیں۔ جو نمازی ہیں وہ مسجدوں میں دنیا کی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مسجدوں میں نہ خشوع والی نماز ہے نہ تعلیمی حلقے ہیں نہ دینوی مشورے ہیں نہ ذکر و تلاوت سے آباد ہیں۔ حالانکہ مسجد رسول اللہ ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین کے زمانے میں دین اور دینیات کی ترقی کے کاموں اور اس سے متعلق مشوروں کا مرکز تھی کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآنوں کو دیدزیب بنانے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے، بیہقی کی روایت میں ہے جو شعب الایمان میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوا کریں گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ خدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

دین پر عمل کرنا ہاتھ میں چنگاری لینے کے برابر ہوگا اور بڑے بڑے فتنے ظاہر ہونگے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر جمنے والا ان میں ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والا ہو۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

یہ زمانہ اس وقت موجود ہے کیونکہ ہر طرف بددینی و بے حیائی اور فحش کاری کی فضا ہے، فسق و فجور سرکشی کا ماحول ہے اول تو دیندار رہے ہی نہیں اور اگر کوئی دین پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اہل ملک اہل وطن عزیز آڑے آجاتے ہیں۔ بیوی کہتی ہے کہ تنخواہ

میں پورا نہیں پڑتا، دنیا رشوت لے رہی ہے تم بڑے پرہیزگار بنے ہوئے ہو۔ ہم عمر مذاق اڑا رہے ہیں کہ داڑھی رکھ کر ملا بن گئے۔ جھاڑ سا لگائے پھر رہے ہیں۔ ریل میں یا لاری میں سفر کر رہے ہیں اور ایک شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے مگر اس کیلئے نہ ریل ٹھہر سکتی ہے نہ لاری رک سکتی ہے لیکن اگر کسی کا کچھ دنیوی نقصان ہو جائے تو سب ہمدردی کے لئے حاضر ہیں آج کل دین داری اختیار کرنا ساری دنیا سے لڑائی مول لینے کے مترادف ہے۔ سب کی پھبتیاں سنے، سب کو ناراض کرے دین بچانے کیلئے دنیا کا نقصان کرے تو دیندار بنے لیکن بہت مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں صرف رضائے خداوندی کا خیال ہے اور جو دنیا کو منہ نہیں لگاتے۔

دین کا درد پیدا کرنے اور بددینی کی فضا سے نکلنے کی قوت حاصل کرنے کیلئے خانقاہوں اور دین داروں کی مجلسوں میں شرکت کرنا بہت ضروری ہے۔ جب انسان بددینی کے ماحول سے معصیت اختیار کر سکتا ہے تو دین داری کی فضا میں پہنچ کر نیک بھی بن سکتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے دینداروں سے دور ہو تو بددینوں سے بھی دور رہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا ہوگا کہ مسلمان کا بہترین مال چند بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر پہاڑ کی چوٹیوں اور جنگلوں میں چلا جائے گا (اور اس صورت سے) اپنا دین بچانے کے فتنوں سے بھاگے گا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب فتنے پیدا ہوں گے۔ اس وقت بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا (کیونکہ بیٹھا ہوا شخص بہ نسبت کھڑے ہوئے شخص کے فتنے سے دور ہوگا۔) اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو شخص فتنوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا فتنے اسے اچک لیں گے۔ لہٰذا اس وقت سے کوئی بچاؤ اور پناہ مل جائے تو وہاں پناہ لے لے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

فتنہ کے وقت عبادت خداوندی میں مشغول ہونا بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت معقل بن یسارؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قتل کے زمانہ میں عبادت کرنا میری ہجرت کرنے کے برابر ہے۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابو ثعلبہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ سے اس آیت یعنی **یا ایھا الذین امنو علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا ھتدیتم** کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو یہاں تک کہ جب تم لوگوں کا یہ حال دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جانے لگے اور خواہش نفسانی پر عمل ہونے لگے اور (دین پر) دنیا کو ترجیح دی جانے لگے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو مقدم سمجھنے لگے اور تم اس حال میں ہو جاؤ کہ (لوگوں میں رہ کر تمہارے لئے) فتنہ میں پڑ جانا ضروری ہو جائے تو خاص طور پر اپنے نفس کو سنبھال لینا اور عوام کو چھوڑ دینا (کیونکہ تمہارے آگے یعنی آنے والے زمانے میں صبر کے دن ہیں جس نے ان میں صبر کیا (یعنی دین پر جما رہا تو گویا) اس نے چنگاری ہاتھ میں لی (پھر فرمایا کہ) اس زمانے میں دین پر عمل کرنے والے کو ان پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا۔ جو اس زمانے کے علاوہ (امن کے دنوں میں) اس جیسا عمل کریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انکے پچاس شخصوں کا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) تم میں سے پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

اسلام سے اجنبیت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام اجنبیت اور بیگانگی (کسمپرسی) کی حالت میں ظاہر ہوا تھا۔ (اس سے لوگ بھاگتے تھے اور کوئی کوئی قبول کر لیتا تھا۔) اور عنقریب پھر بیگانہ ہو جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا۔ (چنانچہ اسلام پر عمل کرنے والا کوئی ہی ملے گا۔ پھر فرمایا کہ) سو ایسے لوگوں کو خوشخبری ہو جو

(اسلام پر چلنے کی وجہ سے) بیگانے (شمار) ہوں گے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

مطلب یہ کہ جب میں نے اسلام کی دعوت دی تو اسے شروع شروع میں چند لوگوں نے ہی قبول کیا اور اسلام کو عموماً لوگوں نے کوئی غیر مانوس اور اجنبی چیز سمجھا حتی کی اسلام قبول کرنے والوں کو بد دین کہا گیا اور ان کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ ایک مرتبہ جب مسلمان حبشہ چلے گئے تو مشرکین نے وہاں سے نکلوانے کی کوشش کی اور باد شاہ سے شکایت کی کہ کچھ نوجوان بے وقوف لڑکے اپنا قومی دین چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور وہ نیا دین ایسا ہے جسے ہم پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ سورہ ص میں ہے کہ رسول اللہ کی دعوت سن کر مشرکین نے کہا **ما سمعنا بھذا فی الملّۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق** ارشاد فرمایا کہ بعد میں لوگوں نے خوب اسلام قبول کیا اور خوب پھیلا یا لیکن آگے چل کر ایسا ہوگا کہ اسلام پھر اپنی اصلی حالت میں آ جائے گا اور اسکے احکام کو قبول کرنے اور عمل کرنے والے نہ ملیں گے اسلام کی چیزوں کو بیگانگی کی نظروں سے دیکھیں گے گویا اسلام کو جانتے بھی نہیں۔ اس وقت اسلام پر عمل کرنے والا کوئی کوئی ہوگا اور کہیں کہیں کوئی پکا مسلمان نظر آئے گا۔ لیکن ایسے مسلمان اگر چہ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہونگے اور ان سے کوئی بات بھی کرنی پسند نہ کرے مگر خدا کی جانب سے میں انہیں خوشخبری سناتا ہوں۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دین حجاز کی طرف اس طرح سمٹ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ کر گھس جاتا ہے اور دین صرف حجاز ہی میں رہ جائے گا جیسے جنگلی بکری صرف پہاڑ کی چوٹی ہی میں رہتی ہے (پھر فرمایا کہ) بے شک دین بیگانگی اور اجنبیت (کسمپرسی) کی حالت میں ظاہر ہوا تھا اور عنقریب پھر بیگانہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ شروع میں تھا سو خوشخبری ہو بیگانے لوگوں کو جو میری ان سنتوں کو سنواریں گے جنہیں میرے بعد لوگ بگاڑ دیں گے۔

ہر بعد کا زمانہ پہلے سے برا ہوگا

حضرت زبیر بن عدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کے ظلم کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے شکایت سن کر فرمایا کہ صبر کرو (معلوم نہیں آگے کیا ہو) کیونکہ کوئی زمانہ بھی تم پر ایسا نہ آئے گا کہ اس کے بعد زمانہ اس سے زیادہ برا نہ ہو۔ جب تک تم اپنے رب سے ملاقات نہ کرلو (یعنی مرتے دم تک ایسا نہ ہوگا کہ آنے والا زمانہ پہلے سے اور موجودہ زمانے سے اچھا آئے گا۔) یہ بات میں نے رسول خدا ﷺ سے سنی ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ زمانہ کی اور زمانہ والوں کی شکایت فضول ہے اور آئندہ زمانہ میں اچھے حاکموں کی امید بھی غلط ہے۔ لہٰذا جتنا بھی وقت ملے اور عمر کا جو بھی سانس مل جاوے اسے غنیمت سمجھے اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ سے امیدیں باندھے اور اسی کے قہر و غضب سے ڈرتا رہے۔

کفر کی بھرمار ہوگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے (سیاہ) فتنوں سے پہلے (نیک) عمل کرنے میں جلدی کرو (اس زمانہ میں) انسان صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا صبح کو کافر ہوگا، ذراسی دنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

جب فتنے غالب آجاتے ہیں تو انسان اعمال صالحہ میں مشغول ہونے میں سینکڑوں آڑیں محسوس کرتا ہے اور دین پر چلنا ناممکن معلوم ہونے لگتا ہے اور ایسے وقت میں ایمان کی بقا سخت خطرے میں ہوتی ہے اسی لئے ہادی عالم ﷺ نے نیک اعمال میں سبقت اور جلدی کرنے کا مشورہ دیا کہ رکاوٹوں کے آنے سے پہلے ہی نیک اعمال میں لگ جاؤ اور ایمان کو محفوظ کرلو تاکہ خدانخواستہ فتنوں میں گھر کر نیک اعمال

سے نہ رہ جاؤ۔ یہ زمانہ بڑے فتنوں کا زمانہ ہے ہر طرف سے گمراہی کی جانب لیڈر کھینچ رہے ہیں اور دین کے بدلہ ذراسی دنیا حاصل کرنے کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ کچہری میں جھوٹی قسم کھا کر گواہی دینا بہت سے انسانوں کا پیشہ بن گیا ہے۔

حدیث سے انکار کیا جائے گا

حضرت مقدام بن معدیکربؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ خبردار یقیناً مجھے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن جیسے اور احکام بھی دئے گئے ہیں۔ پھر فرمایا خبردار ایسا زمانہ آئے گا کہ پیٹ بھرا انسان اپنی آرام گاہ پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ بس تمہیں قرآن کافی ہے۔ اس میں جو حلال بتایا اسے حلال سمجھو اور اس نے جسے حرام بتایا اسے حرام سمجھو (حدیث کی ضرورت نہیں ہے)۔ پھر فرمایا کہ حالانکہ رسول خدا ﷺ کا حکم کسی چیز کے حرام ہونے کے لئے ایسا ہی ہے جیسا خدا نے کسی چیز کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

یہ پیشن گوئی عرصہ دراز سے صادق آرہی ہے کہ پیٹ بھرنے یعنی دولتمند جو سرمایہ کے نشہ میں چور ہیں اور جو ذرا سا پڑھ لکھ گئے ہیں صرف قرآن کو ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور احکام احادیث چونکہ نفس پر گراں گزرتے ہیں اس لئے احادیث سے قطعاً انکار کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں مولویوں کی ایجاد ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ قرآن کریم کے احکام حدیث کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتے اور اس کی تفصیل سنت نبویہ ﷺ کے بغیر سمجھ میں آہی نہیں سکتیں۔ قرآن شریف میں ہے، ما اٰتٰکم الرسولُ فخذوہُ وما نھٰکم عنه فانتھوا (جو تمہیں رسول دے اسے قبول کرو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔)

''پیٹ بھرا'' آنحضرت ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ غریبوں کو تو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ ادھر ادھر کی بحثوں میں پڑ کر اپنا دین برباد کریں۔ ہاں مالدار لوگ شیطان

کے مقصد کو پوار کرتے ہیں ذرا سا مطالعہ کیا اور محقق بن گئے۔ اس دور کے ابو حنیفہ بھی یہی ہیں اور جنید بھی یہی ہیں ان کے نزدیک مسلمانوں کی ترقی سود کے جواز میں اور تصویروں کے حلال ہونے میں نیکر کوٹ پتلون پہننے اور ان دوسری بداعمالیوں میں پوشیدہ ہے جنہیں آنحضرت ﷺ نے حرام فرمادیا ہے۔

نئے عقیدے اور نئی حدیثیں رائج ہوں گی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں بڑے بڑے مکار اور جھوٹے پیدا ہونگے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے بچنا اور انہیں اپنے سے بچانا۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

صاحب مرقات اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹی جھوٹی باتیں کریں گے اور نئے نئے احکام جاری کریں گے غلط عقیدے ایجاد کریں گے۔ اس قسم کے لوگوں میں سے بہت سے گذر چکے ہیں جن میں ایک غلام ''احمد'' قادیانی تھا جس نے حضرت عیسیٰ السلام کو مردہ بتایا ختم نبوت سے انکار کیا۔ خود کو نبی بتایا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی خرافات مشہور ہیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ کوئی باطل جماعت عقائد فاسدہ لے کر کھڑی ہوتی ہے تو اس کے ہمنوا قرآن وحدیث سے ان غلط عقائد کا اثبات کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج کل کمیونزم قرآن شریف سے ثابت کیا جارہا ہے اور موجودہ جمہوریت کو اسلام کی جمہوریت کے مطابق بتایا جارہا ہے۔

ایک صاحب نے تو غضب ہی کردیا جب ان سے کہا گیا کہ ڈارون کا عقیدہ ارتقاء قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن تو انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے بتاتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ ممکن ہے سب سے پہلا بندر جو انسان بنا ہو وہ آدم ہی (معاذ اللہ تعالیٰ) (بحوالہ علامات قیامت)

قرآن کو ذریعہ معاش بنایا جائے گا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور مجلس میں عرب کے شہریوں کے علاوہ دیہات کے باشندے اور غیر عرب بھی تھے۔ اسی اثنا میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ پڑھتے رہو تم سب ٹھیک پڑھ رہے ہو اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو تیر کی طرح درست کریں گے (یعنی حروف کی ادائیگی کا بہت زیادہ لحاظ رکھیں گے) اور ان کا مقصد قرآن پڑھنے سے دنیا حاصل کرنا ہوگا اس کے ذریعے آخرت نہ سنواریں گے۔ (بحوالہ بیہقی)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گانے اور نوحہ کے طریقہ پر پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوں سے آگے نہ بڑھے گا (یعنی انکا پڑھنا درجہ قبولیت کو نہ پہنچ سکے گا) ان پڑھنے والوں کے اور ان کی قرات سن کر خوش ہونے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہونگے (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

آج کل بالکل یہی نقشہ ہے کہ مساجد میں قرآن سنا کر سوال کیا جاتا ہے۔ تیجے اور چالیسویں کے موقع پر قرآن پڑھوا کر اپنی عزت بڑھائی جاتی ہے۔ میت کی قبر پر چالیس روز تک قرآن مجید پڑھ کر اس کی اجرت لی جاتی ہے۔ تراویح میں قرآن سنا کر پیٹ پالا جاتا ہے۔ مخارج وصفات کی ادائیگی کا تو بہت خیال رکھا جاتا ہے مگر قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے کوسوں دور ہیں۔ گیارہ مہینے تک نمازیں غارت کیں داڑھی منڈائی، حرام کمایا اور رمضان آتے ہی مصلے پر پہنچ کر قرآن سنانے لگے۔ مساجد میں دیکھ لیجئے کہ ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر تلاوت کی آواز آنے لگی۔ قاری صاحب قرآن حکیم کی تلاوت فرمارہے ہیں اور رومال بھیک کے لئے بچھا رکھا ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت ہوگی لیکن بیکار

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک

ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ (کفر و باطل کی) جماعتیں تمہیں ختم کرنے کے لئے آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح بلا کر جمع کر لیں گی جیسے کھانے والے ایک دوسرے کو بلا کر پیالہ کے آس پاس جمع ہو جاتے ہیں ۔ یہ سن کر ایک صاحب نے سوال کیا کہ ہم اس روز کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس روز تعداد میں بہت ہو گے لیکن گھاس کے ان تنکوں کی طرح جنہیں پانی کا سیلاب بہا کر لے جاتا ہے ۔ (پھر ارشاد فرمایا کہ) اور خدا ضرور ضرور تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکال دیگا ۔ اور بالضرور یقیناً وہ تمہارے دلوں میں کاہلی اور سستی ڈال دیگا ایک صاحب نے عرض کیا کہ سستی کا کیا (سبب) ہوگا ۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا (یعنی مال و دولت سے) محبت کرنے لگو گے اور موت کو مکروہ سمجھنے لگو گے ۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

برسوں سے یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف صادق ہو رہی ہے اور مسلمان آج اپنی اس حالت زار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کوئی قوم انہیں نہ عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے نہ دنیا میں ان کا رہنا گوارا کرتی ہے ۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ دوسری قومیں اپنے اوپر مسلمانوں کو حکمران دیکھنا چاہتی تھیں ۔ ایک دور یہ ہے کہ غیر مسلم اقوام مسلمان کو اپنی قلمرو میں رکھنا بھی پسند نہیں کرتیں تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی وقت میں ایک دم ختم ہو جائیں ۔ یہ تو ہرگز کبھی نہیں ہوگا ۔ جیسا کہ پہلے پیشن گوئی گذر چکی ہے البتہ ایسے واقعات گذر چکے کسی ملک میں جہاں خود حکمراں تھے انقلاب کے بعد وہ وہاں سے جان بچا کر بھی نہ جا سکے ۔ اسپین اس کی زندہ اور مشہور مثال ہے ۔

مسلمانوں کو آج ذلت و خواری کا منہ کیوں دیکھنا پڑ رہا ہے اور کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی کیوں غیروں کی طرف تک رہے ہیں ۔ اس کا جواب خود ہادی عالم ﷺ کے ارشاد میں موجود ہے کہ دنیا کی محبت اور موت کے خوف کے باعث یہ حال ہو رہا ہے جب مسلمان دنیا کو محبوب نہ سمجھتے تھے اور جنت کے مقابلے میں (جو موت کے بغیر نہیں مل سکتی) دنیا کی زندگی ان کی نظروں میں جو کچھ بھی حقیقت نہ رکھتی

تھی (اس لئے وہ موت سے ڈرتے نہ تھے) تو گو تعداد میں کم تھے لیکن دوسری قوموں پر حکمران رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کر کے غیروں کے دلوں تک حکومت کرنے لگے ۔

آج بھی جو ہمارا حال ہے ہم اسے خود بدل سکتے ہیں بشرطیکہ پچھلے مسلمانوں کی طرح دنیا کو ذلیل اور موت کو عزیز از جان سمجھنے لگیں ورنہ ذلت اور بڑھتی ہی رہے گی ۔

مسلمان مالدار رہوں گے مگر دیندار نہ ہونگے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مصعب بن عمیرؓ آ نکلے جن کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا ان کا یہ حال دیکھ کر اور ان کا اسلام سے پہلا زمانہ یاد کر کے رسول اللہ ﷺ رونے لگے (کیونکہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام لانے سے بیشتر بڑے ملائم اور قیمتی کپڑے پہنا کرتے تھے) پھر ارشاد فرمایا کہ (مسلمانو) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا ۔ جب صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام دوسرا جوڑا پہن کر (گھر سے نکلو گے اور ایک پیالہ سامنے رکھا جائے گا اور دوسرا پیالہ اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں پر (زیب و زینت کے لئے) اس طرح کپڑے کے پردے ڈالو گے جیسے کعبے کو کپڑوں سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب تو ہم آج کی نسبت بہتر ہونگے (کیونکہ) عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے اور کمانے کے لئے محنت نہ کرنی پڑے گی ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم اس دن کی نسبت آج ہی اچھے ہو ۔ (بظاہر اگرچہ مفلس ہو لیکن دولت ایمان سے مالدار ہو اور اس زمانہ میں بظاہر مالدار ہو گے لیکن ایمان کے اعتبار سے مفلس)

(بحوالہ ترمذی شریف)

درحقیقت آج وہی زمانہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کو خدا نے دولت دی ہے اور اس قدر دی ہے کہ اگر عمر بھر بھی نہ کمائیں اور دین ہی کے کاموں میں لگے رہیں تو انہیں

تنگدستی پیش نہیں آسکتی اور بقول حضرات صحابہؓ عبادت ہی میں سارا وقت خرچ کر سکتے ہیں مگر افسوس انہیں مرنے کے بعد کی زندگی کا فکر ہی نہیں۔ البتہ اچھے اچھے کھانے اور عمدہ سے عمدہ پہننے کا دھیان ضرور ہے۔اسکول جانے کا لباس علیحدہ بازار میں جانے کا جوڑا الگ، رات کا الگ، طرح طرح کے کھانے اور سالن پک رہے ہیں اور بس اس میں مست ہیں۔اس عیش وعشرت کی وجہ سے خدا کے سامنے تو جھکنا در کنار کبھی جھکنے کا خیال تک نہیں آتا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ وہ بہتات کا زمانہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔آج ہی تم اچھے ہو کہ تنگدستی کے باوجود دین پر جمے ہوئے ہو۔

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’خدا کی قسم مجھے تمہارے مالدار ہونے کا ڈر نہیں بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تمہیں دنیا زیادہ دے دی جائے جیسے تم سے پچھلے لوگوں کو دی گئی تھی اور تم دنیا میں اس طرح پھنس جاؤ جیسے وہ پھنس گئے تھے پھر تمہیں دنیا برباد کر دے جس طرح انہیں برباد کر دیا تھا۔‘‘

قابل غور بات یہ ہے کہ مالدار تو اس لئے دیندار نہیں کہ ان کے پاس مال ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ آج کل کے غریب بھی دین سے اتنے ہی دور ہیں جتنے مالدار بلکہ اس سے بھی زیادہ اور وجہ یہ ہے کہ دینداری کا ماحول نہیں رہا نہ مالدار گھرانوں میں نہ غریبوں کے جھونپڑوں میں۔فالی اللہ المشتکی . (بحوالہ علامات قیامت)

جھوٹ عام ہو جائے گا

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ کی عزت کرو تم میں (یعنی امت محمدیہ میں) سب سے اچھے لوگ یہی ہیں پھر ان کے بعد وہ اچھے ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے۔اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا حتی کہ یقیناً (ایک ایسا وقت آئے گا کہ انسان بغیر قسم دلائے قسم کھائے گا اور بغیر گواہ بنائے

گواہی دیں گے۔ (رواہ النسائی)

مسلم شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پھر ان کے بعد ایسے لوگ آجائیں گے جو موٹا ہونے کو پسند کریں گے۔

ان روایت کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ تبع تابعین کے دور کے بعد جھوٹ اس قدر ہوگا کہ بات بات میں بلاوجہ اور خواہ مخواہ جھوٹی قسم کھایا کریں گے۔ بلاضرورت بولنے کا مرض اس قدر پھیل جائے گا کہ بغیر گواہ بنائے بن کر کھڑے ہو جایا کریں گے۔ یہ واقعہ مجھے بھی معلوم ہے کہ جب یہ قصہ پیش آیا تو میں بھی موجود تھا حالانکہ اسے واقعہ کی خبر بھی نہ ہوگی۔جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی کا اتنا رواج ہوگا کہ گواہی قسم سے پہلے زبان سے نکلنے کی کوشش کرے گی اور قسم گواہی سے پہلے زبان پر آنا چاہے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ آئندہ زمانہ یقیناً ایسا ہوگا کہ شیطان انسانی صورت میں آکر لوگوں کو جھوٹی باتیں سنائے گا۔اس کی باتیں سن کر لوگ متفرق ہو جائیں گے جب ان میں سے کوئی شخص اس کی باتوں کی دوسروں سے روایت کرے گا تو کہے گا کہ میں نے یہ بات ایک ایسے شخص سے سنی ہے جسے چہرہ سے پہچانتا ہوں مگر نام نہیں جانتا۔

حدیث بالا میں یہی ارشاد ہے کہ موٹا ہونے کو زیادہ پسند کرینگے یعنی آخرت کی فکر ان کے دل سے جاتی رہے گی اور خدا کے سامنے جوابدہی کا خوف نہ ہوگا اور اسی بے فکری کے باعث بے تحاشا مرغن مال کھا کھا کر موٹے ہو جائیں گے۔ کھانا پینا اور مال جمع کر کے پھولنا ہی ان کی زندگی کا مقصد بن کر رہ جائے گا۔

مردوں کی کمی، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا۔ جہالت بہت بڑھ جائے گی۔ زنا کی

کثرت ہوگی۔ شراب پی جائے گی مرد کم ہوجائیں گے۔ عورتیں اس قدر زیادہ ہوجائیں گی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے کے لئے ایک ہی مرد ہوگا۔

اس حدیث میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس وقت ہو بہو ہو رہا ہے۔ البتہ عورتوں کی ابھی اتنی زیادتی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث میں مذکور ہے مگر یورپ کی جنگیں عنقریب ہی اس پیشگوئی کو سچا کر دکھانیوالی ہیں۔

علم اٹھ جائے گا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ (اسلام کے) فرائض خود بھی سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ قرآن خود پڑھو اور لوگوں کو بھی پڑھاؤ کیونکہ میں تمہارے پاس سے جانے والا ہوں اور علم (اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ حتی کہ جب کسی معاملہ میں دو شخص جھگڑیں گے تو کوئی فیصلہ کرنے والا تک نہ ملے گا۔)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بندوں میں سے خدا علم کو اچانک نہ اٹھائے گا بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو رفتہ رفتہ ختم کر دے گا۔ حتی کہ جب خدا کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو امیر اور (صدر) بنائیں گے اور ان سے مسائل اور معاملات کے بارے میں سوال کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

عمر میں بے برکتی ہوجائے گی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وقت جلدی جلدی نہ گزرنے لگے (پھر اس کی تشریح فرمائی کہ) ایک سال ایک ماہ کے برابر ہوگا اور ایک ماہ ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر ہوگا۔ اور ایک گھڑی ایسے

گذر جائے گی جس طرح آگ کا شعلہ یکا یک بھڑک کر ختم ہوجاتا ہے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

وقت جلدی جلدی گذارنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کے بارے میں شراح حدیث کے مختلف اقوال ہیں۔ اقرب اور راجح یہ ہے کہ عمریں بے برکت ہوجائیں گی اور انسان اپنی عمر سے دین و دنیا کے وہ سب فائدے حاصل کر سکے گا جو اس قدر لمبے وقت میں حاصل ہو سکتے تھے۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ آئندہ عمروں میں کیا کچھ بے برکتی ہونے والی ہے اسے تو خدا ہی جانے۔ اس وقت کا حال تو یہ ہے کہ جب مہینہ یا ہفتہ ختم ہوجاتا ہے تو فوراً خیال آتا ہے کہ ابھی شروع ہوا تھا یکا یک ختم ہوگیا اس حقیقت سے آج کل کے انسان انکار نہیں سکتے۔ (بحوالہ علامات قیامت)

کنجوسی عام ہوگی اور قتل کی کثرت ہوگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا (آئندہ چل کر) زمانہ جلدی جلدی گذرنے لگے گا اور علم اٹھ جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے اور دلوں میں کنجوسی ڈال دی جائے گی اور قتل کی کثرت ہوگی۔ (بحوالہ بخاری و مسلم شریف)

شراب کو بدل کر حلال کریں گے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اس طرح اسلام کو بگاڑنے کی کوشش کی جائے گی کہ شراب پئیں گے صحابہؓ نے سوال کیا کہ مسلمان شراب پئیں گے؟ حالانکہ خدا نے اسے سختی سے حرام فرمایا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسکا نام بدل کر حلال کر لیں گے۔

یعنی اسلام کے مدعی اس زمانے میں اس قدر دیدہ دلیر ہونگے کہ خدا کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کریں گے۔ شراب جیسی چیز کو بھی جسے قرآن نے ناپاک اور

شیطان کا فعل اور آپس کے بغض وعداوت کا باعث اور ذکر اللہ اور نماز سے روکنے کا شیطانی آلہ بتا کر سختی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے نہ صرف پئیں گے بلکہ اس کا نام بدل کر حلال سمجھ لیں گے۔ عالموں اور مفتیوں کو اس کا نام کچھ اور بتا دیں گے جس سے حرمت کا فتویٰ نہ دیا جا سکے۔ ایک شراب ہی کیا آج کل تو بہت سی حرام چیزوں کو تاویل کر کے حلال سمجھ لیا گیا ہے اور تاویلیں اس قدر لچر ہیں کہ تار عنکبوت (مکڑی کا جالا) سے زیادہ ان کی حقیقت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پڑھانے ہی کی اجرت کو لے لیجئے کہ اسے ناجائز سمجھتے ہیں اور پھر اس تاویل سے حلال بھی کہا جاتا ہے کہ صاحب ہم تو وقت کی اجرت لیتے ہیں، تو گویا جن اکابر سلف نے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا ان کے زمانہ میں بغیر وقت خرچ کئے ہی قرآن حکیم کی تعلیم دینے کا کوئی طریقہ موجود ہوگا۔

اسی طرح رشوت کو ہدیہ سمجھ کر حلال سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر کھود کرید کر پتہ لگایا جائے تو وہ رشوت ہی نکلے گی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی حاکم کو اس کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے رشتہ داری یا دوستانہ میں کچھ لیا دیا کرتا تھا تو اس کا لینا تو ہدیہ ہے اور عہدہ پر جانے کے بعد جو لوگ دینے لگے ہیں وہ سب رشوت ہے۔

مسلم کی ایک حدیث میں ہے رسول خداﷺ نے ایک صاحب کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا جنہیں ابن اللتبیہ کہتے تھے کہ جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے لائے تو عرض کیا یہ تمہارا ہے (یعنی بیت المال کا حصہ ہے) اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول خداﷺ نے خطبہ دیا اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا اما بعد۔ میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان کاموں کے لئے مقرر کرتا ہوں جن کا خدا نے مجھے متولی بنایا ہے تو ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے (اگر ایسی ہی پوزیشن رکھتا تھا) تو اپنے ماں باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گیا۔ پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔

''کیوں نہ بیٹھا اپنے ماں باپ یا ماں کے گھر میں''۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ

جو چیز عہدہ کی وجہ سے ملے وہ رشوت ہی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ حرام چیز کا نام بدل کر اور اس کی دوسری صورت بنا کر حلال سمجھ لینا اس امت سے پہلے لوگوں میں بھی رائج تھا چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو کہ خدا نے جب چربی کا استعمال ان پر حرام کر دیا تو اسے اچھی صورت میں (یعنی تیل بنا کر) بیچا اس کی قیمت کھا گئے۔

سود عام ہوگا اور حلال وحرام کا خیال نہ کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان یہ پرواہ نہ کرے گا کہ اس نے حلال حاصل کیا یا حرام لیا۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں آج کل حلال تو ملتا ہی نہیں لیکن یہ سمجھنا کہ حلال آج کل ملتا ہی نہیں نفس کا دھوکہ ہے چونکہ حلال کا دھیان رکھنے کی وجہ سے انسان قیود وحدود میں بندھ جاتا ہے اور بقول حضرت سفیان ثوریؒ **الحلال لایحتمل السرف.**

حلال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اور عیش ومستی کی زندگی گذارنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے نفس یہ تاویل سمجھاتا ہے کہ آج کل حلال تو ملتا نہیں لہٰذا حرام حلال کا خیال فضول ہے۔ لیکن جن بندوں کے دل میں خدا کا خوف ہے اور جنہوں نے سرور عالمﷺ کا فرمان۔

لایدخل الجنۃ لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ بہ.

جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام سے بڑھا ہو جو گوشت حرام سے بڑھا ہو دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہوگی سنا ہے، وہ حلال کا دھیان رکھتے ہیں اور خدا انہیں حلال ہی دیتا ہے۔ اگر چہ حلال ان کو زیادہ نہیں ملتا اور حلال طلب کرنے والوں

کی بسا اوقات دنیوی ضرورتیں بھی رکی ہوتی ہیں۔ لیکن آخرت کے لئے بے پناہ عذاب سے بچنے کے لئے دنیا کی جلد ہی ختم ہو جانے والی تکلیفوں کا برداشت کرنا ہر عقلمند کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حلال ملنے کی دقت بھی تو خود ہماری پیدا کردہ ہے اگر تقویٰ اور پرہیز گاری کی طرف لوگوں کا رخ ہو جائے اور سب حلال کمانے کی فکر کریں تو جو مشکلات آج پیدا ہو رہی ہیں وہ کسب حلال میں ہرگز پیش نہ آئیں مگر حال یہ ہے کہ جو دیندار اور پرہیز گار سمجھے جاتے ہیں۔ برس ہا برس کے نمازی ہیں وہ بھی کمانے کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی خدمت میں یہ معلوم کرنے کے لئے نہیں پہنچتے کہ میں یہ تجارت کرنا چاہتا ہوں یا فلاں محکمہ میں مجھے ملازمت مل رہی ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور تجارت میں فلاں معاملہ مشروع ہے یا نامشروع؟ ہاں سجدہ سہو اور وضو غسل کے مسائل خوب پوچھتے ہیں اور انکے بارے میں خوب بحث بھی کی جاتی ہے۔ حالانکہ شریعت میں ہر محکمہ اور معاملہ کے احکام موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ساتھ یہود کا یہی معاملہ تھا کہ بعض پر عمل کرتے اور بعض کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ اس حقیقت کو خداوند قدوس نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

افتو منون بعبض الکتاب و تکفرون ببعض (سورۃ البقرہ)

کیا خدا کی کتاب کے ایک حصہ پر تمہارا ایمان ہے اور تم اسی کتاب کے کچھ حصو ں کا انکار کرتے ہو؟

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس درہم (تقریباً) کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا (یعنی دسواں حصہ بھی اگر حرام کا ہو) تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا خدا اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبے سفر میں ہو (یہ اس لئے فرمایا کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کی شکستہ حالی کا یہ

عالم ہو کہ) بال بکھرے ہوئے ہوں، غبار آلود ہو (اور) آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے یا رب یا رب کہہ کر دعا کرتا ہو اس کا کھانا بھی حرام ہو، لباس بھی حرام ہو اور حرام اس کی غذا رہی ہو تو اس وجہ سے کس طرح اس کی دعا قبول ہو گی۔

ان وعیدوں کے باوجود بھی مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ حرام لینے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے مشتبہ چیز تک سے بچنے کا حکم فرمایا تھا کہ۔

دع ما یریبک الی مالا یریبک (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھ جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔

احمد اور دارمی کی روایتوں میں اس کی مزید توضیح اس طرح آتی ہے کہ

بھلائی وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو جائے اور دل میں کھٹکا نہ رہے اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور اس کو کرنے سے سینے میں گھٹن محسوس ہو (یعنی اس کے حلال ہونے کی دل گواہی نہ دے۔) اگرچہ مفتی تجھے (اس کے حلال ہونے کا) فتویٰ دیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک مفتی نہ ہو گا جب تک حلال کو بھی اس خوف سے نہ چھوڑ دے کہ کہیں حرام نہ ہو۔

سود عام ہو گا

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ضرور ایک ایسا دور آئے گا۔ کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو سود کھانے والا نہ ہو اگر سود نہ بھی کھائے گا تو اسے سود کا دھواں اور بعض راویات میں غبار) پہنچ جائیگا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

یہ پیشگوئی بھی اس وقت صادق آرہی ہے۔ بینکوں سے تعلق رکھنے والے اور بینک کے ذریعہ کاروبار چلانے والوں کو اور پھر ان سے شرکت یا ملازمت کے

ذریعہ روپیہ حاصل کرنے والوں کو شمار کرلو پھر دیکھو کہ سود سے یا اس کے اثر سے کون بچ رہا ہے؟

چرب زبانی سے روپیہ کمایا جائے گا

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ موجود نہ ہونگے جو اپنی زبانوں کے ذریعے پیٹ بھریں گے جیسے گائے، بیل، اپنی زبانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔

''زبانوں کے ذریعے پیٹ بھریں گے''، یعنی لمبی لمبی تقریریں کریں گے اور گھنٹوں مسلسل لیکچر دے کر عوام کو اپنی جانب مائل کریں گے اور ان کا ذریعہ معاش زبانی جمع خرچ اور لیڈری ہوگا اور اس طریقے سے روپیہ ملے گا بلالحاظ حرام وحلال خوب ہضم کرتے جائیں گے جس طرح گائے بیل خشک وتر کا لحاظ کئے بغیر اپنے سامنے کا تمام چارہ چٹ کر جاتے ہیں۔

زیادہ بولنا اور مسلسل بولنا رسول خدا ﷺ کو پسند نہ تھا اس لئے بہت سے ارشادات میں کم بولنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

اور اس عادت سے منع فرمایا ہے کہ بولتے ہی چلے جاؤ اور درمیان میں توقف بھی نہ کرو۔ خود رسول ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی بات فرماتے تو تین بار فرماتے تھے تاکہ سمجھنے والے سمجھ لیں یہ نہیں کہ ایک بات کہی پھر دوسری پھر تیسری اور مسلسل بولتے رہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے کلمات علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ رسول خدا ﷺ تمہاری طرح بات پر بات نہ پروتے جاتے تھے بلکہ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ تمام کلمات الگ الگ ہوتے تھے (اور) جسے پاس بیٹھنے والے یاد کر لیتے تھے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مگر آج سب سے اچھا مقرر اسی کو سمجھا جاتا ہے جو کئی گھنٹے مسلسل بولتا جائے اور ایسی تقریر کرے جو بہت سے حاضرین کی سمجھ سے بھی بالاتر ہو۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے لمبی تقریر کرڈالی تو حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ اگر یہ زیادہ نہ بولتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔ کیونکہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے کم بولنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کم بولنا ہی بہتر ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا یقیناً زبان دراز آدمی سے بہت ناراض رہتا ہے جو (بولنے میں) اپنی زبان کو اس طرح چلاتا ہے جیسے گائے (کھانے میں) اپنی زبان (دانتوں اور زبان کے آس پاس) چلاتی ہے۔

چونکہ دور حاضر کے لیڈر اور واعظوں اور مقرروں کی غرض شاہراہ عمل پر ڈالنا نہیں ہوتی بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ لوگ ہماری تقریر سے محظوظ ہوں اور ہمارے معتقد بن جائیں اس لئے وعظ وتقریر کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے حق میں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے۔

من تعلم صرف الكلام قلوب الرجال الناس لم يقبل الله منه يوم القيٰمةِ صرفا ولا عدلا. (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جس نے بات پھیرنے کا طریقہ اس لئے سیکھا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے قیامت کے دن خدا نہ اس کے نفل قبول کرے گا نہ فرض۔

گمراہ کن لیڈر اور جھوٹے نبی پیدا ہوں گے

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا یہ میرے ساتھی (حضرات صحابہ) واقعۃً بھول گئے یا (ان کو یاد تو ہے مگر) بظاہر بھولے ہوئے رہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے دنیا ختم ہونے سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے فتنہ کے ہر اس لیڈر کا نام مع اس

کے باپ اور قبیلہ کے نام کے بتادیا تھا جس کے ماننے والے ۳۰۰ یا اس سے زائد ہوں۔

حضرت ثوبانؓ کی راویت میں ہے کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا خوف ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت نہ ہوگی جب تک ۳۰ کے قریب ایسے فریبی (اور) جھوٹے نہ آجائیں جن میں ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ سے لوگ بھلائی کی باتیں پوچھا کرتے تھے (آئندہ کیا کیا بہتری کا زمانہ آنے والا ہے) اور میں آپ سے برائی کے متعلق پوچھا کرتا تھا (کہ آئندہ کیا کیا مصائب بلائیں اور حوادث وآفات کا ظہور ہونے والا ہے) تاکہ آنے والی بلائیں مجھے نہ گھیر پاویں۔اسی عادت کے مطابق میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ ہم جاہلیت اور خرابی میں پڑے ہوئے تھے خدا نے اسے دور فرما کر ہم کو یہ بہتری (یعنی اسلام کی دولت) عنایت فرمائی تو کیا اس بہتری کے بعد برائی کا ظہور ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں میں نے عرض کیا۔ پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں لیکن اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی۔(یعنی وہ خیر صاف نہ ہوگی بلکہ اس میں پانی کی طرح ملاوٹ ہوگی۔) میں نے عرض کیا کہ کدورت کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے علاوہ دوسرے طریقے پر چلیں گے۔میرے طرز زندگی کے علاوہ زندگی کے دوسرے طریقوں کی راہ بتائیں گے۔ان کے فعل تم اچھے بھی دیکھو گے اور برے بھی۔ میں نے عرض کیا تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا ارشاد فرمایا ہاں دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر (اپنی طرف) بلانے والے ہونگے (یعنی دوزخ میں لے جانے والے افعال کی دعوت دیں گے) جو شخص ان دروازوں کی طرف چلنے کے لئے ان کی دعوت قبول کرلے گا اسے دوزخ میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا

ہمیں ان کا (مزید کچھ) تعارف کرادیجئے۔ارشاد فرمایا وہ ہم ہی میں سے ہوں گے اور ہماری زبانوں والی (مواعظ وحکم) باتیں کریں گے، میں نے عرض کیا کہ اگر میری زندگی میں وہ وقت آجائے تو ارشاد فرمائیے۔ میں اس وقت کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امیر سے چمٹے رہنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی جماعت (اسلامی طریقہ پر منظّم) نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو تو کیا کروں؟ ارشاد فرمایا تو ان سب فرقوں سے الگ رہنا اگر چہ تجھے (آبادی میں جگہ نہ ملنے کے سبب) کسی درخت کی جڑ دانتوں سے کاٹنی پڑے اور اسی حال میں تجھے موت آجائے (مطلب یہ ہے کہ خواہ کیسی ہی تنگی اور سختی برداشت کرنی پڑ جائے۔ان فرقوں اور پارٹیوں سے الگ رہنا ہی تیری نجات کا سامان ہوگا۔

(بحوالہ بخاری ومسلم شریف)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ کے سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ایسے رہبر ہوں گے جو میری ہدایت کو قبول نہ کریں گے اور میرے طریقے کو اختیار نہ کریں گے اور عنقریب ان میں سے ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل انسانی بدن میں ہوتے ہوئے بھی شیطان والے دل ہوں گے۔ مدعیان نبوت، باطل کے داعی اور گمراہی کے رہبر صدیوں سے ہوتے چلے آئے ہیں اور اس دور میں تو ایسے لوگوں کی بہت ہی کثرت ہے جو ملحدانہ اور غیر اسلامی نظریوں کی دعوت دیتے ہیں ان کا بصیرت افروز بیان اور روح پرور تقریریں قرآن حکیم کی آیات اور سرور عالم ﷺ کی ارشادات سے پر ہوتی ہیں مگر ان آیات واحادیث سے کفر والحاد کے نظریوں کی تائید کی جاتی ہے اور غضب کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسلامی نظریات کو سمجھا تک نہیں وہ چند آیات واحادیث یاد کر کے دوسری پارٹیوں کے نظریات کو خالص اسلامی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایک طرف گمراہ کن لیڈروں نے امت کو برباد کر رکھا ہے۔دوسری طرف جاہل اور دنیادار پیروں نے ایمان اور اعمال صالحہ

سے کھو دیا ہے۔ پیر کو نذرانہ دینا۔ قبروں کی زیارت کرنا، عرسوں کے جلوے دیکھنا اور اولیائے سلف کے ارشادات اور قصوں کو یاد کر لینا اور بیان کر دینا ہی نجات کا سامان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کی موٹی موٹی باتوں (روزہ نماز وغیرہ تک سے) پیر بھی بھاگتے ہیں اور مرید بھی اعمال صالحہ کے اعتبار سے صفر ہی نظر آتے ہیں۔ پھر آیات واحادیث کی وہ دلچسپ اور من سمجھی تفسیریں گھڑ رکھی ہیں جن میں سے بعض تو سراسر کفر ہیں جہاں مثنوی مولانا روم کے کچھ اشعار یاد ہوئے حضرت جنید وشبلی کے کچھ ارشادات کا پتہ چلا اور خواجہ اجمیریؒ اور دیگر اولیاء امت کی کچھ کرامتیں معلوم ہوئیں بس کامل و مکمل بن گئے۔

قتل کی اندھیر نگری ہوگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے خدا کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے گا کہ قاتل کو یہ علم بھی نہ ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور مقتول یہ نہ جانے گا کہ میں کیوں قتل ہوا کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا؟ ارشاد فرمایا فتنوں کی وجہ سے قتل (بہت ہی زیادہ ہوگا) پھر ارشاد فرمایا (ان فتنوں میں) قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنم میں داخل ہوں گے۔

قاتل کا دوزخی ہونا تو ظاہر ہے کہ اس نے ناحق دوسرے کا خون کیا اور مقتول کے دوزخی ہونے کیوجہ دوسری حدیث میں یہ آئی ہے کہ چونکہ وہ بھی دوسرے کو قتل کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا اس لئے وہ بھی دوزخی ہوگا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

آج کل جس قدر قتل واقع ہو رہے ہیں۔ عموماً ان کی وجہ فتنوں کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ قومی عصبیت اور فرقہ پرستی کے باعث ہزاروں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور قاتل کو مقتول کی خبر نہیں ہوتی نہ مقتول کو قاتل کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے فرقہ کا جو شخص

ہاتھ لگا ختم کر ڈالا اور اس کے ختم کرنے کے لئے بس یہی دلیل کافی ہے کہ وہ قاتل کے فرقہ میں سے نہیں ہے، چند انسانوں کے نظریوں کی جنگ نے ایسے ایسے آلات جنگ تیار کر لیے ہیں کہ شہر کے شہر ذرا دیر میں فنا کے گھاٹ اترتے چلے جاتے ہیں پھر تعجب یہ ہے کہ ہر فریق یہ بھی کہتا ہے کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے فرقہ وارانہ قتل وقتال کے حق میں فرمایا ہے۔

ومن قاتل تحت رابة حمية يغضب لعصبية اويدعو لعصبية اوينصر عصبية فقتل فقتلة جاهلية وفي رواية ليس منامن دعا الى عصبية وليس منامن قاتل عصبية وليس منا من مات علىٰ عصبية.

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جس نے ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کی جس کا حق یا باطل ہونے کا علم نہ اور عصبیت کی ہی خاطر غصہ ہوتا اور عصبیت ہی کے لئے دعوت دیتا، عصبیت ہی کی مدد کرتا ہوتو اگر وہ مقتول ہوا تو جاہلیت کی موت قتل ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت دعوت دے اور عصبیت کے لئے جنگ کرے اور عصبیت پر مر جائے۔

ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ عصبیت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

امانت اٹھ جائے گی

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ہمیں دو باتیں بتائی تھیں۔ جن میں سے ایک دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔ ایک بات تو آپ نے ہمیں یہ بتائی تھی کہ بے شک انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں امانت اتاردی گئی پھر اس کی (تفصیلات) لوگ قرآن سے اور رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے سیکھ گئے (اس کو میں

اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں) دوسری بات آپ نے امانت اٹھ جانے کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ انسان ایک بار سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور بجائے (اصل امانت کے) فقط ایک نقطہ سا رہ جائے گا پھر دوبارہ سوئے گا تو باقی امانت بھی اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر نقطہ کی طرح بھی نہ رہے گا بلکہ) ٹھیٹ کی طرح رہ جائے گا جیسے تم پاؤں پر چنگاری ڈالو اور اس کی وجہ سے ایک آبلہ (چھالا) پڑ جائے جو اوپر سے پھولا ہوا دکھائی دے اور اندر سے کچھ نہ ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ لوگ آپس میں معاملات کریں گے تو کوئی امانت ادا کرنے والا نہ ملے گا اور یہ تذکرے ہو اکریں گے فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے (یعنی تلاش کرنے بمشکل کوئی امانت دار ملا کرے گا) اور انسان کی تعریف میں یوں کہا جائے گا کہ فلاں بڑا عقلمند (چلتا پرزہ) ہے اور بڑا ہی ظریف ہے اور بڑا ہی قوی ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

یعنی تعریف ایمانداری کی نہیں بلکہ چال بازی کی ہوا کرے گی۔

حضرت حذیفہؓ نے امانتداری کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور امانت ختم ہوجانے کا دور آنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ہماری آنکھیں آج اس دوسرے زمانہ کو دیکھ رہی ہیں کہ امانت عنقا ہوگئی ہے۔ انسانوں کی عام زندگی کا رخ اس طرف مڑ گیا کہ جہاں تک ہو سکے دوسرے سے لے لو اور جس طرح بھی اس کا حق نہ دو۔ اگر کوئی اپنا حق بھول جائے تو بہت غنیمت سمجھا جاتا ہے اور اسے حق یاد دلانے اور ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ ریل میں مثلاً بغیر ٹکٹ بیٹھے چلے گئے اور ٹکٹ چیکر کو پتہ نہ چلا تو ہر گز یہ نہ سوچیں گے ہم خود حق ادا کر دیں بلکہ حق دبا لینے پر خوش ہوں گے کہ آج تو ہم نے مفت میں سفر کیا اور ٹی ٹی کو (گالی دیکر) کہیں گے کہ ایک ڈھیلا بھی نہ دیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ امانتداری کا صرف مال ہی سے تعلق نہیں بلکہ ہر وہ حق جو ہمارے ذمہ کسی کا ہو اس کی حق تلفی خیانت میں شامل ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں

ہے کہ مجلس امانت کیساتھ ہوتی ہیں۔ (مجلس کی بات نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے) نیز رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص بات کرے اور اسے چھپانے کے لئے ادھر ادھر دیکھتا ہو (کہ کوئی سن تو نہیں رہا) تو وہ بات امانت ہے اور فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تمہارا بھائی تمہیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹی بات بیان کر رہے ہو اور فرمایا کہ جو شخص کسی جماعت کا امام بنا اور اس نے صرف اپنے لئے دعا کی (اور مقتدیوں کو دعا میں شامل نہ کیا) تو اس نے خیانت کی اور جس نے بلا اجازت کسی کے گھر میں نظر ڈالی تو اس نے بھی خیانت کی۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

یعنی یہ تمام باتیں امانت داری کے خلاف ہیں۔ ہر ملک وقوم اور خاندان میں عقلمندی، خوش طبعی، چالاکی، دلیری، جسمانی قوت، مالداری، زراندوزی وغیرہ تو پائی جاتی ہے مگر علم حقیقی، شرافت، اخلاق نبوی ﷺ، صداقت، سخاوت، رحم، تسلیم، رضا صبر، تفویض، توکل ایثار، امانتداری وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا تو درکنار ان کا سمجھنا بھی بے ضرورت سا ہو گیا ہے۔

بلند مکانات پر فخر کیا جائے گا اور نالائق حکمراں ہوں گے

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آکر ایک صاحب نے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور تم اس معاملہ میں برابر ہیں (یعنی اس کا جیسے تمہیں پتہ نہیں مجھے بھی علم نہیں) ان صاحب نے عرض کیا تو اس کی نشانیاں ہی بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا (اس کی بعض نشانیاں) یہ ہیں کہ عورتیں ایسی لڑکیاں جننے لگیں جو ان (ماؤں) پر حکم چلائیں اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیر اور ننگے بدن والے تنگدست اور بکریاں چرانے والے مکانات کی بلندی پر فخر کریں (یہ حضرت عمرؓ کی روایت کے الفاظ ہیں) اور حضرت ابوہریرہؓ کی

روایت میں ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ننگے پیر اور ننگے بدن والوں، گونگوں بہروں کو زمین کا بادشاہ دیکھو (اس وقت قیامت قریب ہوگی۔)

مکانات کی بلندی پر فخر کرنا اور ایسی اولاد کا پیدا ہو جانا جو والدین پر حکم چلائیں اس دور میں ہو بہو موجود ہے۔ جو اہل ثروت اور سرمایہ دار ہیں وہ تو بڑی بڑی بلڈنگیں بناتے ہی ہیں مگر جن کے پاس کھانے پہنے کو بھی نہیں وہ بھی پیٹ کاٹ کاٹ کر اور قرض لے لے کر اپنے گھروں کی عمارت اونچی بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ جہاں انسان کے اوراوصاف کی تعریف کی جاتی ہے وہاں عمدہ مکان، بیٹھک و بنگلہ کا مالک ہونا بھی زبان پر آجاتا ہے۔

ننگے بدن اور ننگے پیر والے بادشاہ تو ابھی موجود نہیں ہوئے آئندہ ضرور ہوں گے جیسا کہ سرور عالم ﷺ نے خبر دی ہے۔ البتہ ایسے حکمران موجود ہیں جنہیں ''گونگا'' اور بہرا کہنا بالکل صحیح ہے کیونکہ ان میں نہ حق سننے کی صلاحیت ہے نہ حق کہنے کی قابلیت ہے ان کے مختلف اخبار اور لیڈران کو حق پر لانے کی کافی کوشش کرتے ہیں۔ مضامین اور آرٹیکل لکھ کر بھی جھنجوڑتے ہیں مگر گورنر ہوں یا وزراء یا نیچے کے حکمراں ہوں اپنی کج روی کو چھوڑنے کے لئے ذرا ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان کی گویائی کا یہ عالم ہے کہ تقریروں اور بیانوں میں اس قدر صاف اور صریح جھوٹ بول جاتے ہیں کہ اخباران کے جھوٹ کی داد دیتے دیتے تھک جاتے ہیں اور عوام کے دلوں سے اپنے حکمرانوں کی بات کا اعتماد اٹھتا چلا جاتا ہے۔ پھر نااہل اس قدر ہیں کہ جو محکمہ ان کے سپرد کیا جاتا ہے وزیر و گورنر ہے اور ہزاروں روپے کی تنخواہ بٹورنے کے شوق میں اسے قبول تو کر لیتے ہیں مگر محکمہ کی ذمہ داریوں کو پوری طرح انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ بخاری شریف میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک دیہاتی نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امانتداری جاتی رہے تو قیامت کا انتظار کرنا سائل نے دوبارہ دریافت کیا کہ امانت داری کیسے ضائع ہوگی؟

ارشاد فرمایا۔ جب عہدے نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں (جیسے صدارت، قیادت، حکومت، وزارت، تدریس، امامت خطابت، افتاء وغیرہ) تو قیامت کا انتظار کرنا (یعنی جب ایسا ہوگا تو امانت داری بھی ضائع کر دی جائے گی، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نالائق حکمرانوں کے علاوہ دوسرے عہدوں پر فائز ہونے والے بھی نااہل ہوں گے چنانچہ آج کل موجود ہیں۔ ملحد، فاسق، بخیل، بدکار اور بداخلاق لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں، ممبران پارلیمنٹ اس قدر نااہل ہیں کہ معمولی معمولی باتوں پر بحث کرتے کرتے، ہفتوں گذر جاتے ہیں اور کسی اچھے نتیجے پر نہیں پہنچتے، جو لوگ معزز اور اہل عقل سمجھے جاتے ہیں، دولت وثروت کی وجہ سے انہیں بڑا آدمی کہا جاتا ہے ان کے افعال و کردار بسا اوقات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے بڑوں کی بدکرداری کسی درجہ بڑھی ہوئی ہے اور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لا تقوم الساعة حتى يكون اسعد للناس باالدنيا لكع بن لكع .

(بحوالہ ترمذی شریف)

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دنیا کا سب سے زیادہ حصہ ایسے شخص کو نہ مل جائے جو خود بھی کمینہ ہوگا اور اس کا باپ بھی کمینہ ہوگا۔

جلد ہی دنیا پر صادق آنے والا ہے۔ اس وقت انسانوں میں بلند اخلاق والے انسان بہت ہی کم ہیں اور وہ وقت موجود ہے جس کا بخاری شریف میں ذکر ہے رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يذهب الصالحون الاول فالاول وتبقٰى حفالة كفالة الشعير والتمر لايبا ليهم الله باله.

لوگ یکے بعد دیگرے ختم ہوتے جائیں گے اور بیکار لوگ رہ جائیں گے جیسے ردی جو یا کھجور کا کوڑا رہ جاتا ہے۔ خدا ان کی ذرا پرواہ نہ کرے گا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام (بادشاہ) کو قتل نہ کردو اور تلواریں لے کر آپس میں نہ لڑلو اور دنیا کے وارث شریر لوگ نہ بن جائیں۔

سرخ آندھی اور زلزلے آئیں گے صورتیں مسخ ہو جائیں گی اور آسمان سے پتھر برسیں گے

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو (گھر کی) دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور (دینی) تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے مسجدوں میں (دنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے قبیلہ (خاندان) کے سردار بددین لوگ بن جائیں۔ کمینے قوم کے ذمہ دار ہو جائیں۔ انسان کی عزت اس لئے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلادے (یعنی خوف کی وجہ سے) گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے شرابیں پی جانے لگیں اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے (نیک لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس زمانہ میں سرخ اور زلزلوں کا انتظار کر، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے دانے گرنے لگے۔ (ترمذی شریف)

حضرت علیؓ سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ (مرد) ریشمی لباس پہننے لگیں گے۔

اس حدیث میں جن باتوں کی خبر دی گئی ہے وہ اس وقت موجود ہو چکی ہیں اور ان کے بعض نتیجے (یعنی زلزلے وغیرہ) بھی جا بجا ظاہر ہو رہے ہیں اگر امت کے

کارناموں پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اور پھر ان عذابوں پر غور کیا جائے جو زلزلوں وغیرہ کی صورت میں سامنے آرہے ہیں، تو اس حقیقت کا پورا پورا یقین ہو جائے گا جو کچھ مصائب و آفات آج ہم دیکھ رہے ہیں وہ ہمارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ اور بدکاری کا بدلہ ہے۔ اس حدیث کی اصل عبارت کے علیحدہ علیحدہ جزو کر کے مزید توضیح کرتا ہوں۔ **اتخذ الغنی دولا**۔ (جب مال غنیمت کا مال گھر کی دولت سمجھا جانے لگے) اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب لمعات لکھتے ہیں۔

والمراد فی الحدیث ان الاعنیا واصحاب المناصب یتداولون اموال الغنی ویمنعونها من مستحقیها ویستاثرون بحقوق الفقرء.

اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار اور عہدہ دار غنیمت کے مال کو (جو عام مسلمانوں اور فقراء و مساکین کا حق ہوتا ہے) آپس میں بانٹ کھائیں اور مستحقین کو دینے کی بجائے فقراء کا حق خود ہی دبا بیٹھیں صاحب لمعات کا آخری جملہ **ویستاثرون بحقوق الفقرء** (مالدار فقراء کا حق خود ہی دبا بیٹھیں) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حدیث شریف میں مال غنیمت بطور مثال کے ذکر فرمایا ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ دنیا کے بااثر اور سرمایہ دار لوگ فقراء کے حقوق خود ہی ہضم کرنے لگیں گے جیسا کہ آج ہم اوقاف کے بارے میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مساجد کے متولی اور مدارس کے مہتمم اور دیگر اوقاف کے منتظم مستحقین کو محروم رکھتے ہیں اور رجسٹر میں غلط حساب لکھ کر رقم خود ہی دبا لیتے ہیں اور اب تو یہ رواج بہت ہی چل پڑا ہے کہ محض اپنی ذاتی اور دنیوی غرض کے لئے مدارس کھولے جاتے ہیں اور قرآن وحدیث کی خدمت کے نام پر چندہ جمع کر کے عیش پرستی کی جاتی ہے یہ کوئی فرضی افسانہ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے شاید کوئی فرد ہی ناواقف ہو۔

ولامانة مغنماً (اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے) یعنی جب کوئی شخص امانت کا مال رکھ دے تو اس میں خیانت کرتے ہوئے ذرا بھی پس و پیش نہ کی جائے

اور بالکل اس طرح خرچ کیا جائے جیسے اپنا مال ہو اور میدان جہاد سے بطور غنیمت کے ملا ہو یا باپ دادا کی میراث سے ہاتھ لگا ہو۔ **والزکوۃ مغرماً** (اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے) یعنی زکوٰۃ دینا نفس پر ایسا گراں اور ناگوار ہوگا کہ جیسے خواہ مخواہ کسی چیز کا تاوان (ڈنڈ) دینا پڑ جائے اور بغیر کسی ضرورت کے مال خرچ کرنا پڑے ہمارے زمانہ میں زکوٰۃ دینے والے بہت ہی کم ہیں اور دینے والوں میں بھی خوش دلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں۔

دوسری حدیثوں میں آپ نے زکوٰۃ نہ دینے کے خاص خاص برے نتائج بھی ذکر فرمائے ہیں مثلاً ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں گے ان سے بارش روک لی جائے گی (حتی کہ) اگر چوپائے (گائے بھینس وغیرہ) نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو یعنی زکوٰۃ نہ دینے پر بھی جو تھوڑی بہت بارش ہو جاتی ہے وہ انسانوں کے لئے نہیں بلکہ خداوند عالم حیوانات کے لئے بارش برساتے ہیں اور ان کے طفیل میں انسانوں کا بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ انسان خود اس لائق نہ رہیں کہ اللہ جل شانہ ان پر رحم فرمائے بلکہ چوپایوں کے طفیل میں انہیں پانی ملے **(وتعلم لغیر الدین)** اور دینی تعلیم غیر دین (یعنی دنیا) کے لئے حاصل کی جائے۔ آج کل علماء اور حافظوں کا یہی حال ہے کہ دنیاوی جاہ و حشمت، دولت و ثروت، ملازمت اقتدار کی خاطر پڑھتے ہیں۔ چند کوڑیاں ملنے لگیں تو وعظ بھی فرما دیں اور قرآن بھی سکھا دیں۔ تجوید کی مشق بھی کرا دیں۔ امامت بھی کر لیں۔ اس کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پانچوں وقت مصلے پر نظر بھی آئیں اور اگر ملازمت باقی نہ رہے تو اللہ کے لئے ایک گھنٹہ بھی قرآن و حدیث کا درس دینے کو تیار نہ ہوں اور امامت جاتی رہے تو جماعت تو کیا پورا وقت گذر جائے مگر نماز نہ پڑھیں۔

واطاع الرجال امرتہ وعق امہ (اور انسان بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کو ستائے) یعنی بیوی کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرے اور ماں کی خدمت

کی بجائے اسے تکلیف پہنچائے اس کے آرام و راحت کا خیال نہ کرے اور اس کا کہنا نہ مانے موجودہ دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

وادنی صدیقہ واقصی اباہ اور اپنے دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے۔ یعنی وہ دوست کی قدر و منزلت تو دل میں ہو مگر باپ کی خدمت اور دلداری کا خیال نہ ہو، باپ کی بات پر دوست کی فہمائش و فرمائش مقدم ہو۔ حضرت علیؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں **وبر صدیقہ وجفا اباہ** (کہ دوست کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور باپ پر ظلم کرے) جیسا کہ آج ہم آپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں کہ لوگ ماں باپ کی خدمت سے بہت ہی غافل ہیں۔ حالانکہ حدیثوں میں وسعت رزق اور عمر بڑھنے کے لئے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ جس گناہ کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں لیکن والدین کے ستانے کی سزا مرنے سے پہلے ہی دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔

وظھرت الاصوات فی المساجد (اور مسجدوں میں شور ہونے لگے) یعنی مسجدوں کا ادب و احترام دل سے جاتا رہے گا اور شور و شغب، چیخ و پکار سے گونج اٹھا کریں گی۔ عموماً آج کل مساجد کے ساتھ مسلمانوں کا یہی برتاؤ ہے۔

وساد القبیلۃ فاسقھم وکانا زعیم القوم ارذلھم (بددین خاندان کے سردار اور کمینے قوم کے ذمہ دار بن جائیں) بالکل یہی آج کل ہو رہا ہے کہ دین دار اور متقی انسان کو خاندان کی باگ ڈور نہیں سونپی جاتی بلکہ دنیا دار لوگ خاندان کے سردار اور بڑے سمجھے جاتے ہیں جب کوئی جماعت یا پارٹی بنے تو گویا اس کے اغراض و مقاصد محض دینی اور اسلامی بنائے جاتے ہیں نام بھی خالص مذہبی ہو مگر اس کا صدر وسکیٹری ایسے شخص کو چنا جاتا ہے جس میں دینداری اور پرہیزگاری، خدا ترسی، رحم، زہد، دیانت، امانت وغیرہ صفات حسنہ نام کو بھی نہ ہوں۔

واکرم الرجل مخانة شرہ اورانسان کی عزت اس لئے کی جائے کہ وہ شرارت نہ پھیلائے) یعنی ادب واحترام، تعظیم واکرام دل میں تو نہ ہو لیکن ظاہری طور پر اس لئے تعظیم سے پیش آنے کا رواج ہو جائے کہ اگر فلاں شخص کو'' آداب عرض'' نہ کریں تو کوئی شرارت پھیلا دے گا اور اپنے اقتدار اور روپے پیسے کے غرور میں نہ جانے کسی وقت کونسی مصیبت کھڑی کر دے۔ اس وقت ہو بہو ایسا ہو رہا ہے کہ جن کے سامنے عزت کی جاتی ہے۔ پیچھے ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے شریروں کے ہاتھ میں اقتدار آنے اور مال ودولت ان کے پاس ہونے اورعوام کے اس قدر گر جانے کے باعث کہ کسی بااقتدار شخص کو شریر سمجھتے ہوئے بھی بجائے برائیوں سے روکنے اور اس کے سامنے حق کہنے کے عزت سے پیش آنے لگیں یہ **واکرم الرجل مخانة شرہ** کی پیشین گوئی صادق آتی ہے۔

وظہرت القینات والمعازف (گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان رائج ہو جائیں) جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاں کچھ پیسے پاس ہو جاتے ہیں یا معقول ملازمت مل جاتی ہے تو سب سے پہلے لہو ولعب اور گانے بجانے کا سامان خریدنا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ گھر میں گراموفون کا ہونا ترقی کا معیار اور آسودگی کی علامت بن چکا ہے۔ گراموفون بج رہا ہے اور سب چھوٹے بڑے مل کر عشقیہ غزلیں، فحش گانے ، گندہ مذاق سنتے ہیں ، بیاہ شادی اور دوسری تفریحوں میں باجے اور گانے کا انتظام نہ ہو تو اس تقریب کو بدمزہ اور پھیکا سمجھا جاتا ہے، بزرگوں کے مزارات پر عرس کے نام سے اجتماع ہوتا ہے اور گانے بجانے کا سامان مہیا کر کے تفریح اڑائی جاتی ہے طوائف کے ناچ گانے میں مشغول ہو کر نماز کی بھی فرصت نہیں ہوتی ۔ جن بزرگوں کی زندگی خلاف شرع چیزوں کو مٹانے کے لئے وقف تھی ان کے مزارات کھیل تماشوں ناچ اور گانوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی

اگاتا ہے۔ (بحوالہ بیہقی)

فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ میرے رب نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کا سامان اور بت اور صلیب (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کی چیزوں کو مٹادوں۔ (رواہ احمد)

آج کل گانا بجانا زندگی کا اہم جزو بنا ہوا ہے اور ازدواجی زندگی کا معیار بھی اس قدر بدل گیا کہ شوہر وبیوی کے انتخاب کے لئے دیندار اور خدا ترس ہونا نہیں دیکھا جاتا بلکہ مرد نازنین رقاصہ ڈھونڈتا ہے اور بیوی کو ہیرو درکار ہوتا ہے۔ مال وزیور کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آ رہی ہیں۔ کمپنی کے ایجنٹ اور دلال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ایک ایکٹرس اپنے حسن فروشی کے جنون میں ہر وہ حرکت کر گزرتی ہے۔ جو نہ کرنی چاہئے تھی۔ جب پوسٹروں اور اخباروں میں ان کا تعارف کرایا جاتا ہے اور اس کے رقص کی تعریف کیجاتی ہے تو اس کا دل بڑھتا ہے اور بے حیائی کے اور زیادہ مراتب طے کرتی چلی جاتی ہے۔ ضرورت زمانہ کو دیکھ کر اب تو بعض اسکولوں میں بھی رقص کی باقاعدہ تعلیم جاری ہوگئی ہے۔

ریڈیو گھر گھر اچھی باتیں اور عمدہ اخلاق کی تعلیمات پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے مگر اس میں بھی اچھی تقریریں کبھی کبھی ہو جاتی ہیں اور گانے ہر وقت ہوتے رہتے ہیں۔ افسوس کہ اس دور کے ذمہ دار انسان بھی اصلاحی پروگرام کو لے کر آگے نہیں بڑھتے اور مزید تعجب یہ ہے کہ (جو اسلامی اسٹیٹ) کہلاتی ہے وہاں گانے بجانے لہولعب کے آلات، تھیٹر سینما پر کوئی پابندی نہیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے **وظہرت القینات والمعازف** کا جملہ ارشاد فرمایا ہوگا اس کا وہ تفصیلی نقشہ حضرات صحابہؓ کے سامنے نہ آیا ہوگا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ قربان جائیں اس ہادی ورہنما کے جس نے ساڑے تیرہ سو برس پہلے انسانوں کی

موجودہ خرابیوں سے باخبر فرمایا تھا۔ وشربت الخمور اور شرابیں پی جانے لگیں گی) اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ عموماً شراب پی جاتی ہے حتی کی ممالک اسلامیہ میں بھی اس کا اسی طرح رواج ہے جس طرح غیر اسلامی ملکوں میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

ولعن آخر هذه الامة اولها (اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے (نیک لوگوں پر لعنت کرنے لگیں)

یہ پیشینگوئی بھی اس وقت کے مسلمانوں پر صادق آرہی ہے حتی کی حضرات صحابہؓ بھی دور حاضر کے مسلمان کہلانے والوں کی نشانوں سے محفوظ نہیں۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ از علامات قیامت کے بارے میں حضور ﷺ کی پیشنگوئیاں)

نماز پڑھانے سے گریز کیا جائے گا

حضرت سلامہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ مسجد والے (امامت کے لئے) ایک دوسرے کو دھکیلیں گے (اور) کوئی امام نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

مطلب یہ کہ قیامت کے قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نمازی جمع ہوں گے اور امامت کے لئے حاضرین میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوگا۔ جس سے بھی نماز پڑھانے کے لئے درخواست کی جائے وہ کہے گا کہ میں تو اس لائق نہیں فلاں صاحب پڑھا دینگے حتی کہ کوئی بھی امام نہ بنے گا اور بے جماعت پڑھ کر چل دیں گے۔ علامہ طیبیؒ اور صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان میں کوئی بھی اس لائق نہ ہوگا جو نماز کے صحیح اور فاسد ہونے کے مسائل سے واقف ہو۔ ان حضرات نے جو وجہ بتائی ہے بالکل درست ہے اور آج کل اکثر دیہات میں

ایسا ہوتا ہے کہ صرف اس لئے بے جماعت نماز پڑھ لیتے ہیں کہ ان میں کوئی مسائل جاننے والا نہیں ہوگا۔ لیکن بندہ کے نزدیک آجکل نماز پڑھانے سے انکار کرنے کا ایک اور بھی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض جگہ پڑھے لگے اور مسائل سے واقف بھی موجود ہوتے ہیں مگر انہیں تواضع کا جوش ہوتا ہے اور جس قدر ان سے نماز پڑھانے کے لئے اصرار کیا جاتا ہے اسی قدر جوش تواضع میں انکار کرتے جاتے ہیں اور بعض حضرات نماز پڑھانے کا عذر یہ بیان کرتے ہیں کہ مقتدیوں کی ذمہ داری بہت ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کرتے، اگر شریعت کے نزدیک یہ کوئی عذر ہوتا تو ابتدائے اسلام سے آج تک حضرات سلف نماز پڑھانے سے بچتے رہتے اور سلسلہ جماعت ختم ہی ہو جاتا کیونکہ وہ حضرات اس زمانہ کے لوگوں سے بہت زیادہ آخرت کے فکرمند اور خدا سے ڈرنے والے تھے۔ شریعت مطہرہ نے نماز کے صحیح اور فاسد ہونے کے جو احکام بتائے ہیں، انکا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھا دیتے تھے۔ آگے قبول اور عدم قبول اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تو اس کے مکلّف ہیں کہ ارکان وشروط کا پورا پورا دھیان کرلیں۔)

(بحوالہ علامات قیامت از حضرت عاشق الٰہی بلندشہریؒ)

ننگی عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کے دو گروں پیدا ہونیوالے ہیں۔ جنہیں میں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے) پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک گروہ تو ایسا پیدا ہوگا کہ بیلوں کی دموں کیطرح (لمبے لمبے) کوڑے لئے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو مارا کریں گے صبح شام اللہ کے غصہ اور ناراضگی ولعنت میں پھرا کریں گے۔ دوسرا گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف مائل ہونگی) ان کے سرا ونٹوں کی جھکی ہوئی پشتوں

کی طرح ہوں گے۔ نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ بلاشک وشبہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

اس حدیث میں دو پیشگوئیاں مذکور ہیں ایک ظالم گروہ کے بارے میں ہے کہ کچھ لوگ کوڑے لئے پھریں گے اور لوگوں کو ان سے پیٹا کریں گے یعنی اقتدار کے نشے میں ضعیفوں اور بے کسوں پر ظلم کریں گے اور بلاوجہ خوامخواہ عام پبلک کو ستائیں گے۔

دوسری پیشنگوئی عورتوں کے حق میں ارشاد فرمائی ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسی عورتیں موجود ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی۔ لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی یعنی اس قدر باریک کپڑے پہنیں گی کہ ان کے پہننے سے جسم چھپانے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا یا کپڑا باریک تو نہ ہوگا مگر چست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے کی وجہ سے اس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہوگا۔ اور آج کل تو چست ہونے کے ساتھ بدن کے ہمرنگ ہونا بھی داخل فیشن ہو چکا ہے۔ چنانچہ گندمی رنگ کے ایسے موزے داخل لباس ہو چکے ہیں جن کا پیر سے اوپر کا حصہ پنڈلی پر کھال کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔

بدن پر کپڑا ہونے اور اس کے باوجود بھی ننگا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصہ اور خصوصاً وہ اعضاء کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں جیسا کہ یورپ اور ایشیا کے بعض شہروں، مثلاً بمبئی، رنگون، سنگاپور، وغیرہ۔ میں ایسا لباس پہننے کا رواج ہے کہ صرف گھٹنوں تک قمیض ہوتی ہے۔ آستینیں مونڈھے سے صرف دو چار انچ ہی بڑی ہوتی ہیں۔ پنڈلیاں بالکل ننگی ہوتی ہیں اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ عورتیں غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ یعنی ننگا ہونے کا رواج مفلسی کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ ان کی نیت مردوں کو بدن دکھانا اور ان کا دل لبھانا مقصود ہوگا اور لبھانے کا دوسرا طریقہ اختیار کریں گی جس

طرح اونٹ کی پشت کا بالائی حصہ تیز رفتاری کے وقت زمین پر جھکا کرتا ہے۔ اونٹ کی پشت سے تشبیہ دینے سے یہ بھی بتایا کہ بال پھلا پھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی پھر فرمایا کہ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گی۔

شریعت اسلامیہ نے زنا کاری سے بھی روکا ہے اور ایسی چیزوں سے بھی روکا ہے جو زنا کی طرف بلانے والی ہیں حتیٰ کہ اس کو بھی زنا فرمایا ہے کہ کوئی عورت تیز خوشبو لگا کر مردوں پر اس لئے گزرے کہ مرد اس کی خوشبو سونگھ لیں۔ (بحوالہ ترغیب وترہیب)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہادی عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا بولنا اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چل کر جانا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپی ہوئی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ جو نامحرم پر نظر ڈالے اور جو اپنے اوپر نامحرم کی نظر پڑنے کی خواہش اور تمنا کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان (بلا اختیار وارادے) ایک مرتبہ کسی عورت کا حسن دیکھ لے (یعنی اچانک بغیر ارادے کے اس کی نظر پڑ جائے اور پھر اس نظر کو باقی نہ رکھے بلکہ اپنی آنکھ بند کرلے تو خداوند (اس کے بدلہ) اسے ایسی عبادت نصیب فرمائے گا، جسکی حلاوت (مٹھاس) محسوس کرے گا۔ (بحوالہ مسند احمد)

بظاہر دوستی اور دل میں دشمنی رکھنے والے پیدا ہوں گے

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو ظاہر میں بھائی ہونگے اور باطن میں دشمن ہونگے۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ ایسا کیونکر ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ بعض کو بعض سے لالچ ہوگی اور بعض کو بعض سے خوف، اس لئے ظاہر دوست اور پوشیدہ دشمن ہوں گے۔

(بحوالہ مسند احمد)

آج کل یہ مرض بہت عام ہوگیا ہے کہ کسی کے ستانے کے خوف سے تو دوستانہ تعلقات ظاہر کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے دشمنوں کی طرح مذمت اور برائی کرتے ہیں اور اس کا سبب حسب ارشاد سید عالم ﷺ یہی ہے کہ اپنی کسی غرض اور ضرورت پوری ہونے کے لالچ میں دوستی اور تعلقات ظاہر کرتے ہیں اور زبانی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں۔ حالانکہ دل میں اسی شخص سے نفرت اور بغض ہی ہوتا ہے۔ اس مذموم حرکت کا دوسرا سبب یہ ارشاد فرمایا کہ دوسرے خوف یعنی اس کے اقتدار و جاہ وحشمت کے باعث خوب تعریف کریں گے حالانکہ دل اس کی برائیوں سے پر ہوگا اور سینہ میں بغض کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔

ہمارے زمانے میں مخالف پارٹیوں کے لیڈروں کے حق میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ دل میں تو ان کی جانب سے خوب کوٹ کوٹ کر بغض بھرا ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی تعریف کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ریاکار عابد اور کچے روزہ دار ہوں گے

حضرت شداد بن اوسؓ ایک مرتبہ رونے لگے۔ دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے رسول ﷺ کا ایک ارشاد یاد آگیا جسے میں نے خود سنا ہے اس نے مجھے رلا دیا وہ ارشاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

مجھے اپنی امت کے متعلق سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف ہے۔

میں نے (تعجب سے) عرض کیا۔ کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے

لگے گی؟ ارشاد فرمایا خبردار وہ (کسی) آفتاب و ماہتاب اور پتھر و بت کو نہ پوجیں گے بلکہ (ان کا شرک یہ ہوگا کہ) اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے اور چھپی ہوئی شہوت یہ ہوگی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ کی نیت کرے گا اور پھر خواہشات نفس میں سے کسی خواہش کے پیش آجانے کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم (کچھ صحابہؓ بیٹھے ہوئے) دجال کا ذکر فرمارہے تھے کہ اسی اثنا میں آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں دجال سے بھی زیادہ خطرہ کی چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ارشاد فرمائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شرک خفی ہے (جس کی مثال یہ ہے) کہ انسان نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور کسی آدمی کے دیکھنے کی وجہ سے نماز کو بڑھا دیوے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

حضرت محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر (چھوٹے شرک) کا خطرہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا دکھاوا۔ (احمد)

ریاکار آج بکثرت موجود ہیں جو حسب ارشاد ﷺ شرک اصغر میں مبتلا ہیں **اعاذنا اللہ منہ**

ظالم کو ظالم کہنا، نیکیوں کی راہ بتانا اور برائیوں سے روکنا چھوٹ جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ جب تو میری امت کو اس حال میں دیکھے گا کہ ظالم کہنے سے ڈرنے لگیں تو ان سے رخصت ہوجانا (یعنی ان کی مجلسوں اور محفلوں میں شرکت نہ کرنا)

(بحوالہ رواہ الحاکم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **لاالٰہ الا اللہ** اپنے پڑھنے والوں کو اس وقت تک نفع دیتا رہے گا اور ان سے عذاب وبلا کو دفع کرتا رہے گا جب تک اس کے حق سے لاپرواہی نہ کریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حق سے لاپرواہی کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اس کے حق میں لاپرواہی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر ہونے لگیں اور ان سے روکا نہ جائے اور انہیں بند نہ کیا جائے۔ (ترغیب، تفسیر درمنثور) میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت ان کے دل سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف (نیکیوں کی راہ بتانا) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) چھوڑ دے گی تو وحی کی برکت سے محروم ہوجائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نظر سے گرجائے گی۔

یہ وہی وقت ہے جس کی مخبر صادق رسول خدا ﷺ نے خبر دی تھی، **لاالٰہ الا اللہ** کی بہت سے تسبیحیں پڑھی جاتی ہیں مگر **لاالٰہ الا اللہ** نفع نہیں دیتا کیونکہ خدا کی نافرمانیاں کھلم کھلا ہو رہی ہیں اور انہیں بند کرنا تو درکنار انہیں برا ہی نہیں سمجھا جاتا۔ فریضہ تبلیغ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دینے کی وجہ سے وحی کی برکت سے محروم ہیں۔ وحی یعنی خدا کا کلام قرآن حکیم سینوں میں موجود ہے دکانوں میں رکھا ہے الماریوں میں محفوظ ہے لیکن اس کی برکت (یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری) سے عام مسلمان اس لئے محروم ہیں کہ اس کے احکام کی تبلیغ کرنا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ گالیاں بکنے کی بہت کثرت ہوگئی ہے اور اللہ کی نظر سے گر کر ذلت ومصیبت کے گڑھے میں پہنچ چکے ہیں۔ دعائیں کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتیں۔ مصیبتوں سے چھٹکارا چاہتے ہیں، مگر خلاصی نہیں پاتے اور اپنے مقصد میں بھلا کیونکر کامیاب ہوں جب کہ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے یہ ضروری ہے اور

پھر ضروری ہے کہ نیکیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو ورنہ جلد ہی تم سب پر خدا عذاب بھیجے گا پھر اس وقت خدا سے تم بے شک دعا بھی کروگے لیکن وہ قبول نہ کرے گا۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی قوم میں اگر ایک شخص (بھی) گناہ کرنے والا ہو اور وہ اسے روکنے پر قدرت رکھتے ہوئے بھی نہ روکیں تو خدا ان پر مرنے سے پہلے ضرور عذاب بھیجے گا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے اعمال راحت وچین، مصیبت اور عذاب کے تخم ہیں۔ اچھے اعمال سے نعمتوں اور عیش وآرام کے پودے نکلتے ہیں اور برُے اعمال سے آفات وبلیات کے دروازے کھلتے ہیں۔ احادیث بالا سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ فریضہ تبلیغ کے چھوڑنے سے عام عذاب آتا ہے۔ بارگاہ خداوندی سے دعا رد کردی جاتی ہے وحی کی برکت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک دوسرے کو گالی دینا اللہ جل شانہٗ کی نظر سے گرجانے کا سبب ہے۔ ان ارشادات کے علاوہ اور بھی بے شمار حدیثوں میں خاص خاص اعمال کے خاص نتیجوں کا ذکر ہے جن میں سے بعض کا ذکر اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔

۱......زنا فحش اور بدکاری، قحط، ذلت اور تنگدستی کا سبب ہیں۔ زنا سے موت کی کثرت ہوتی ہے اور بے حیائی کے کاموں میں پڑنے سے طاعون اور ایسے ایسے مرض ظاہر ہوتے ہیں جو باپ دادوں میں کبھی نہ ہوئے تھے۔ (بحوالہ ترغیب)

۲......جس قوم میں رشوت کا لین دین ہو خیانت کرتی ہو، ان کے دلوں پر رعب چھا جاتا ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۳......جو لوگ زکوٰۃ نہ دیں ان سے بارش روک لی جاتی ہے (بحوالہ ترغیب)

۴...... ناپ تول میں کمی کرنے سے رزق بند کردیا جاتا ہے قحط اور سخت محنت میں مبتلا ہوتے ہیں اور ظالم بادشاہ مسلط ہوتے ہیں اور فیصلوں میں ظلم کرنے کے سبب

قتل کی کثرت ہوتی ہے۔ بدعہدی کرنے سے سر پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

۵......قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے) کے سبب سے خدا کی رحمت سے محرومی ہوتی ہے اور والدین کے ستانے سے دنیا میں مرجانے سے پہلے ہی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۶......حرام کھانے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے سے دعا قبول نہیں ہوتی (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۷......ظلم اور جھوٹی قسم مال کے ضائع، عورتوں کو بانجھ اور آبادیوں کو خالی کر دیتی ہے۔ (بحوالہ ترغیب)

۸......نماز کی صفیں درست نہ کرنے سے دلوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

۹......ناشکری سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ (قرآن حکیم)

۱۰......جس مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ادا نہ کی گئی تو وہ زکوٰۃ کا حصہ اس مال کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

اس کے برعکس نیکیوں کے صلہ میں دنیا میں راحت وچین کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ ذلت ومسکنت دور ہوتی ہے اور خاص خاص اعمال کے خاص خاص نتائج ہوتے ہیں۔ مثلاً

۱......صبح کو سورہ یٰسین پڑھنے سے دن بھر کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور رات کو سورہ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۲......صبر اور نماز کے ذریعہ سے خدا کی مدد ملتی ہے۔ (قرآن حکیم)

۳......اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے) (ایضاً) اور ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز بھی اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۴......اول وآخر درود شریف پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ (ایضاً)

۵......سخاوت سے مال بڑھتا ہے۔ صدقہ سے خدا کا غصہ بجھ جاتا ہے اور مرتے وقت گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۶......تقویٰ اور استغفار سے ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے خیال بھی نہ ہو۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۷......شکر کرنے سے نعمتیں بڑھتی ہیں۔ (قرآن حکیم)

۸......جو مسلمان کی حاجت پوری کرے خدا اس کی مدد کرتا ہے۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

۹......**لا حول ولا قوۃ الا باللہ** ننانوے مرضوں کی دوا ہے جس میں سب سے کم درجہ غم کا ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

۱۰......دعا آتی ہوئی مصیبت کے لئے نفع دیتی ہے اور جو مصیبت ابھی نہ آئی ہو اس کے لئے بھی۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ان چند مثالوں سے معلوم ہوا کہ مصائب وتکالیف کو دور کرنے کے لئے صفات ایمانیہ (یعنی ذکر، نماز، تقویٰ، شکر، تلاوت قرآن پاک وغیرہ) کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ خدا سے دور رہ کر خدا کی نعمتیں نہیں مل سکتیں۔ تجربہ اس کا گواہ ہے کہ اپنی سمجھ سے جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں ان سے موجودہ مصائب حل نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی ہی چلے جاتے ہیں۔ (بحوالہ علامات قیامت)

اس امت کے آخری دور میں صحابہؓ جیسا اجر لینے والے مبلغ اور مجاہد ہوں گے

حضرت عبدالرحمٰن علامہ الحضرمیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اس امت کے آخر میں ایک ایسی

جماعت ہوگی جنہیں امت کے پہلے مسلمانوں جیسا اجر ملے گا۔ وہ بھلائیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور فتنے فساد والوں سے جنگ کریں گے۔

(بحوالہ بیہقی)

انہیں اس قدر عظیم الشان اجر اس وجہ سے ملے گا کہ وہ اس کفر الحاد کے دور میں جبکہ حق کہنا بے حد مشکل ہوگا حق بات کہیں گے اور برائیوں کے مٹانے کی کوشش کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے بے انتہا محبت کرنے والے پیدا ہوں گے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت رکھنے والے وہ بھی ہوں گے جو یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم اپنا مال اور کنبہ قربان کر کے اپنے رسول کو دیکھ لیتے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

یعنی میں تو موجود نہ ہوں گا مگر انہیں مجھ سے اس قدر محبت ہوگی کہ صرف میرے دیکھنے کے لئے اپنا سارا مال اور گھر بار کنبہ قبیلہ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

درندے وغیرہ انسانوں سے باتیں کریں گے

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے نہ بولیں گے اور جب تک انسان کے کوڑے کا اگلا حصہ اور جوتی کا تسمہ اس سے ہم کلام نہ ہوں گے اور جب تک اس کی ران اسے یہ نہ بتادے گی کہ تیرے پیچھے گھر والوں نے کیا کام کیا ہے۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

یعنی قیامت سے پہلے ایسا ضرور ہونا چاہئے۔

صرف مال ہی کام دے گا

حضرت مقدام بن معد یکربؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

یقیناً لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ صرف دینار و درہم ہی نفع دیں گے۔ (بحوالہ احمد)

صاحب لمعات اس ارشاد کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ھی لاینفع الناس الا لکسب یسعفظھم عن الوقوع فی الحرام

یعنی حلال کما کر ہی دین محفوظ رکھ سکیں گے اور کسب حلال ہی انہیں حرام سے بچائے گا۔

مطلب یہ کہ دین میں اتنے کمزور ہوں گے کہ اگر حلال نہ ملے تو تکلیف اور بھوک برداشت کر کے حرام سے نہ بچیں گے بلکہ حرام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر کسی کے پاس حلال مال ہوگا تو اسے حرام سے بچادے گا۔

حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر معاملہ میں مال ہی سے کام چلے گا۔ دین میں بھی مال ہی کے ذریعہ محفوظ رکھ سکیں گے اور دنیا کے معاملات میں بھی مال ہی کو دیکھا جائے گا۔ کسی پارٹی کے صدر اور سکیٹری کے انتخاب میں بھی سرمایہ دار ہی پوچھ ہوگی۔ قوم وخاندان کے چودھری بھی صاحب ثروت ہی ہوں گے۔ نکاح کے لئے مالدار مرد کی تلاش ہوگی۔ غرض کے ہر معاملے میں مال دیکھا جائے گا اور مالدار ہی کو آگے رکھیں گے۔ جیسا کہ ہمارے موجودہ زمانے میں ہو ہی رہا ہے کہ مالدار ہونا شرافت اور بڑائی کی دلیل بن گیا ہے اور فقر و تنگدستی اگرچہ اختیاری نہیں لیکن پھر بھی عیب سمجھی جانے لگی ہے روپیہ پیسہ کی ایسی عظمت دلوں میں بیٹھ چکی ہے کہ مالدار ہی کو بڑا اور عزت آبرو والا سمجھا جاتا ہے اور اسی حقیقت کے پیش نظر تنگدست اور مفلس بھی تنگدستی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس کہ جو فقر مومن کی امتیازی شان تھی وہ عیب بن کر رہ گئی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ فقر کی وجہ سے بہت سے لوگ ایمان سے پھر رہے ہیں اور سرور عالم ﷺ سے کے ارشاد **کاد الفقر أن یکون کفراً** فقر کفر بن جانے کے قریب ہے۔ کا مفہوم خوب سمجھ میں آرہا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں نیک لوگوں کے ماحول میں

مال کو ناپسند کیا جاتا تھا لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے۔ اگر مال نہ ہو تو یہ مالدار ہمارا۔ (یعنی عالموں کا) رومال بنالیں یعنی جس طرح رومال کو میل صاف کر کے ڈال دیتے ہیں اسی طرح تنگدست عالم کو مالدار ذلیل سمجھنے لگیں۔ پھر فرمایا کہ جس کے پاس مال ہو اسے چاہئے کہ مناسب طریقہ پر خرچ کرے اور بے فکری سے نہ اڑائے) کیونکہ یہ وہ دور ہے کہ اگر حاجت پیش آئے گی تو سب سے پہلے دین کو برباد کرے گا۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

چاندی سونے کے ستون ظاہر ہونگے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ زمین اپنے اندر سے ستونوں کی طرح سونے چاندی کے لمبے لمبے ٹکڑے اگل دے گی۔ جس کی وجہ سے مال بے قیمت ہو جائے گا اور قاتل آ کر کہے گا کہ (افسوس) اس (بے حقیقت اور بے قیمت چیز) کی وجہ سے میں قطع رحمی کی اور چور آ کر کہے گا کہ (افسوس) اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت سے پہلے وہ وقت آئے گا کہ نہر فرات کے اندر سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا اور اس کو قبضانے کے لئے لوگ جنگ کریں گے جس کے نتیجے میں ۹۹ فیصدی انسان مرجائیں گے جن میں سے ہر ایک کا یہ گمان ہوگا کہ شاید میں ہی بچ جاؤں۔

(بحوالہ مسلم شریف)

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا جو شخص وہاں موجود ہو اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

(بحوالہ مشکوۃ شریف)

موت کی تمنا کی جائے گی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے ختم ہونے

سے پہلے ایسا ضرور گذرے گا کہ قبر پر انسان کا گذر ہوگا اور وہ قبر پر لوٹ کر کہے گا کہ کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور دین کی وجہ سے یہ تمنا نہ ہوگی کہ (بددینی کی فضا سے گھبرا کر ایسا کرے گا) بلکہ (دنیاوی) مصیبت میں گرفتار ہوگا۔

(بحوالہ مسلم شریف)

ف......یعنی اس زمانے میں بددینی اور فسق و فجور سے گھبرانے والے تو کہاں ہوں گے البتہ دنیاوی پریشانیوں اور بلاؤں میں پھنس کر مرنے کو زندگی پر ترجیح دیں گے۔ ایسے حالات ہمارے اس زمانے میں موجود ہوتے جارہے ہیں اور پریشانی کی وجہ سے یوں کہنے والے اب بھی موجود ہیں کہ ''اس زندگی سے موت ہی بھلی ہے۔''

مال کی کثرت ہوگی

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک ایسا مسلمان بادشاہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال تقسیم کرے گا اور مال کو شمار نہ کرے گا۔

(بحوالہ مسلم شریف)

یعنی اس وقت مال اس قدر کثیر ہوگا کہ تقسیم کرتے وقت بانٹنے والا کم اور زیادہ کا خیال نہ کرے گا اور مال اس قدر زیادہ ہوگا کہ اس کا شمار کرنا دشوار ہوگا۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تمہارے اندر مال کی اس قدر کثرت نہ ہو جائے کہ مالدار کو اسکا رنج ہوگا کہ کاش کوئی میرا صدقہ قبول کر لیتا۔ حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے رسول خداﷺ کی چھ نشانیاں ذکر فرمائی جن میں سے ایک یہ ہے کہ مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ انسان کو (۱۰۰) سو دینار (سونے کی اشرفیاں) دیئے جائیں گے تو (انہیں کم سمجھ کر) ناراض ہو جائے گا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان صدقہ لے کر چلے گا کہ (کسی کو دیدوں) اور کوئی قبول کر لیتا۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

جھوٹے نبی ہوں گے

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت میں تلوار رکھدی جائے گی (یعنی امت آپس میں خانہ جنگی کرنے لگے گی) تو قیامت تک تلوار چلتی رہے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے مشرکین میں داخل نہ ہوجائیں اور جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے بتوں کو نہ پوجیں۔ (پھر فرمایا) بلاشبہ میری امت میں تیس کذاب ہونگے جن میں سے ہرایک اپنے کو نبی بتائیگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

زلزلے بہت آئیں گے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ جب تک دو بڑی جماعتیں آپس میں زبردست جنگ نہ کرلیں جن دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور جب تک تیس کے قریب ایسے دجال وکذاب پیدا نہ ہوجائیں جن میں سے ہرایک اپنے آپ کو اللہ کا رسول بتائے گا اور فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ جب تک دنیا سے علم نہ اٹھ جائے اور زلزلوں کی کثرت نہ ہوجائے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس امت میں جب پندرہ قسم کے گناہ عام ہوجائیں گے تو پھر زلزلے آئیں گے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی روایت میں ان

گناہوں کی تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (۱) جب مالِ غنیمت مالداروں تک محدود ہوجائے، (۲) اور امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے، (۴) اور تعلیم حصول دنیا کے لئے ہوجائے (۵) آدمی اپنی بیوی کا تابع بن جائے، (۶) بیٹا اپنی ماں کا نافرمان ہوجائے، (۷) اپنے دوست کو قریب اور اپنے باپ کو دور کرے، (۸) مسجدوں میں شوروغل بلند ہوجائے، (۹) قبیلے کا سرداران کا فاسق ترین آدمی بن جائے (۱۰) قوم اور ملک وملت کا لیڈر ذلیل ترین آدمی بن جائے، (۱۱) اور کسی آدمی کی شرارت سے بچنے کے لئے اسکا اکرام شروع ہوجائے، (۱۲) موسیقی کے آلات عام اور طوائفوں کا زور ہوجائے، (۱۳) اور شراب کا پینا عام ہوجائے، (۱۴) اور اس امت کا آخری طبقہ اس کے پہلے طبقے پر تبرّ ابازی اور لعن طعن شروع کردے، تو پھر اس وقت سرخ آندھی کے چلنے کا انتظار کرو، زلزلوں اور زمین میں دھنسنے کا انتظار کرو، شکلیں مسخ ہوجانے اور پتھر برسنے کا انتظار کرو، اور ایسے پے درپے آفات کا انتظار کرو، جیسے ہار کا دھاگہ ٹوٹ کراس کے دانے مسلسل گرنے لگتے ہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ایک روایت میں مزید ایک گناہ کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ مردوں میں ریشم پہننا عام ہوجائے، ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ زنا کرنا مباح فعل کی طرح عام ہوجائے، مستدرک حاکم جلد۵، ص۲۲۷۔ پر حضرت عائشہ کی ایک روایت مذکور ہے جو زلزلوں سے متعلق فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے ہاں گیا، وہاں ایک اور آدمی بھی موجود تھا۔ اس آدمی نے پردے کے پیچھے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اے ام المؤمنین! ہمیں زلزلے سے متعلق کوئی حدیث بیان فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ نے اس کو جواب دینے سے اعراض فرمایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا اے ام المؤمنین! آپ ہمیں زلزلے سے متعلق کوئی حدیث بیان

فرمائیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے انسؓ! اگر میں تجھے زلزلے کے متعلق بیان کروں تو تم پوری زندگی غمگین رہو گے، اور جب موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو یہ غم تیرے دل میں موجود ہوگا میں نے کہا اے امی جان! آپ ہمیں بیان کیجئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا! کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں کپڑے اتارتی ہے تو وہ اس پردے کو چاک کردیتی ہے جو اس عورت اور اس کے رب کے درمیان ہوتا ہے اور عورت جب اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کیلئے عطر استعمال کرتی ہے تو وہ اس کے لئے باعث عار اور موجب آگ ہوتا ہے۔

اور جب اس کے بعد لوگ زنا کو حلال سمجھنے لگتے ہیں اور شراب پینا شروع کردیتے ہیں اور گانے بجانے اور ڈھول پیٹنے لگتے ہیں تو آسمان پر اللہ کی غیرت جوش میں آتی ہے پھر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ زلزلے کے ذریعے سے ان لوگوں کو ہلا دو، پس اگر وہ لوگ گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیتا ہے، اور اگر توبہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اسی زمین کو ان پر گرا دیتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کیا یہ زلزلہ ان لوگوں کے لئے محض عقوبت اور سزا ہوگی؟ یا کچھ اجر بھی ملے گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے زلزلہ کی یہ سزا بطور نصیحت وعبرت اور بطور رحمت وبرکت ہوگی، اور کافروں کے لئے اللہ کی ناراضگی، محض عذاب وعبرتناک سزا ہوگی۔ (بحوالہ مستدرک حاکم ج،۵۔ص،۲۲۷)

قیامت کی علامات دو قسم پر ہیں۔ علامات صغریٰ، علامات کبریٰ۔

حضرت مہدیؑ کے ظہور تک علامات صغریٰ کہلاتے ہیں، اور حضرت مہدیؑ کے ظہور سے لے کر قیامت تک آنے والے حادثات اور واقعات کو علامات کبریٰ کہتے ہیں۔

اوپر احادیث میں جن گناہوں کا بیان کیا گیا ہے یہ قیامت کی علاماتِ صغریٰ ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جو زلزلے آتے ہیں یہ قیامت کی علامات صغریٰ کی انتہاء ہے

اس وقت دنیا میں قیامت کی علامات صغریٰ میں سے کوئی علامت باقی نہیں ہے، جسکے آنے کا انتظار کیا جائے، اب قیامت کی علامات کبریٰ کا انتظار ہے، جن میں سے سب سے پہلے ظہور مہدی ہے، پھر خروج دجال ہے پھر نزولِ عیسیٰؑ ہے، پھر خروج دابۃ الارض ہے، پھر مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے، پھر ایک آگ کا ظہور ہے اور پھر عین قیامت کا نفخِ صور ہے۔

اوپر حدیث نبوی ﷺ میں زلزلوں کو جس طرح پندرہ گناہوں کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی کے انداز میں جس طرح اعلان فرمایا ہے کہ جب یہ گناہ انسان کریں گے تو پھر سرخ آندھی، زلزلہ، خسف ومسخ اور قذف کا انتظار کرو۔ پیغمبرؑ کے اس واضح اعلان کے بعد کسی اور تحقیق میں پڑنا اور کوئی دوسرا سبب تلاش کرنا ایک سچے مسلمان کے لئے بالکل مناسب نہیں ہے، لیکن چونکہ مسلمانوں نے اپنے نبی علیہ السلام کی تعلیمات کے بجائے کفار کی تعلیمات اور ان کے فنون پڑھ لئے ہیں اس لئے جو پڑھا ہے اسی کو حرف آخر سمجھا ہے۔

زلزلہ اور آفات سماوی پر تین حدیثیں

﴿قال رسول ﷺ لن تقوم الساعة حتى تكون قبلها عشر اٰيات ...... وثلاثة خسوف خسف بالمغرب وخسف بالمشرق وخسف بجزيرة العرب الخ﴾ (ابوداؤد، ج۲، ص۲۴۳)

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک دس نشانیاں اور تین خسف واقع نہیں ہوں گے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ تین خسوف میں ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں ہوں گے، خسف کے معنی زمین میں دھنس جانے کے ہیں، یعنی زمین پھٹ جائے اور انسان وبستیاں اس میں دھنس جائیں۔ حدیث مذکورہ میں جن تین مخصوص خسف کا ذکر ہے ان میں صاحب ''الاشاعة'' کا کہنا ہے

کہ یہ خسوف واقع ہو چکے ہیں، خسف کا پہلا واقعہ ۲۰۸ھ/822ء کو مغرب میں پیش آیا جس میں دس بستیاں غائب ہو گئیں، دوسرا واقعہ ۳۴۶ھ/957ء کو ''رے'' افغانستان میں پیش آیا جس میں متعدد بستیاں مٹ گئیں۔ (الکوکب الدری ج۲ص۵۰)

﴿قال رسول ﷺ یا انس...... فانہ یکون بھا (ای بالبصرۃ او البصیرۃ) خسفٌ وقذفٌ ورجفٌ (ای زلزلہ) وقومٌ یبیتون ویصبحون قِردَۃ وخنازیر﴾ (حوالہ بالا ص۲۴۲)

یعنی بصرہ بصیرہ میں قیامت سے قبل خسف، قذف اور رجف کے حادثات پیش آئیں گے، اور لوگ رات کو سو جائیں گے اور صبح بندر و سور کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ اس قسم کا عذاب ان کے گناہوں اور جرائم کی وجہ سے ہوگا۔

اس حدیث میں خسف کے ساتھ قذف اور رجف کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں:

﴿قال الطیبی '' القذف یرید بہ الریح الشدیدۃ البارزۃ اوقذف الارض الموتی بعد الدفن اور می اھلھا بالحجارۃ بان تمطر علیھم''﴾ (طیبی ج، ۱۰ ص۸۷)

یعنی قذف سے یا تو سخت ترین ہوا (طوفان) مراد ہے، جو انسان، درخت اور بستیوں کو اڑا کر لے جائے، یا مردوں کو دفنانے کے بعد زمین کے مردوں کو نکال باہر کرنا یا پتھر کی بارش ہونا۔ رجف کے معنی ''زلزلہ'' کے ہیں۔

﴿قال ملا قاریؒ ''الزلزلۃ قسمان الحسیۃ وحی تحریک الارض والمعنویہ وحی انواع البلیۃ﴾ (مرقات ج۱۰ص۱۳۹)

یعنی ''زلزلہ'' کی دو قسمیں ہیں، حسی ''زلزلہ'' اور معنوی ''زلزلہ''، حسی ''زلزلہ'' سے مراد زمین حرکت میں آجائے، معنوی ''زلزلہ'' سے مراد مختلف النوع آسمانی آفات ومصائب مراد ہیں۔ حدیث میں ذکر کردہ لفظ ''بصرہ بصیرہ'' سے کوئی مخصوص جگہ مراد ہے، یا عام شہر۔

﴿قال رسول ﷺ '' لاتقوم الساعۃ ...... حتی یقبض العلم ویکثر الزلازل ویتقارب الزمان (ای رفع البرکۃ) ویظھر الفتن﴾

(بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۶۵)

رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ وقوعِ قیامت سے پہلے علم اٹھا لیا جائے گا، کثرت سے زلزلے آئیں گے، زمانہ بہت جلد گزر جائے گا، اور مختلف النوع فتنے و آزمائشیں ظاہر ہوں گی۔ حدیث میں ذکر کردہ جملہ ''**یکثر الزلازل**'' کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: **قد وقع فی کثیر من البلاد الشمالیۃ والشرقیۃ والمغربیۃ کثیرٌ من الزلازل ولکن الذی یظھر ان المراد بکثر تھا شمو لھا ودوامھا الخ .** (فتح الباری ج۱۳ص۱۰۹)

یعنی شمال مشرقی اور مغربی علاقوں میں بہت زیادہ ''زلزلے'' آئے اور آئیں گے، یعنی ''زلزلہ'' کثرت سے آئے گا اور باری باری تمام علاقوں میں آئے گا۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ علم اٹھ جانے کا مطلب صحیح علماء کا انتقال کر جانا اور باقی ماندہ علماء کا امراء وسلاطین کی خدمت میں جا کر تملک (چاپلوسی) کرنا۔

فحاشی کا غلبہ ہوگا

وہ دانائے سبل ختم الرسل ﷺ اپنی مبارک زبان نبوت سے دنیائے انسانیت کو سمجھا گئے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی ناپسندیدہ چیز ''فحاشی'' کو غلبہ حاصل ہوگا تو زلزلہ آئے گا۔ ارشاد نبوی ہے **اذظھرت الفاحشۃ کانت الرجفۃ** (رواہ عبداللہ بن عمر، کنز العمال) یعنی جب فحاشی کو غلبہ حاصل ہوگا تو زلزلہ آئے گا۔ چنانچہ اس وقت پورا کرۂ ارض فحاشی سے اٹا ہوا ہے، کیا مسلم اور کیا غیر مسلم فحاشی میں یکساں نظر آتے ہیں جو سبب ہے غضب الٰہی کا۔ پیغمبر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ارض پاکستان پر زلزلہ کا یہ ہی سبب نظر آتا ہے۔

صورتیں مسخ ہوں گی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں یقیناً زمین میں دھنس جانے اور آسمان سے پتھر برسنے اور صورتیں مسخ ہو جانے کا عذاب آئے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب (لوگ کثرت سے) شراب پئیں گے اور گانے گانے والی عورتیں رکھیں گے اور گانے بجانے والے سامان استعمال کریں گے۔

(ابن ابی والدینا)

خسف اور مسخ کا عذاب ہوگا

حضرت ابی عامر یا ابی مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میری امت میں کچھ قومیں ایسی ہونگی جو خز اور ریشم اور شراب اور باجوں کو حلال و جائز کرلیں گی۔ اور ان میں سے کچھ قومیں اونچے پہاڑوں کے پہلو میں قیام اختیار کریں گی یعنی ان کی جائے قیام مشہور اور نمایاں جگہ ہوگی کہ گدا و محتاج سب ان کو دیکھنے آئیں گے اور حاجتیں طلب کرلیں گے۔ رات کے وقت ان کے مویشی (جو چرنے گئے تھے) واپس آئیں گے (پیٹ بھرے ہوئے اور تھنوں میں دودھ بھرا ہوا) اور ایک سائل ان کے پاس حاجت کے سبب آئے گا وہ ان سے کہیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا۔ پھر رات ہی کو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا اور پہاڑ کو ان کے بعض آدمیوں پر گرا دے گا۔ اور بعض کی صورتوں کو مسخ کردے گا اور بندر اور سور بنا دے گا جو قیامت تک اسی شکل و صورت میں رہیں گے۔

(رواہ البخاری بحوالہ دنیا کی حقیقت)

امت محمدیہ یہود و نصاری اور فارس و روم کا اتباع کرے گی

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کا بالشت بہ بالشت اور ذراع بذراع اتباع کرو گے (جس چیز کی طرف وہ

جس قدر بڑھتے تھے تم بھی اسی قدر بڑھو گے۔ جس چیز کی طرف وہ ایک بالشت بڑھے تم بھی ایک بالشت بڑھو گے اور جس چیز کی طرف وہ ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ بڑھتے تم بھی اسی قدر بڑھو گے) حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی داخل ہو گے۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا پہلوں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ ارشاد فرمایا تو اور کون ہیں۔ (بحوالہ بخاری و مسلم شریف)

دوسری روایت میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میری امت پر وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر گزرا تھا جس طرح (ایک پیر کا) جوتا دوسرے پیر کے) جوتے کے برابر ہوتا ہے اسطرح ہو بہو) حتی کہ اگر ان بنی اسرائیل میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والے ہوں گے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتر مذہبی فرقے ہو گئے تھے اور میری امت کے تہتر مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ (جنتی) کونسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ان حدیثوں میں آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ سب کچھ آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے عوام اور علماء نے جو حرکتیں کی تھیں وہ سب ہمارے زمانے میں موجود ہیں۔ دین میں بدعتیں نکالنا کتاب خداوندی کی تحریف کرنا کسی صاحب دولت کے دباؤ سے مسئلہ شرعیہ بدل دینا دین بیچ کر دنیا حاصل کرنا مساجد کو سجانا حیلوں بہانوں سے حرام چیزوں کو حلال کرنا وغیرہ وغیرہ سب کچھ اس دور میں موجود ہے۔

جن تہتر فرقوں کی خبر سرور عالم ﷺ نے دی ہے وہ بھی پورے ہو چکے ہیں۔ جن کی تفصیل بعض شروح حدیث میں مذکور بھی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس وجہ سے صرف وہ فرقے مراد ہیں جو شریعت اسلامیہ کے عقیدوں سے متفق نہیں ہیں۔

جیسے معتزلہ۔خوارج،روافض،قادیانی،اہل قرآن وغیرہ ہیں اور جو لوگ عقائد اسلامیہ کو بلا چوں و چرا مانتے ہیں اور صرف نماز روزہ کے مسائل میں مختلف ہیں (جیسے چاروں اماموں کے مقلدین اور فرقہ اہل حدیث ہے) وہ سب اسی ایک فرقہ میں داخل ہیں جسے جنتی فرمایا ہے کیونکہ جن مسائل میں ان کا اختلاف ہے ان میں حضرات صحابہؓ کے طریقہ پر چلنے والے کو آنحضرت ﷺ نے جنتی فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی ۔ جب تک میری امت اپنے سے پہلے لوگوں کا طریقہ بالشت بالشت اور ذراع ذراع اختیار نہ کرے گی۔اس پر سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ مثلاً فارس اور روم (کا اتباع کریں گے) ارشاد فرمایا کہ اور اس کے سوا پہلے لوگ کون ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں فارس اور روم کے اتباع کی خبر دی ہے۔اور پہلی حدیث میں یہود و نصاریٰ کے اتباع کی خبر دی لہٰذا دونوں کو ملا کر یہ نتیجہ نکلا کہ دین کے بگاڑنے کے بارے میں تو یہ امت یہود و نصاریٰ کے پیچھے چلے گی اور سیاست وحکومت کے معاملات میں فارس اور روم کا اتباع کرے گی۔

ہر شخص اپنی رائے کو ترجیح دیگا اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کرے گا

حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بھلائیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو حتی کہ جب لوگوں کی یہ حالت ہو جائے کہ) تم یہ دیکھو کہ بخل (کنجوسی) کی اطاعت کی جاتی ہو۔(یعنی جب لوگوں میں کنجوسی عام ہو جائے) اور نفسانی خواہش کا اتباع کیا جائے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جائے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتراتا ہو اور تم اپنے (متعلق) یہ بات ضروری دیکھو کہ لوگوں میں رہ کر میں بھی ان برائیوں میں پڑ جاونگا تو اس وقت صرف اپنے نفس کو سنبھال لینا اور عوام کے معاملے کو چھوڑ دینا۔ (بحوالہ الحدیث مشکوۃ)

دو خاص بادشاہوں کے بارے میں پیشگوئی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی ۔ جب تک قبیلہ قحطان سے (جو یمن میں رہتے ہیں) ایک ایسا شخص نہ ظاہر ہو (جو اپنے اقتدار کے سبب) لوگوں کو اپنی لکڑی سے ہانکے گا۔ (بخاری مسلم)

یعنی سب لوگ اس بات کو مانیں گے اور متفق ہو کر اس کی حکومت تسلیم کریں گے۔ (مرقات)

حافظ ابن حجرؒ نے بحوالہ قرطبی بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ سخت طبیعت اور ظالم ہونے کی وجہ سے وہ شخص لوگوں کو حقیقۃً اونٹوں اور بکریوں کی طرح ہانکے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک رات اور دن ختم نہ ہوں گے جب تک جہجاہ نامی ایک شخص بادشاہ نہ بن جائے جو غلاموں کی نسل سے ہوگا۔ (مسلم)

حضرت شاہ صاحب نے قیامت نامہ میں قحطان بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جانشین بتایا ہے واللہ تعالیٰ علم بالصواب)

ایک حبشی خانہ کعبہ کو برباد کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حبش والے تم سے نہ لڑیں گے تم ان سے نہ لڑو کیونکہ خانہ کعبہ کا خزانہ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکالے گا۔ (مشکوۃ)

دوسری روایت میں ہے کہ کعبہ کو دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ویران کرے گا۔ (بخاری ومسلم)

چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا اس لئے فرمایا کہ اہل حبشہ کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی

ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ چڑھائی ہوگی اور ان کی سلطنت تمام روئے زمین پر پھیل جائے گی۔ کعبہ کو ڈھائیں گے اور حج موقوف ہو جائے گا۔ خانہ کعبہ کے خزانہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں مرقات شرح مشکوۃ میں ایک قول نقل کیا ہے کہ خانہ کعبہ کے نیچے ایک خزانہ دفن ہے اسے حبشی نکالیں گے۔

پھلوں میں کمی ہو جائے گی

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ قریب قریب ہو جائے گا۔ (یعنی جلدی جلدی گزرنے لگے گا۔) سال کم ہو جائیں گے (یعنی جلدی ختم ہوں گے) پھل کم ہو جائیں گے۔ (طبرانی)

پھل کم ہونے کے دو مطلب ہیں کہ ایک یہ کہ کم پیدا ہوں گے دوسرے یہ کہ چھوٹے چھوٹے پیدا ہوں۔ دونوں صورتیں مراد ہو سکتی ہیں پچھلی صدیوں میں پھل کتنے بڑے ہوتے تھی اسکی کچھ تفصیل کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزری البتہ حضرت امام داودؒ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک ککڑی ۳ بالشت کی ناپی ہے۔

(بحوالہ از علامات قیامت)

سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جس سال ان کی وفات ہوئی تھی ٹڈی گم ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ بہت ہی فکرمند ہوئے اور اس کی تلاش میں ایک سوار یمن کی طرف بھیجا اور ایک عراق کی طرف اور ایک شام کی طرف تا کہ وہ یہ معلوم کریں کہ اس سال ٹڈی دیکھی گئی یا نہیں۔ جو صاحب یمن گئے تھے وہ ایک مٹھی ٹڈیاں لائے اور حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے ڈال دیں۔ جب آپ نے وہ دیکھیں تو (خوشی میں) اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ

میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ بے شک اللہ جل شانہ نے (حیوانات کی) ایک ہزار قسمیں پیدا فرمائی ہیں جن میں سے ٦٦٠ دریائی اور ۴۴۰ خشکی کی ہیں اور ان میں سب سے پہلے (قیامت کے قریب) ٹڈی ہلاک ہوگی اور اس کے بعد دوسری (حیوانات) کی قسمیں یکے بعد دیگرے ہلاک ہوں گی جیسے کسی لڑی کا تاگہ ٹوٹ کر دانے ہی دانے گرنے لگتے ہیں۔

اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی فکر کا حال معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک نشانی دیکھ کر جو حقیقت میں موجود بھی نہ تھی صرف ان کی علم کے اعتبار سے ظاہر ہوگئی تھی) کس قدر گھبرائے اور سواروں کو بھیج کر بڑے اہتمام سے اس کا پتہ لگایا کہ کیا واقعی ٹڈی کی جنس ہلاک ہو چکی ہے یا مدینے ہی میں نظر نہیں آئی؟ اب یہ اندازہ کر لیجئے کہ اگر ٹڈی نہ ملتی تو حضرت عمرؓ کس قدر پریشان ہوتے اور ایک ہم ہیں کہ قیامت کی سینکڑوں نشانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے۔

(بحوالہ از علامات قیامت)

قیامت کی چھوٹی چھوٹی نشانیاں

قیامت کی چھوٹی چھوٹی نشانیوں کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

☆ جب حکام ملک کی زمین کے محصول کو اپنی ذاتی دولت بنالیں (یعنی اسے احکام شرعیہ کے مطابق خرچ نہ کریں) لوگ زکوٰۃ، تاوان کے طور پر ادا کریں، لوگ امانت کو مال غنیمت کی طرح اپنے اوپر حلال سمجھنے لگیں، شوہر اپنی بیوی کی (ہر ناجائز) بات ماننے لگیں اور والدین کی نافرمانی کریں اور برے لوگوں سے دوستی کر لیں، علم دین حصول دنیا کی غرض سے سیکھا جائے، ہر قوم میں ایسے لوگ سردار بن جائیں جوان میں سب سے زیادہ کمینے بد اخلاق اور لالچی ہوں۔

☆انتظامات نالائق لوگوں کے سپرد کردیئے جائیں۔

☆خدا کے نافرمانوں کی عزت، صرف ان کے خوف کی وجہ سے کی جائے۔

☆شراب پینا عام ہوجائے۔

☆ناچ گانے اور لہو ولعب کے آلات عام ہوجائیں۔

☆زنا کاری کی کثرت ہو۔

☆امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لیں، (آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی! جب یہ سب کام شروع ہوجائیں) تو اس وقت سرخ آندھی اور عذاب کی دوسری نشانیوں کا انتظار کرو، عذاب الٰہیٰ جیسے، زمین کا دھنسنا، آسمان سے پتھروں کی بارش، شکلوں کی تبدیلی، اس کے علاوہ اور نشانیاں اس طرح پے در پے ظاہر ہونے لگیں گی، جیسے تسبیح کی ڈوری ٹوٹ جاتی ہے، تو اس کے دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ (ترمذی باب علامات الساعۃ مشکوٰۃ ج۲ص۴۸۷)

تشریح...... قارئین! کیا محصول اراضی کا بھی درست استعمال ہورہا ہے، کیا امانت میں خیانت نہیں ہے؟ کیا ماں باپ کو نظر انداز کرکے بیوی کی ناز برداریاں نہیں ہورہیں؟ کیا کونسلر اور ناظم بننے کا معیار شرافت ہے؟ کیا نالائقوں کے سپرد ہر محکمہ اپنی کارکردگی میں خسارہ نہیں دکھا رہا؟ کیا اسٹوروں تک شراب کی بوتلیں نہیں پہنچ گئیں؟ کون سا گھر، دکان یا خیمہ ہے، جس میں تصویریں، ٹی وی، وی سی آر نہیں ہے۔

نام نہاد مسلمان پہلے لوگوں (صحابہؓ اور ائمہ دین) کو آج کا مسلمان برا بھلا نہیں کہہ رہا۔

دیگر احادیث میں منقول علامات کا خلاصہ

☆قیامت کے قریب لونڈی کی اولاد زیادہ ہوگی (یعنی شریف عورتیں زیادہ بچے جننا معیوب سمجھیں گی)

☆علم (دین) سے خالی اور نئی نئی دولت کے مالک لوگ حکومت کرنے لگیں گے۔

☆اغلام بازی اور چپی بازی عام ہوجائے گی۔

☆مسجدوں میں کھیل کود ہوگا (جیسا کہ آج کل مساجد سے کھیل کود کے اعلان ہوتے ہیں)

☆ ملتے وقت سلام (کے سنت عمل کی جگہ) گالی گلوچ ہوگا۔

☆شریعت کے علوم (کا حصول) کم ہوگا۔

☆جھوٹ کو ایک فن کی حیثیت حاصل ہوگی۔

☆دلوں سے امانت اور دیانت اٹھ جائے گی۔

☆فاسق لوگ (لوگوں کو بہکانے کے لئے اور اپنے گناہوں پر پردہ پوشی کے لئے) علم حاصل کریں گے۔

☆شرم وحیا جاتی رہے گی۔

☆چاروں طرف کفار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جس میں کفار ایک دوسرے کو ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے، اس طرح مدعو کریں گے، جیسا کہ دسترخوان پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہماری تعداد اس وقت کم ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! بلکہ تم اس وقت کثرت سے ہونگے لیکن بالکل بے بنیاد جیسے (پانی کے) بہاؤ کے سامنے ہلکے پھلکے تنکے (ہوتے ہیں) تمہارا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں سستی پڑجائے گی، اب صحابیؓ نے عرض کیا حضور ﷺ یہ سستی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم دنیا کو دوست رکھو گے، (اس کی محبت میں) مرنے سے ڈرو گے۔

ظلم اتنا بڑھ جائے گا کہ پناہ لینی مشکل ہوجائے گی، باطل مذاہب اور جھوٹی

حدیثیں فروغ پا جائیں گی، جب (مسلمانوں کا تفرقہ جہاد کے ذریعے مرنے کا خوف اور دنیا کی محبت عام ہوجائے گی) نشانیاں عام ہوجائیں گی تو عیسائی بہت سے ملکوں پر قبضہ کرلیں گے۔

پھر ایک طویل عرصے کے بعد عرب اور شام کے کسی ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا، جو سید زادوں کو قتل کرے گا، اس کا حکم ملک شام میں چل رہا ہوگا۔

اس دوران شاہ روم عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ......اور دوسرے فرقہ سے صلح کرے گا۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا، بادشاہ روم دارالخلافہ چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور عیسائیوں کے مذکورہ ''فرقہ دوم'' کی مدد سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کرے گی اور فرقہ مخالف پر فتح حاصل کرے گی، دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص کہے گا:

''آج صلیب غالب ہوئی اسی کی برکت سے فتح نظر آئی''

یہ سن کر لشکر اسلامی کا ایک (باحمیت نوجوان) شخص اسے مارے گا اور پیٹے گا اور کہے گا نہیں ''دین اسلام غالب آگیا اور اسی کی برکت سے فتح نصیب ہوئی۔''

(ابوداؤد)

پھر (مسلمان اور عیسائی) دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے جس کی وجہ سے (مسلمانوں اور عیسائیوں) میں خانہ جنگی کا منظر، بپا ہوگا، جس میں بادشاہ اسلام شہید ہوجائے گا، عیسائی ملک پر قابض ہوجائیں گے اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہوجائے گی، باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کا رخ کریں گے، عیسائیوں کی حکومت (مدینہ منورہ کے قریب) خیبر تک پھیل جائے گی، اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کرنا چاہیے، تاکہ ان مصائب سے نجات مل جائے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف لفرما ہوں گے، اس خوف سے کہ مسلمان مجھ ناتواں کو اس عظیم الشان کام کے لئے چن لیں گے، اس لئے مکہ چلے جائیں گے۔ (ابوداؤد)

اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدال حضرت مہدی علیہ السلام کی تلاش میں ہوں گے (کہ انہیں اپنا امیر بنا کر عیسائیوں کا مقابلہ کریں اور اسلام کو غالب کردیں) مہدی ہونے کے بعض لوگ جھوٹے دعویدار ہوجائیں گے، ان حالات میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (خانہ کعبہ کے ایک کونے) رکن (یمانی اور) مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ تک طواف کرتے ہوئے پہنچیں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور ان کے دل چاہیں نہ چاہیں وہ جماعت آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی، اس واقعہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ رمضان المبارک میں چاند سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہوگا اور بیعت کے متعلق آسمان سے یہ ندا آئے گی۔

﴿هذا خليفة الله المهدی فاستمعوا له واطيعوا﴾

ترجمہ: ''یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے، اس کا حکم سنو اور مانو۔''

اس آواز کو اس جگہ کے تمام خواص وعوام سن لیں گے۔

قیامت کی بڑی نشانیاں

علاماتِ حضرت امام مہدیؑ

ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۱ میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سید ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کا قد وقامت قدرے لمبا، بدن چست، رنگ کھلا ہوا، اور چہرہ پیغمبر خدا ﷺ کے چہرے کے مشابہ ہوگا۔

آپ کے اخلاق پیغمبر خدا ﷺ کے اخلاق عالیہ کی طرح کے ہوں گے۔

آپ کا اسم شریف ''محمد'' والد کا نام ''عبداللہ'' والدہ کا نام ''آمنہ'' ہوگا

زبان میں قدرے لکنت ہوگی، جس کی تنگی کی وجہ سے کبھی کبھی ران پر ہاتھ مارتے ہوں گے۔

(آپ کا ''علم لدنی'' ہوگا (یعنی دنیا میں موجود کتابوں سے علم کے محتاج نہ ہوں گے)

بیعت کے وقت عمر چالیس سال ہوگی، خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی (مسلمان) فوجیں آپ کے پاس ''مکہ مکرمہ'' میں حاضر ہوجائیں گی، شام، عراق اور یمن کے اولیائے کرام اور ابدال عظام آپ کے زیرسایہ آجائیں گے اور ملک عرب کے بے شمار لوگ آپ کی (اسلامی) فوج میں داخل ہوجائیں گے اور یہ ایک خزانہ جو کعبہ میں دفن ہے جس کو ''رتاج الکعبہ'' کہا جاتا ہے، اس خزانے کو نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمادیں گے۔

ابوداؤد میں ہے کہ (امام مہدی علیہ السلام کے خزانے کو نکال کر تقسیم کرنے کی) خبر جب اسلامی دنیا میں پھیل جائے گی تو خراسان سے ایک شخص بہت بڑی فوج لے کر امام مہدی علیہ السلام کی مدد (کی سعادت کے حصول کے لیے) پہنچے گا۔

اس لشکر کا سب سے آگے والا دستہ ''منصور'' نامی ایک شخص کے زیر کمان ہوگا اور یہ لشکر (تاخت و تاراج کرتا ہوا) راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرڈالے گا۔

اس سے پہلے ایک شخص کا تذکرہ گزر چکا ہے کہ ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک ظالم سادات کو قتل کرے گا اور اس کا حکم ملک شام اور مصر میں چلے گا۔

وہی شخص اہل بیت کا دشمن ہوگا، جس کی ننھیال قوم ''بنوکلب'' ہوگی، یہ شخص حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مقابلے کے لئے ایک فوج بھیجے گا جب یہ فوج مدینہ منورہ کے درمیان ایک میدان میں آکر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اس جگہ اس فوج

کے نیک و بدعقیدے والے سب کے سب زمین میں دھنسا دیے جائیں گے (کیونکہ یہ لوگ حق کے مقابلے میں آئیں گے اور باطل کی حمایت میں ہوں گے اسی وجہ سے ان کے عقیدے کی صحت بھی ان کے کام نہ آسکی اور سب دھنسا دیے گئے۔ البتہ) قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اسی کے عقیدے اور اعمال کے موافق ہوگا مگر ان سے صرف دو آدمی بچ جائیں گے، ایک امام مہدی علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کرے گا اور دوسرا سفیانی کو (اس دھنسنے والے واقعہ کی اطلاع دے گا۔)

عرب فوجوں کے (حضرت امام مہدیؑ کے ساتھ دینے کا حال سن کر) عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کو جمع کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اور روم کے ممالک سے فوج لے کر امام مہدیؑ کے مقابلہ کے لئے شام میں جمع ہوجائیں گے۔

(مسلم ص ۳۹۳)

اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار فوج ہوگی۔ (صحیح بخاری)

اور حضرت مہدی علیہ السلام مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے، اور پیغمبر ﷺ (کے روضہ کی) زیارت سے مشرف ہوکر شام کی جانب روانہ ہوجائیں گے۔

(صحیح مسلم)

دمشق کے قرب و جوار میں عیسائیوں کی فوج سے آمنا سامنا ہوگا، اس وقت امام مہدیؑ کی فوج کے تین گروہ ہوجائیں گے، ایک گروہ نصاریٰ کے خوف سے راہ فرار اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ انہیں کبھی بھی معاف نہیں فرمائیں گے (کیونکہ وہ میدان جہاد سے بھاگنے کا بڑا گناہ کرچکے ہوں گے)

(۲) باقی لوگوں میں سے (کچھ خوش نصیب) تو شہید ہوجائیں گے اور بدر و احد کے شہداء کے مراتب حاصل کرلیں گے۔

(۳) اور کچھ (عیسائیوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہیں گے، حتیٰ کہ) فتح حاصل کرکے ہمیشہ کے لئے گمراہی اور برے انجام کے اندیشہ سے چھٹکارا پالیں گے، (گویا

انہیں ایمان پر مرنے کی خوشخبری بھی مل جائے گی، یہ حق بات کی خاطر جانی اور مالی قربانی پیش کرنے کا انعام ہوگا)

حضرت مہدی علیہ السلام دوسرے دن بھی عیسائیوں کے مقابلے میں نکلیں گے، اس روز مسلمان بغیر فتح یا موت کے جنگ سے نہ پلٹیں گے، (مسلم ص ۳۹۲)

پھر یہ سب مجاہدین شہادت کا جام پی لیں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام باقی رہ جانے والے تھوڑے افراد کے ساتھ لشکر گاہ میں جہاد کی تیاری کریں گے۔

تیسرے دن پھر ایک بڑی جماعت کے ساتھ ''موت یا فتح'' کا عہد لئے میدان کارزار میں آئیں گے (آپ کے ساتھی) بڑی بہادری کے ساتھ (عیسائیوں سے جہاد کریں گے اور) آرزوئے شہادت کو پالیں گے، شام کے وقت حضرت مہدی علیہ السلام (بچی ہوئی) تھوڑی سی جماعت کو ساتھ لے کر واپس آجائیں گے۔

چوتھے دن بھی (مجاہدین کی ایک) بڑی جماعت (موت یا فتح) کی قسم کھا کر پھر شہید ہوجائے گی، حضرت امام مہدی علیہ السلام تھوڑی سی جماعت کو لے کر واپس تشریف لے جائیں گے، پھر ایک دن حضرت امام مہدی علیہ السلام رسد کی (تھوڑی سی) محافظ فوج کو لے کر دشمن سے نبرد آزما ہوں گے۔

اس دن خداوند کریم ان کو کھلی فتح نصیب فرمائے گا۔ (مسلم ص ۳۹۲)

عیسائیوں کا اس قدر جانی نقصان ہوگا کہ باقی رہ جانے والے عیسائیوں کے دماغ سے حکومت کرنے کی بو بھی جاتی رہے گی اور بے سروسامان ہوکر نہایت ذلیل ورسوا ہوکر بھاگ کھڑے ہوں گے، مسلمان ان کا تعاقب کرکے اکثر عیسائیوں کو جہنم رسید کردیں گے۔

اس فتح کے دن حضرت مہدی علیہ السلام مجاہدین کو بے انتہاء انعامات سے نوازیں گے لیکن (ان جانبازوں کے دلوں میں حب الٰہی اور جنت کا شوق اتنا غالب ہوگا کہ اس مال ودولت کے ملنے کی) انہیں ذرا بھی خوشی نہ ہوگی (اور دوسری وجہ خوشی نہ

ہونے کی یہ ہوگی کہ) اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان اور قبائل ایسے ہوں گے جن میں سے ایک فیصد آدمی بچا ہوگا۔

بعد ازاں حضرت امام مہدی علیہ السلام اسلامی شہروں کے انتظامات اور فرائض حقوق العباد کو پورا کرنے میں مصروف ہوجائیں گے (اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے) چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلادیں گے، ان مہمات سے فراغت پر قسطنطنیہ کی فتح کے لئے روانہ ہوں گے۔

صحیح مسلم ص ۳۹۶ میں ہے کہ بحیرہ روم کے ساحل پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کرکے حکم فرمائیں گے کہ استنبول کو آزاد کرائیں جب یہ مجاہدین فصیل شہر کے نزدیک پہنچ کر نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کریں گے تو ان کی فصیل خدا کے نام کی ہیبت کی وجہ سے گر پڑے گی، ان سرکشوں کو قتل کرکے ملک میں عدل واسلام قائم کریں گے۔

تشریح......اس عبارت میں ہے کہ فصیل نعرہ تکبیر سے گر پڑے گی، اس کا مفہوم یہ ہے (یعنی وہ فصیل مجاہدین کے حملوں سے ان کی ذرا بھی حفاظت نہ کرے گی تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، بالفرض اسے دیوار کے حقیقی گرنے پر محمول کیا جائے تو بھی کچھ بعید نہیں ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی ابتدائی بیعت سے اب تک سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۹۶)

امام مہدی علیہ السلام ملک کے انتظام وانصرام میں مصروف ہوں گے کہ ان تک یہ افواہ پہنچے گی کہ دجال نے مسلمانوں پر تباہی ڈالی ہے۔

اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی علیہ اسلام ملک شام کی طرف رخ فرمالیں گے (لیکن جانے سے پہلے اس خبر کی تصدیق کریں گے) اور دجال کے نکلنے کی خبر کی تصدیق کے لئے ایک وفد روانہ فرمائیں گے، وہ وفد پانچ یا نو سواروں پر مشتمل

ہوگا، ان سواروں کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ماں باپ اور قبائل تک کے ناموں کو جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک جانتا ہوں (اور اس وفد میں شامل لوگوں کے متعلق فرمایا کہ) وہ روئے زمین پر اس وقت سب سے بہتر انسان ہوں گے۔

تحقیق حال کے بعد (جب یہ خبر جھوٹی ثابت ہوجائے گی) جلدی کو چھوڑ کر دوبارہ سے ملک وملت کے کاموں میں مصروف ہوجائیں گے، ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہوجائے گا۔

ظہور دجال اور اس کے مختلف دعاوی

دجال یہودیوں میں سے ہوگا، عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔
(صحیح بخاری ص۲۵۲، ومسلم)

دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی۔ (صحیح بخاری ص۱۰۵۵، مسلم)

گھونگردار بال ہوں گے سواری میں ایک بہت بڑا گدھا استعمال کرے گا۔

سب سے پہلے ملک عراق وشام میں ظاہر ہوگا، جہاں وہ نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

اصفہان میں اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، یہیں سے (مزید تکبر میں مبتلا ہوکر) خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا اور چاروں طرف فساد برپا کرے گا۔

اور زمین میں بہت سے مقامات پر جاکر اپنے آپ کو خدا کہلوائے گا۔
(صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزمائش کے لئے اس سے بڑے بڑے ناممکن اور نادر الوقوع کام کروائیں گے۔ (صحیح مسلم)

اس کی پیشانی پر (ک،ف،ر) لکھا ہوگا، جس کی پہچان ہر وہ شخص کر سکے گا جس کے دل میں بھی ایمان ہوگا، (بخاری ص۱۰۵۶، مسلم ص۴۰۰)

اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو ''دوزخ'' تعبیر کرے گا اور ایک باغ ہوگا جس کا نام ''جنت'' ہوگا، اپنے مخالفین کو آگ میں اور اپنے ماننے والوں کو جنت میں ڈالے گا۔ (صحیح بخاری)

مگر وہ آگ درحقیقت ایک باغ ہوگا اور باغ درحقیقت آگ کی طرح ہوگا (یعنی اس کا یہ سب کچھ صرف لوگوں کے امتحان کے لئے ہوگا)

اس کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ایک ذخیرہ ہوگا، جس کو چاہے گا اسے (خوش ہوکر دے گا) (صحیح بخاری ومسلم شریف)

جب کوئی فرقہ اس کو رب مان لے گا تو (اس کی سرزمین پر) اس کے لئے بارش ہوگی، اناج پیدا ہوگا (ان کے) درخت پھل دینے لگیں گے، ان کے مویشی موٹے ہوجائیں گے، اور دودھ والے جانور دودھ دینے لگیں گے اور جب کوئی جماعت اسے نہ مانے گی اس سے (بارش، پھل۔ دودھ اور جانوروں کا بڑھنا) بند کردے گا اور اس قسم کی بہت سی تکلیفیں اہل حق کو دے گا۔

مگر اہل ایمان کا سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنا ہی ان کے کھانے اور پینے کا کام دے گا۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح......یعنی اہل ایمان بھوکا اور پیاسا رہنا گوارا کرلیں گے، لیکن اس کے دھوکے میں نہ آئیں گے اور صبر کریں گے پھر اللہ اپنے ذکر کی حلاوت ظاہر کرے گا اور اہل ایمان ذکر سے ہی سیر ہونگے۔

امام احمدؒ نے نقل کیا ہے کہ اس کے نکلنے سے دو سال تک پہلے ہی قحط رہ چکا ہوگا، تیسرے سال عین دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔

زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ساتھ ہوجائیں گے، بعض

آدمیوں سے کہے گا ''میں مردہ ماں باپوں کو زندہ کر سکتا ہوں تا کہ اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو۔''

تشریح...... یہ کہہ کر شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین سے ان کے ماں باپوں کی شکلیں بنا کر نکلو، (تا کہ یہ مجھے خدا تسلیم کر لیں) چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے (اور کتنے ہی لوگ اپنے ماں باپ کو سامنے پا کر (اس کو سچا مان لیں گے اور) گمراہ ہو جائیں گے لیکن جن کے یقین اللہ کی ذات پر ہوں گے اس نے فرمایا ہے کہ یحیی ویمیت وہ اللہ ہی زندہ کر سکتا ہے اور وہی مار سکتا ہے، **یوم نحشرھم جمیعا** ۔ہم ہی انہیں قیامت کے دن زندہ کر کے جمع کریں گے۔

جن اہل ایمان نے کتاب وسنت کی تعلیم کے مطابق اپنے ایمان کو مضبوط کیا ہوگا، دجال کے بڑے بڑے کارنامے انہیں متاثر نہ کر سکیں گے اور وہ ایمان داران تمام خلاف عادت کاموں کو شعبدہ بازی، شیطانیت اور گمراہی اور جادوگری کا نام دیں گے، بلکہ دیگر نشانیوں سے تعین کر کے کہیں گے کہ یہ ''دجال'' ہے، جس کے سب سے بڑے دھوکا باز ہونے کی گواہی ہمارے حضرت محمد ﷺ پہلے سے دے چکے ہیں۔

مذکورہ حالات لوگوں کو دکھاتا ہوا (اور کمزور ایمان والوں کو گمراہ کرتا ہوا) بہت سے ممالک میں سے گزر جائے گا، یہاں تک کہ وہ یمن کی سرحد میں پہنچے گا تو بددین (لوگوں میں بڑا مقبول ہوگا اور وہ لوگ سب کاموں کو چھوڑ کر اس کے) ساتھ ہو جائیں گے۔

صحیح مسلم و بخاری میں ہے، یہاں سے لوٹ کر ''مکہ مکرمہ'' کے قریب مقیم ہوگا، لیکن وہاں فرشتوں کے حفاظت مکہ معظّمہ کی ذمہ داری کی وجہ سے داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری، ومسلم)

صحیح بخاری ص ۲۵۳ میں ہے، اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے کی حفاظت کے لئے خداوند کریم دو دو فرشتے مقرر فرمائے گا، جن

کے ڈر سے دجال کی فوج اس شہر نبی علیہ السلام میں داخل نہ ہو سکے گی، نیز مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدہ و منافق لوگ خائف ہو کر شہر نبی علیہ السلام سے نکل جائیں گے اور باہر آ کر دجال کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔

تشریح...... (کیونکہ مدینہ طیبہ میں یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے نہیں رہ رہے ہوں گے بلکہ اپنی دنیاوی اغراض سے وہاں رہ رہے ہوں گے ان کو مدینہ اور صاحب مدینہ کی سنت اور محبت سے کوئی غرض نہ ہوگی اس وجہ سے انہیں زلزلہ کے ذریعے اس پاک سرزمین سے نکال دیا جائے گا کیونکہ بہت سے انسان روپیہ پیسہ کمانے کی غرض سے وہاں رہتے ہیں انہیں روضہ رسول ﷺ پر سلام تک نصیب نہیں ہوتا۔

دجال سے ایک عالم کا مناظرہ

(جب یہ ملعون ارض مقدس مدینہ سے باہر موجود ہوگا) ان دنوں مدینہ میں ایک عالم بزرگ ہوں گے (جو اس ملعون کو اپنے علم خداداد سے پہچانیں گے اور اسے لاجواب کرنے اور لوگوں کو حق کی راہ بتلانے کے لیے) دجال سے مناظرہ کریں گے۔

چنانچہ مدینہ سے باہر آ کر دجال کی فوج کے قریب آ کر پوچھیں گے ''دجال کہاں ہے؟ وہ ان کی گفتگو کو (دجال کے (ادب کے خلاف سمجھیں گے، اس عالم دین بزرگ کو قتل کرنے کا ارادہ کریں گے لیکن ان میں سے کچھ لوگ منع کر دیں گے اور کہیں گے کہ ''تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے اور تمہارے خدا (دجال) نے بغیر اجازت کسی کو قتل کرنے سے روک رکھا ہے۔

چنانچہ وہ دجال سے جا کہیں گے کہ ایک شخص آیا ہے، جو بڑا گستاخ ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہ رہا ہے، دجال ان بزرگ عالم کو اپنے پاس بلائے گا جب وہ بزرگ دجال کے چہرے کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے۔

''میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی ملعون ہے جس کی پیغمبر خدا ﷺ نے خبر دی تھی، اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمائی تھی۔''

دجال غصہ میں آکر کہے گا ''اس کو آرے سے چیرو'' (یہ سن کر اس کے ماننے والے اٹھیں گے) اسی بزرگ کو دو ٹکڑے کر ڈالیں گے (اور عبرت کے لیے) دائیں بائیں ڈال دیں گے۔

پھر خود دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان سے نکل کر لوگوں سے کہے گا۔

''اگر اب میں اس مردے کو زندہ کر دوں تو کیا تم میری خدائی کو تسلیم کر لو گے۔''

وہ کہیں گے ہم تو پہلے ہی آپ کے خدا ہونے کو مانتے ہیں اور کسی قسم کا شک شبہ دل نہیں رکھتے، ہاں (اگر آپ اسے ہمارے سامنے زندہ کر دیں) اور ایسا ہو جائے تو ہم کو مزید اطمینان ہو جائے گا، پھر وہ ان دونوں ٹکڑوں کو اکٹھا کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا چنانچہ وہ خدائے قدوس کی حکمت اور ارادے سے زندہ ہو کر کہے گا۔

''اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ تو وہی مردود دجال ہے کہ جس کے لعنتی ہونے کی خبر پیغمبر خدا ﷺ نے دی تھی۔''

دجال جھنجھلا کر معتقدین کو حکم دے گا کہ اس کو ذبح کر دو! (یہ سن کر اس کے مریدین) آپ کی گردن پر چھری پھیریں گے مگر اس سے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، دجال شرمندہ ہو کر انہیں اپنی خود ساختہ دوزخ میں ڈالے گا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے کی طرح) وہ آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔

اس کے بعد (دجال سے یہ طاقت چھین لی جائے گی اور) وہ کسی مردہ کو زندہ نہ کر سکے گا اور یہاں سے (ذلیل ورسوا ہو کر) ملک شام کو روانہ ہو جائے گا۔

(مسلم ص ۳۰۲)

اس کے دمشق پہنچے سے پہلے حضرت امام مہدیؑ دمشق پہنچ جائیں گے اور دجال کے فتنے کو مٹانے کیلئے جنگ کی پوری تیاری اور ترتیب طے کر چکے ہوں گے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام

امام مہدیؑ جنگ کی تیاری کے لئے فوج کو ہدایات دے رہے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰؑ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے دمشق کی جامع مسجد میں مشرقی مینارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ۔

''سلم یعنی سیڑھی لے آؤ'' سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

آپ اس کے ذریعے اتر کر امام مہدیؑ سے ملاقات کریں گے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ امام مہدیؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑی تواضع اور اچھے اخلاق سے پیش آئیں گے اور عرض کریں گے، ''یا نبی اللہ! امامت کیجئے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے۔

''امامت تم ہی کرو۔ اس لئے کہ تم میں سے بعض دوسروں کے لئے امام ہیں، اور اے امت محمدیہ! یہ (امامت کی عزت) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی بخش دی ہے۔''

پھر امام مہدیؑ نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے مقتدی بن کر نماز ادا کریں گے، نماز سے فارغ ہو کر حضرت امام مہدیؑ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے عرض کریں گے۔

''یا نبی اللہ! اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں اس (فریضہ جہاد) کو انجام دیں۔''

وہ فرمائیں گے نہیں! یہ کام بدستور آپ ہی کے سپرد رہے گا، میں تو صرف دجال کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں، جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھوں سے مقدر ہو چکا ہے۔

(مسلم شریف)

دجال کا فرار اور قتل

رات امن و امان سے بسر کر کے صبح امام مہدیؑ اسلامی فوج کو لے کر میدان

کارزار میں تشریف لائیں گے، حضرت عیسیٰؑ (بھی ان کے ساتھ ہوں گے) وہ کہیں گے، میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لاؤ! تاکہ اس ملعون سے خدا کی زمین کو پاک کردوں۔

پھر حضرت عیسیٰؑ دجال پر حملہ آور ہوں گے اور امام مہدی علیہ السلام اسلامی فوج کے ساتھ دجال کی فوج پر تاخت کریں گے، یہ لڑائی نہایت خوفناک ہوگی اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر مجاہدین گھمسان کی جنگ میں بے جگری کے ساتھ دجال کی فوج سے نبرد آزما ہوں گے۔

مسلم شریف ص۴۰۰ پر ہے کہ: اس وقت حضرت عیسیٰ کے سانس کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک (دجال) پہنچے گا آپ کی نظر بھی وہیں تک پہنچے گی اور جس کافر تک آپ کا سانس پہنچے گا وہ وہیں خاک میں مل جائے گا، آپ دجال کا مقابلہ کرتے کرتے مقام ''لد'' تک جا پہنچیں گے اور نیزے سے اسے واصلِ جہنم کرکے لوگوں کو اس فتح کی اطلاع دیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس کو جلدی قتل نہ بھی کریں (پھر بھی کیونکہ اس کا ہلاک ہونا حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے لکھا جاچکا ہے، اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمادی ہے اس لئے وہ) آپ نے سانس سے بھی پگھل جائے گا جیسے کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم وابن ماجہ)

ادھر اسلامی فوج کے مجاہدین لشکر دجال کو قتل کرنے میں مشغول ہوجائے گی، (ادھر اللہ کی نصرت کا ظہور اس طرح بھی ہوگا کہ) اس لشکر میں موجود کسی یہودی کو پناہ نہ ملے گی۔

صحیح مسلم ترمذی اور بخاری میں ہے کہ اگر یہودی رات کو کسی درخت یا پتھر کی آڑ میں چھپ جائے تو بھی (درخت یا پتھر) کہے گا۔

''اے خدا کے بندے! دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر! مگر غرقد کا درخت ان کو پناہ دے کر ان کے حالات کو چھپائے گا۔

قربِ قیامت کے شب و روز

ترمذی ص۳۲۵ پر ہے کہ دجال کے شر کا زمانہ چالیس دن تک رہے گا، ان دنوں میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک، ایک مہینہ کے اور ایک ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، باقی دن اپنے دنوں کے برابر ہوں گے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ لمبے دن بھی دجال کے تصرفات اور اس کے استدراج کی وجہ سے محسوس ہوں گے، کیونکہ وہ لعنتی سورج کو روکنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کی مرضی کے مطابق سورج کو روک دیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نمازیں پڑھنی چاہئیں یا پورے سال کی نمازیں پڑھنی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ اندازہ لگا کر ایک پورے سال کی نمازیں پڑھنی چاہئیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی جو اربابِ کشف وشہود محققین میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں: اس دن کی تصویر دل میں یوں آتی ہے کہ آسمان پر ایک بڑا بادل ہوگا اور کمزور سی روشنی جو عام طور پر ایسے ایام میں آتی ہے وہ تاریکی میں تبدیل نہ ہوگی اور سورج نمایاں طور پر ظاہر نہ ہوگا تو لوگ شریعت کے مسئلہ کی رو سے اندازہ تخمینہ سے نماز کے اوقات کا لحاظ رکھنے کے پابند ہوں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

دجال کے فتنہ کے ختم ہونے پر حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان شہروں میں (مسلمانوں کو ملنے جائیں گے) جہاں جہاں دجال نے لشکرکشی کی ہوگی اور وہاں پہنچ کر (یہ دونوں حضرات) دجال کے ستائے ہوئے لوگوں کو اجر عظیم کی خوشخبریاں دیں گے اور عام نوازشات کرکے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ (مسلم ص۴۰۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (خدمت خلق اور اکرام مسلم کے عمل سے فارغ

ہوکر) سب سے پہلے قتل خنزیر، شکست صلیب اور کفار سے جزیہ قبول نہ کرنے کے احکامات صادر فرمائیں گے، پھر تمام کفار کو اسلام کی طرف آجانے کی دعوت دیں گے، خدا کے فضل وکرم سے کوئی کافر اسلامی شہروں میں نہ رہے گا، تمام روئے زمین امام مہدی علیہ السلام کے عدل وانصاف کی کرنوں سے منور ہوگی ظلم وناانصافی کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے گا، تمام لوگ اللہ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول ہوں گے، آپ کی خلافت کی میعاد سات سال یا آٹھ سال یا نو سال ہوگی۔ (ترمذی)

وصال مہدی وکمال عیسیٰ علیہ السلام

واضح رہے کہ امام مہدی علیہ السلام کو سات سال عیسائیوں کے فتنہ کو (پامال کرنے) اور ملک میں عدل وانصاف قائم کرنے میں لگے گا اور آٹھواں سال دجال سے جنگ وجدال میں گزرے گا اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گزرے گا، اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال ہوگی، اس کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کا وصال ہوجائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور آپ کو قبر میں اتاریں گے۔

اس کے بعد لوگوں (کی بھلائی) کے چھوٹے بڑے کاموں میں مصروف ہوجائیں گے، ان کے (شرعی ضابطوں اور مکمل نفاذ اسلام کی برکت سے) ساری مخلوق نہایت امن وسکون سے ہوگی۔

خروج یاجوج، ماجوج

صحیح مسلم ص ۴۰۱ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی کا نزول ہوگا؟

''میں اپنے بندوں میں سے ایسے طاقتور بندوں کو ظاہر کرنے والا ہوں کہ کسی شخص کو ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے تو آپ میرے خالص بندوں کو کوہ طور پر لے جائیں تاکہ وہاں پناہ لے لیں۔''

(وحی الٰہی کے نزول کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے قلعہ میں نزول فرما کر سامان جنگ کی تیاری میں مصروف ہوجائیں گے، اس دوران یاجوج ماجوج دیوار سکندری توڑ کر باہر آجائیں گے، ٹڈیوں کی طرح چاروں طرف پھیلے (صرف وہی نظر آئیں گے)

تشریح...... معالم التنزیل میں ہے کہ ان کے شر سے بچنے کے لئے لوگ قلعوں کا رخ کریں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعوں میں وہ لوگ نہ گھس سکیں گے اسی وجہ سے مضبوط قلعوں کے اندر چھپنے کے علاوہ خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

(یہ لوگ) قتل وغارت گری سے کسی کو معاف نہ کریں گے، یہ لوگ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان کا ملک انتہائی بلاد شمال مشرق ہفت اقلیم سے باہر ہے، ان کے شمال کی طرف دریائے شور ہے، جس کا پانی انتہائی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے گاڑھا اور جما ہوا ہے اس میں جہاز کا چلانا ناممکن ہے ان کے مشرقی ومغربی اطراف میں دو پہاڑ بالکل دیواروں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں اور ان میں آمد ورفت کا سلسلہ کسی کا بھی نہیں ہے، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی کہ جس میں یاجوج ماجوج ادھر آنے والے لوگوں کو لوٹ لیتے تھے۔ (بخاری ص ۵۱۰)

ان لوگوں کی درخواست پر حضرت ذوالقرنین نے ایک لوہے کی دیوار بنادی جہاں سے یہ لوگ عبور کر کے نہ آسکیں۔

(ذوالقرنین ایک نیک دل بادشاہ کا نام ہے، جس کا پایہ تخت یمن میں تھا، اس کی پیشانی کی دونوں جانبیں ابھری ہوئی تھیں اس لئے اسے ذوالقرنین یعنی دوسینگوں والا کہا جاتا ہے، الغرض اس کا گزر ادھر کو ہوا تو لوگوں نے یاجوج مایوج کی تکالیف کی شکایت کی تو اس نے لوگوں کی حفاظت کے لئے) ایسی آہنی دیوار بنا ڈالی جس کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کو چھو رہی تھی اور موٹائی ۶۰ گز ہے۔

(یاجوج ماجوج اس دیوار کو عبور کرنے کے لئے) سارا دن اسے توڑنے کی

بھرپور کوشش کرتے ہیں، مگر رات کو خداوند کریم پھر اسے ویسا ہی کر دیتا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کے وقت میں اس میں اتنا سوراخ ہوگیا تھا کہ جتنا انگوٹھے اور کلمہ شہادت والی انگلی کا حلقہ بنانے سے بنتا ہے، مگر وہ سوراخ ابھی تک اس قدر نہیں ہے کہ اس سے آدمی نکل سکے (جب اللہ کو منظور ہوگا اور) ان کے نکلنے کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور وہاں سے نکلیں گے۔

مسلم ص ۴۰۲ پر ہے کہ جب دیوار ٹوٹنے کے بعد یہاں سے نکلیں گے تو ان کی تعداد اتنی ہے کہ جب ان کی جماعت کا پہلا دستہ بحیرطبریہ میں پہنچے گا اس کا کل پانی پی کر خشک کر دے گا۔

بحیرہ طبریہ بستان میں ایک چشمہ ہے جس کی شکل مربع ہے، اس کا پاٹ سات یا دس میل ہے، نہایت گہرا ہے جب پچھلی جماعت وہاں پہنچے گی تو (دریا کے خشک ہونے کی وجہ سے) کہے گی کہ شاید اس جگہ پانی ہوگا۔

(یہ لوگ) ظلم، قتل وقتال، پردہ دری عذاب دہی اور قید کر کے (لوگوں میں ظلم وستم کا ایک بازار گرم کریں گے) مسلم ص ۴۰۱ پر ہے کہ اسی طرح (لوگوں کو پریشان کرتے ہوئے) جب ملک شام میں آئیں گے تو کہیں گے۔

''اب ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر ڈالیں۔''

یہ کہہ کر آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، خداوند کریم اس تیر کو خون میں لت پت واپس فرمائے گا، یہ دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوں گے، اب تو ہمارے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا۔

یاجوج ماجوج کی ہلاکت

اس فتنہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں پر تنگیٔ معاش (کا یہ عالم ہوگا کہ) گائے کا غلہ سوسواشرفی کا ہو جائے گا۔

آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہوں گے، آپ کے ساتھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر آمین کہیں گے (اسی دعا کی قبولیت کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ ایک بیماری بھیجیں گے، اس بیماری کو عربی میں نغف کہتے ہیں، یہ ایک قسم کا دانہ اور پھنسی کی شکل کا ہوگا جو بھیڑ بکری وغیرہ کی ناک اور گردن میں نکلتا ہے۔ اور طاعون کی طرح تھوڑی دیر میں انسان کو ہلاک کر دے گا، ساری کی ساری قوم یاجوج ماجوج ایک ہی رات میں ہلاک وبرباد ہو جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جو اس وقت اپنے ماننے والے لوگوں کو لے کر ایک قلعہ میں محفوظ ہوں گے جب ان کو ان کے حالات کا علم ہوگا تو) تحقیق حال کے لئے چند آدمیوں کو بیرون قلعہ بھیجیں گے اور ان سڑی ہوئی لاشوں سے بدبو پھیلنے کی وجہ سے زندگی مکدر ہو رہی ہوگی، اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بارگاہ خداوندی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ) پھر سے دست بدعا ہو جائیں گے۔

تب لمبی لمبی گردنوں والے جانور ظاہر ہوں گے اور ان لاشوں میں سے کسی کو کھا لیں گے اور کسی کو جزیروں میں پھینک دیں گے اور ان کے خون اور زرد رنگ کے پانی سے زمین کو پاک کرنے کے لئے بڑی بابرکت بارش ہوگی، جو متواتر چالیس دن تک برسے گی جس سے کوئی کچا و پکا مکان اور کوئی خیمہ وچھپر ٹپکے بغیر نہ رہ سکے گا۔

اس بارش کی وجہ سے پیداوار نہایت ہی بابرکت اور بافراغت ہوگی۔

مسلم ص ۴۰۲ میں ہے کہ برکت کا یہ عالم ہوگا کہ ایک سیر اناج اور ایک گائے یا بکری کا دودھ ایک خاندان کے لئے کافی ہو جائے گا، تمام لوگ آرام وآسائش میں ہوں گے، زندہ لوگ مردوں کی آرزو کریں گے۔ (کاش ہمارے فوت شدہ لوگ بھی آج ہوتے تو ہمارے ساتھ وہ بھی عیش کرتے اسلامی نظام کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

روئے زمین پر سوائے اہل ایمان کے کوئی نہ رہے گا۔ کینہ وحسد لوگوں سے اٹھ

جائے گا (اعلیٰ اخلاقی زندگی ہوگی) سب کے سب لوگ احسان وطاعت الٰہی میں مصروف رہیں گے۔ (لوگوں کی نیکی اور اطاعت الٰہی کی برکات کی وجہ سے جانور بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے) اور جانور حتیٰ کہ سانپ اور درندے بھی (ایک دوسرے کو اور) لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

ترمذی میں ہے کہ قوم یاجوج ماجوج کی تلواروں کی نیامیں اور کمانیں ایک عرصہ تک جلانے کے کام آتی رہیں گی، مذکورہ حالات (نیکی وتقویٰ، خوف الٰہی، اعلیٰ اخلاق قدریں) مسلسل سات سال تک ترقی کی منازل طے کرتی رہیں گی لیکن باوجود اس کے کہ نیکی اور بھلائی زیادہ ہوگی خواہشات نفسانی اپنا سر نکالیں گی (اور انسانوں کی ترکی کی راہیں مسدود کرنے کی کوششیں کریں گی) یہ سب واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آپ کے خلیفہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام چالیس سال رہے گا، آپ کا نکاح ہوگا، اولاد پیدا ہوگی، پھر انتقال فرما کر حضرت رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔

کتاب الوفاء ابن جوزیؒ ومشکوٰۃ میں ہے کہ آپ کے بعد یمن کے رہائشی ایک شخص آپ کا خلیفہ ہوں گے ان کا نام جہجاہ ہوگا اور قبیلہ قحطان سے ان کا تعلق ہوگا، آپ کے خلیفہ بھی نہایت عادل وانصاف سے امور خلافت کو سرانجام دیں گے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ان کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے عہد میں کفر وجہالت کی رسوم عام ہو جائیں گے اور علم بہت کم ہوگا، اس دوران ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں دھنس جائے گا، بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ ان مکانوں میں ہلاک ہونے والے تقدیر کے منکر ہوں گے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ انہیں دنوں میں ایک دھواں نمودار ہوگا جو زمین پر چھا جائے گا اور اس سے لوگ تنگ ہو جائیں گے، اس دھوئیں کی وجہ سے مسلمان تو صرف ضعف دماغ وکدورت حواس اور نزلہ وغیرہ میں مبتلا ہوں گے، مگر منافقین وکفار ایسے بے ہوش ہو جائیں گے کہ بعض ایک دن بعض دو بعض تین دن میں ہوش میں آئیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ دھواں چالیس دن تک مسلسل رہے گا، پھر مطلع صاف ہو جائے گا، بعدہ ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہوگی کہ مسافر تنگ دل، بچے خواب سے بیدار مویشی اپنی چراگاہوں میں جانے کے لئے بیقرار ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے آہ وزاری شروع کر دیں گے اور توبہ توبہ پکار اٹھیں گے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آخر کار تین چار راتوں کے اوقات کے بقدر اضطراری کیفیت میں سورج تھوڑی سی روشنی لے کر برآمد ہوگا (اس کی شکل) چاند گرہن کی طرح ہوگی اور مغرب سے نکلے گا، اس وقت لوگ خدائے قدوس کی توحید کا اعتراف کریں گے، مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا، اس کے بعد سورج تھوڑی سی روشنی کے ساتھ طلوع ہوتا رہے گا۔

صفا پہاڑی سے بات کرنے والا جانور نکلے گا

دوسرے دن اسی (سورج کے) تذکرہ میں ہوں گے کہ کوہ صفا جو کعبہ کے مشرقی جانب ہے وہ زلزلہ سے پھٹ جائے گا، جس میں سے ایک نادر شکل کا جانور برآمد ہوگا اس سے پہلے اس کے نکلنے کی دو مرتبہ جھوٹی خبریں ملک یمن اور نجد میں مشہور ہو چکی ہوں گی۔

﴿واذاوقع القول علیھم اخرجنالھم دابة من الارض تکلمھم ان

الناس کانوا بایتنا لایوقنون﴾ (سورۂ نمل)

''جب قیامت کا وعدہ ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے ان کے لئے بطور نشانی ایک جانور نکالیں گے وہ ان سے کہے گا لوگ خدا کی باتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔

شکل کے لحاظ سے یہ جانور مندرجہ سات جانوروں کے مشابہ ہوگا۔

(۱) چہرہ آدمی جیسا ہوگا۔ (۲) پاؤں میں اونٹ جیسا ہوگا۔

(۳) گردن میں گھوڑے کے مشابہ ہوگا (۴) دم میں بیل کی طرح ہوگا۔

(۵) سرین میں ہرن جیسا ہوگا۔ (۶) سینگوں میں بارہ سنگا جیسا ہوگا۔

(۷) اور ہاتھوں میں بندر کے مشابہ ہوگا۔

وہ جانور (بولے گا اور گفتگو میں) نہایت فصیح اللسان ہوگا، اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی۔

تمام شہروں میں ایسی سرعت اور تیزی سے دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کرسکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکے گا۔ ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا اگر وہ صاحب ایمان ہے تو عصائے موسیٰ سے اس کی پیشانی پر ایک نورانی لکیر لگائے گا، جس کی وجہ سے اس کا سارا چہرہ روشن ہوجائے گا۔

اگر صاحب ایمان نہ ہوتو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے اس کی ناک اور گردن پر سیاہ مہر لگائے گا، جس کی وجہ سے اس کا چہرے پر بے رونقی چھا جائے گی، یہاں تک کہ اگر ایک دسترخوان پر کئی آدمی جمع ہوں تو ہر ایک کا کفر وایمان بخوبی ظاہر ہوگا اس جانور کا نام ''دابۃ الارض'' ہے جو اس کام سے فارغ ہوکر غائب ہوجائے گا، سورج مغرب سے نکلنے اور دابۃ الارض کے ظہور سے صور کے پھونکے جانے کے وقت تک کا عرصہ ایک سو بیس سال ہوگا دابۃ الارض کے غائب ہونے کے

بعد جنوب کی طرف سے ایک نہایت فرحت افزا ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل سے ایک درد اٹھے گا جس کے باعث افضل فاضل سے، فاضل ناقص سے فاسق سے پہلے بالترتیب مرنے شروع ہوجائیں گے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے قریب حیوانات وجمادات اور تسمہ وغیرہ کثرت سے باتیں کریں گے جو (لوگوں کو ان کے (گھروں کے احوال بتائیں گے۔

جب اہل ایمان اس جہاں سے چلے جائیں گے تو حبشہ والوں کا غلبہ ہوگا اور تمام ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی، صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ حبشہ والے خانہ کعبہ کو گرادیں گے اور حج موقوف ہوجائے گا، قرآن شریف دلوں، زبانوں اور کاغذوں سے اٹھالیا جائے گا۔

خداترسی، حق شناسی، خوف آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہوجائے گا، شرم وحیا جاتی رہے گی، برسرراہ گدھوں اور کتوں کی طرح زنا کریں گے۔ (مسلم)

حکام کا ظلم اوران کی جہالت، رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی، پھر دیہات ویران ہوجائیں گے، بڑے بڑے قصبے گاؤں کی طرح اور بڑے بڑے شہر معمولی قصبوں کی طرح ہوجائیں گے۔

قحط، وباء اور غارت گری کی آفتیں پے درپے نازل ہوگی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جماع زیادہ ہوگا، اللہ کی طرف رجحان دلوں سے نکل جائے گا، جہالت اس قدر بڑھ جائے گی کہ کوئی شخص لفظ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا، اس دوران شام میں امن اور ارزانی نسبتاً زیادہ ہوگی۔

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ (شام میں ارزانی کی وجہ سے) دیگر ممالک کے لوگ آفتوں سے تنگ آکر اپنے اہل خانہ سمیت ملک شام کی طرف چلنے لگیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ کچھ عرصہ بعد ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی اور لوگوں کی طرف بڑھنے لگے گی، جس سے لوگ بے تحاشہ بھاگیں گے آگ ان

کا پیچھا کرے گی جب لوگ دوپہر کو تھک جائیں گے اور اپنی عاجزی کا اظہار کریں گے تو آگ بھی ٹھہر جائے گی اور آدمی بھی آرام کرلیں گے۔

صبح ہوتے ہی آگ پھر پیچھا کرے گی۔انسان اس سے بھاگیں گے اس طرح کرتے کرتے وہ ملک شام تک پہنچ جائیں گے اس کے بعد آگ واپس لوٹ کر غائب ہوجائے گی۔

اس کے بعد قیامت قائم ہونے کی پہلی نشانی یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے، اور دنیاوی نعمتیں، دولت اور شہوت رانی بکثرت ہوجائے گی کہ جمعہ کے دل جومحرم کی دسویں تاریخ بھی ہوگی صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ایک باریک لمبی آواز سنائی دے گی۔یہی صور کا پھونکنا ہوگا۔

ہر طرف کے لوگوں کو یکساں سنائی دے گی اور لوگ حیران ہوں گے کہ یہ کیسی آواز ہے؟......آہستہ آہستہ یہ آواز بجلی کی کڑک کی طرح سخت اور اونچی ہوجائے گی۔ انسان بےقرار ہوجائیں گے۔جب آواز میں پوری سختی ہوجائے گی تو لوگ ہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہوجائیں گے۔زمین میں زلزلہ آئے گا۔

قرآن کریم میں ہے:۔﴿وَاِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا.﴾ (پارہ عمّ) ''اس زلزلے کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگ کھڑے ہوں گے۔''

اور وحشی جانور خائف ہوکر لوگوں کی طرف بڑھیں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ (پارہ عمّ) ''جس وقت وحشی جانور جانوروں کے ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے۔'' (ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ)

زمین جابجا شق ہوگی،ارشاد ہے:﴿وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ.﴾ (القرآن) ''سمندر ابل کر قرب وجوار کی بستیوں میں جاگریں گے۔'' ارشادگرامی ہے:﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ.﴾ ''اور جب دریا بہ چلیں۔'' (ترجمہ شاہ عبدالقادر) آگ بجھ جائے گی بلند وبالا

پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کی طرح اڑ جائیں گے۔﴿وَاِذَ الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ (پارہ عمّ) ''اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں۔''

گرد وغبار کے اڑنے اور آندھیوں کے آنے کی وجہ سے پوری دنیا تاریخ لگ رہی ہوگی اور وہ آواز صور سخت ہوجائے گی حتی کہ اس کے ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

پھر ایک وقت تک ذات واحد ہی رہے گی۔پھر ایک مدت کے بعد از سر نو پیدائش کا سلسلہ جاری کرے گا لیکن یہ کتنی مدت کے بعد ہوگا اسے اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا ہے۔آسمان زمین اور فرشتوں کو پیدا کرے گا۔جب سب آدمی مر جائیں گے تو ملک الموت شیاطین کی روح قبض کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے،یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھرے گا،مگر فرشتے اسے آگ کے گرزوں سے لوٹا دیں گے اور اس کی روح قبض کرلیں گے۔سکرات موت کی جتنی تکلیفیں پوری انسانیت کو پہنچی ہیں ان سب تکلیفوں کی مقدار اس اکیلے کو ملے گی۔مسلسل چھ ماہ تک صور پھونکا جاتا رہے گا اس صور کے پھونکنے کے بعد نہ آسمان رہے گا نہ ستارے رہیں گے،نہ پہاڑ رہیں گے نہ سمندر نہ کوئی چیز (الغرض) ہر چیز نیست ونابود ہوجائے گی۔فرشتے بھی مرجائیں گے،مگر آٹھ چیزیں فنا نہ ہوں گی۔

اول عرش،دوم کرسی،سوم لوح،چہارم قلم،پنجم جنت،ششم صور،ہفتم دوزخ،ہشتم روحیں،لیکن روح کو بھی بےخودی ضرور ہوگی،بعضوں کا قول ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لیے معدوم ہوجائیں گی،حاصل کلام یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم؟ ''کہاں ہیں حکومتوں کے دعویدار اور بادشاہ''؟ کس کے لئے ہے آج کی سلطنت؟......پھر خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار۔خدائے یکتا وقہار کے لیے ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن زمین ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں

درختوں اور پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کا نشان تک نہ ہوگا،اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس جس مقام پر سے لوگوں کو چاہے گا وہیں سے زندہ کرے گا۔(زندہ کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ) پہلے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو پیدا کرے گا۔ (بخاری ومسلم)

اوران کے دیگر اجزاء جسمانی کو اس ہڈی کے متصل رکھ دے گا، ریڑھ کی ہڈی اس ہڈی کو کہتے ہیں جس سے تمام جسم کی پیدائش شروع ہوتی ہے۔تمام اجزاء جسمانی کو (اس ہڈی کے ساتھ) ترتیب دے کر گوشت پوست چڑھا کر جو صورت مناسب ہو گی عطا فرمائیں گے۔جسمانی قالب کی تیاری کے بعد تمام روحیں صور میں داخل کر کے حضرت اسرفیل علیہ السلام کو حکم فرمائیں گے کہ ان کو پوری طاقت سے پھونک دیں اور خداوند تعالیٰ فرمائیں گے!''قسم ہے میری عزت وجلال کی! کوئی روح بھی اپنے ڈھانچے کے علاوہ کہیں نہ جائے (حکم الٰہی سن کر تمام) روحیں اس طرح اپنے اپنے جسموں میں آجائیں گی جس طرح پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں چلے جاتے ہیں''۔

صور اسرافیل میں روحوں کی تعداد کے مطابق سوراخ ہیں۔جن میں سے روحیں پھونکنے پر پرندوں کی طرح نکل کر اپنے اپنے ڈھانچوں میں داخل ہوجائیں گی اور ہمیشہ کے لیے ان کا تعلق جسموں کے ساتھ قائم ہوجائے گا اور سب کے سب زندہ ہوجائیں گے۔اس کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا۔جس کی وجہ سے زمین پھٹ کر لوگوں کو باہر نکال دے گی،لوگ گرتے پڑتے صور (کی آواز) کی طرف دوڑیں گے۔یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر پھونکا جائے گا جہاں صخرہ معلق ہے بدنوں میں روحوں کی آمد اور دوسرے صور کے پھونکنے میں چالیس سال کا عرصہ لگ جائے گا۔

(بخاری)

قبروں سے لوگ اسی شکل میں پیدا ہوں گے جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے یعنی ننگے بدن بے ختنہ اور بغیر داڑھی ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

: كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ. ''جیسا کہ ہم نے اس خلقت کو اول مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔ (القرآن)

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ لوگ ننگے بدن ہوں گے ان کا ختنہ نہ ہوا ہوگا۔داڑھیاں نہ ہوں گی صرف سر کے بال اور منہ میں دانت ہوں گے۔سب چھوٹے بڑے، گونگے بہرے لنگڑے اور کمزور سب کے سب درست اعضاء والے ہوں گے۔

سب سے پہلے زمین میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیں گے آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر جگہ جگہ سے انبیاء علیہم السلام،صدیقین،شہداء وصالحین اٹھیں گے۔ان کے بعد مؤمنین، پھر فاسقین، پھر کفار،تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوبکر وعمر آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آپ کے پاس اور دوسرے نبیوں کی اُمتیں اپنے اپنے نبیوں کے پاس جمع ہوجائیں گی خوف اور دہشت کی وجہ سے سب کی آنکھیں آسمان پر لگی ہوں گی۔کوئی شخص کسی کی شرم گاہ کو نہیں دیکھے گا،اگر دیکھے گا تو بچوں کی طرح دل میں شہوت سے خالی ہوگا۔ (صحیح بخاری ومسلم وترمذی)

صحیح مسلم میں ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہوں گے تو سورج اس قدر قریب کردیا جائے گا کہ گویا بس ایک میل پر ہے،آسمان کی طرف چمکنے والی بجلیاں اور خوفناک آوازیں سنائی دیں گی۔سورج کی گرمی کی وجہ سے تمام کے بدنوں سے پسینہ جاری ہوجائے گا،پیغمبروں اور نیک بخت مومنوں کے تو صرف تلوے تر ہوں گے عام مومنین کے ٹخنے پنڈلی، گھٹنے،زانو، کمر،سینہ اور گردن تک اعمال کے مطابق پسینہ چڑھ جائے گا۔کفار منہ اور کانوں سے پسینہ میں غرق ہوجائیں گے اور اس سے ان کو سخت تکلیف ہوگی، بھوک پیاس کی وجہ سے لوگ لاچار مٹی کھانے لگیں گے اور پیاس بجھانے کی غرض سے حوض کوثر کی طرف جائیں گے،دوسرے نبیوں کو بھی حوض

دیئے جائیں گے لیکن وہ اپنی لذت اور وسعت میں (آپ ﷺ کے حوض کوثر سے) کم ہوں گے۔سورج کی گرمی کے علاوہ بھی کئی ہولناک مناظر ہوں گے ایک ہزار سال تک لوگ انہی مصائب ومشکلات میں مبتلا ہوں گے اور سات گروہ وہ ہوں گے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے سائے میں جگہ نصیب فرمائیں گے، تمام روایات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ حاصل کرنے والے لوگ چالیس فرقوں پر مشتمل ہوں گے۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ از آثار قیامت اور فتنہ دجال)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مسلمانوں کا حال یہ ہوگا......؟

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کفار سے برسرِ پیکار ہوں گے اور مسلمان ان کا ساتھ دے رہے ہوں گے کہ دجال آچکا ہوگا۔

حضرت سمرۃؓ بن جندب (المتوفی ۵۹ھ) کی طویل اور مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال لعین کے خروج کے وقت خراب حالات اور مسلمانوں کی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿فیتزلزلون زلزالا شدیدا فیصبح فیھم عیسیٰ بن مریم علیھما السلام فیھزمه الله تعالیٰ وجنوده الحدیث﴾

(مستدرک جلد۴ص۴۳۳ قال الحاکم والذھبی ومسند احمد جلد۵ص۱۳)

اس وقت لوگوں کے اندر شدید قسم کے زلزلہ کی سی کیفیت ہوگی اور صبح کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے، سو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔

خروج دجال کے وقت مسلمانوں کی خوراک

حضرت عائشہؓ کی مرفوع رایت میں ہے کہ دجال کے خروج کے وقت بہترین مال اور ذخیرہ وہ قوی جوان ہوگا، جو اہل خانہ کو پانی مہیا کر کے پلائے۔

﴿واما الطعام فلیس قالوا فما طعام المومنین یومئذ قال التسبیح والتکبیر التھلیل الحدیث رواہ احمد وابویعلیٰ ورجالہ الصحیح﴾.

(مجمع الزوائد جلد۷ص۳۳۵)

خوراک تو بہر حال نہیں ہوگی صحابہؓ نے کہا کہ اس وقت مومنوں کی خوراک کیا ہوگی؟ فرمایا کہ سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ (یہی تسبیحات ان کی خوراک ہوگی) یہ تسبیحات مومنین کے ایمان کو بھی قائم رکھیں گے اور ان کے ذریعے وہ اپنی جسمانی بھوک کو بھی مٹائیں گے لیکن دجال کے فریب میں نہیں آئیں گے آج بھی اہل ایمان ان تسبیحات کو پڑھتے ہیں اور منکرین ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں کہ تسبیحات سے کیا ہوتا ہے؟ خود مودودی صاحب نے اپنی تحریروں میں خانقاہی نظام تسبیح وتقدس کو نشانہ بنایا ہے۔

مسلمان مسلسل اپنے اہل علم مراد کی نگرانی میں دین اسلام کو پھیلانے اور کفر کو مٹانے پر ڈٹے رہیں گے، حتیٰ کہ ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا ادھر مسلمان انڈیا کے بڑے بڑے گروؤں کو بیڑیوں میں جکڑ کر خود شام میں حضرت کے پاس حاضر ہوجائیں گے اور عہد وفا کریں گے۔

مجاہدین کی جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں

مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ لکھتے ہیں:

ایک وقت آئے گا کہ مجاہدین اسلام کا لشکر وہ انڈیا کے حکمرانوں کو ہتھکڑیوں اور زنجیروں میں طوق ڈال کر اور جکڑ کر لائے گا اور اللہ تعالیٰ اس لشکر کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، جس وقت وہ لشکر کامیابی کے ساتھ واپس لوٹے گا تو اس وقت وہ لشکر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ملک شام میں دیکھے گا اور حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ایک حدیث یوں ہے کہ

﴿قال رسول الله ﷺ لاتزال عصابة من امتی علی الحق ظاهرین علی الناس لایبالون من خالفهم حتی ینزل عیسیٰ بن مریم﴾

(تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۲۴۵ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور لوگوں پر غالب رہے گا اور مخالفت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرے گا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے۔

یہ وہی گروہ ہوگا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور نزول تک علم و عمل اور جہاد کے ذریعہ حق پر ڈٹا رہے گا اور یہی گروہ حضرت عیسیٰؑ کا ساتھ دے گا اور اسی گروہ کے افراد بفضلہ تعالیٰ ہر ہر مقام پر کفار سے جہاد کریں گے اور اسی گروہ کے افراد انڈیا سے ٹکرلیں گے۔

کیا جہاد کا آغاز ہو چکا ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ﴿قال وعدنا رسول الله ﷺ غزوة الهند فان ادرکتها انفق فیها نفسی ومالی وان قتلت کنت افضل الشهداء وان رجعت فانا ابوهریرة المحرر﴾. (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

آنحضرت ﷺ نے ہم سے انڈیا کے خلاف جہاد کرنے کا وعدہ کیا ہے اگر میں نے وہ موقع پایا تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کروں گا، اگر میں شہید ہو گیا تو (اس وقت کے) افضل شہداء میں سے ہوں گا اور اگر فاتح ہو کر لوٹا تو میں دوزخ کے عذاب سے رہا کیا ہوا ابو ہریرہؓ ہوں گا۔

بفضلہ تعالیٰ اس جہاد کا آغاز ہو چکا ہے اور بظاہر اس میں شدت اس وقت آئے گی جب انڈیا کی فوجیں مسلمانوں کے حملوں اور جھڑپوں سے تنگ آ کر سندھ کے علاقہ پر حملہ کریں گے تا کہ کراچی سے لاہور اور پشاور کا رابطہ کٹ جائے اور سندھ کے علاقہ

میں انڈیا کی ایجنسیاں اور ایجنٹ وافر مقدار میں موجود ہیں۔

امام قرطبیؒ (الشیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری الضربی المتوفی ۶۷۱ھ) نے تذکرہ میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ (المتوفی ۳۵ھ) صاحب سر النبی ﷺ سے طویل بحث نقل کی ہے جو یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

﴿عن النبی ﷺ تعالیٰ علیه وسلم انه قال بیدأ الخراب فی اطراف الارض الیٰ قوله وخراب السند بالهند وخراب الهند بالصین الحدیث﴾ (تذکرہ القرطبی ص ۷۹۷ ومختصر التذکرہ العبدالوہاب الشعرانی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زمین کے اطراف میں خرابی اور بربادی نمودار ہوگی۔ پھر آگے فرمایا سندھ ہندوستان کے ہاتھ سے برباد ہوگا اور ہندوستان کی خرابی اور بربادی چین کے ہاتھوں ہوگی۔

اور اسی جہاد ہند کے سلسلہ میں انشاء اللہ العزیز بالآخر انڈیا کے حکمران جرنیل اور کمانڈر شکست فاش کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوں گے، ادھر یہ کاروائی ہو رہی ہوگی اور وہاں بغیر اسلام کے اور کوئی مذہب اور باقی نہ رہے گا اور کفار اور بے دینوں کی تمام شرارتیں اور تخریب کاریاں کافور ہو جائیں گی اور تمام مظالم ختم ہو جائیں گے۔

ظلمت شب ہی نہیں صبح کی تنویر بھی ہے
زندگی خواب بھی ہے خواب کی تعبیر بھی ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور قتل دجال

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شہر میں مشرق کی طرف سفید مینار کے پاس اتریں گے، انہوں نے زرد رنگ کا جوڑا پہنا ہوگا، وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکا دیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح بوندیں ٹپکیں گی۔

جس کافر کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے ان کو ان کے سانس کی ہوا لگے گی تو وہ مرجائے گا اور ان کے سانس کا اثر وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اسے "باب لد" پر پالیں گے (لد شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے) تو وہ اسے قتل کردیں گے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا پھر وہ ان پر شفقت سے کریں گے اور ان کے درجات کے متعلق جو ان کے لئے جنت میں (رکھے) ہیں بات چیت کریں گے وہ بھی اسی حالت میں ہوں گے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجے گا کہ تو میرے ان (مسلمان) بندوں کو کوہ طور کی طرف پناہ کے لئے لے جا۔ (بحوالہ مسلم ص۴۰۰ ج۲)

عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کے ساتھ سوال اور قتل کرنا

زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اے مسلمانوں کی جماعت! تم پروردگار کو واحد تسلیم کرو اور اس کی پاکیزگی بیان کرو تو وہ اچانک نصف گھنٹے میں "باب لد" پر ہوں گے جو شام میں ہے، وہ مومنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وفاداری کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (دجال کو) دیکھ کر فرمائیں گے تو نماز قائم کر، تو دجال کہے گا "اے اللہ کے نبی! نماز قائم ہوچکی ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اے اللہ کے دشمن تو تو خود گمان کرتا ہے کہ تو جہاں کا پروردگار ہے تو کس کے لئے نماز پڑھتا ہے؟ پس عیسیٰ علیہ السلام اس (دجال) کو تیشہ مار کر قتل کریں گے، اس کے ساتھیوں میں سے جو بھی ہوگا وہ یہی پکارے گا۔

"اے مومن! یہ دجال کا ساتھی ہے، دجال کو ماننے والا ہے تو اسے قتل کردے۔"

حتی کہ آپؑ فرمائیں گے اب تم خوب فائدہ اٹھاؤ چالیس سال تک نہ تم میں سے کوئی موت سے دوچار ہوگا اور نہ ہی کوئی بیمار ہوگا۔ (بحوالہ کتاب النہایہ)

دجال صرف چالیس روز رہ سکے گا

حضرت عبداللہ بن عمر (المتوفی ۶۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ:

﴿قال رسول الله ﷺ یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لاادری یوما اواربعین شهرا اواربعین عاما فیبعث الله تعالی عیسیٰ بن مریم علیهما السلام کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه الحدیث﴾

(بحوالہ مسلم جلد۲ مسند احمد ج۲ مستدرک جلد۴ وکنز العمال ج۷)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس دن تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن ہوں گے یا مہینے یا سال اسی دور میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا ان کا حلیہ جیسا کہ حضرت عروہ بن مسعود کا ہوگا اور وہ دجال لعین کو طلب کریں گے اور اس کو ہلاک کریں گے۔

دوسری روایت (جس سے پہلے کی تشریح وتعیین بھی ہے) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال چالیس دن تک زمین میں رہے گا پہلا دن سال جتنا لمبا اور دوسرا مہینے جتنا اور تیسرا ایک ہفتے جتنا لمبا ہوگا، حضرات صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ مثلاً سال اور مہینہ اور ہفتہ جیسے لمبے دن میں صرف ایک ہی دن کی نمازیں پڑھنا ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ ان دنوں میں سال اور ماہ اور ہفتہ کی نمازیں اوقات کا اندازہ لگا کر پڑھنا ہوں گی۔ (بحوالہ مسلم جلد۲ ص۴۰۱)

امام نوویؒ بعض محدثین کرامؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس وقت شریعت کا

یہی حکم ہوگا اور قیاس و اجتہاد کا اس میں کوئی دخل نہیں ۔(نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۴۰۱)

اوقات صلوات اگرچہ نمازوں کے لئے اسباب ہیں مگر ظاہری اسباب ہیں حقیقی سبب صرف اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر ہے۔

دجال کہاں قتل ہوگا؟

حضرت مجمعؓ بن جاریۃ الانصاری فرماتے ہیں کہ ﴿**سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدجال بِبَاب لد**﴾ (بحوالہ ترمذی، مسند احمد)

میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔

بیت المقدس کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام لد ہے، اور یہ بستی اس نام سے پہاڑ کی وجہ سے ہی معروف ہے جس کا نام لد ہے، اسی وجہ سے بعض نے کہا ''لد'' پہاڑ کا نام لکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل دجال کے لئے تیار ہونا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کے قتل کے لئے تیار ہوں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو آپؑ کے سانس کی ہوا لگ جائے گی وہ مرجائے گا اور ان کا سانس وہاں تک جائے گا جہاں تک آپؑ کی نظر جائے گی، وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باب لد کے پاس اسے گھیر لیں گے اور اسے نیزہ سے قتل کرکے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

وہ اس طرح پگھلنا شروع ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر اس کے قتل میں جلدی نہ کرتے تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود پگھل جاتا، پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو جو اکثر یہودی ہوں گے، کثرت سے قتل کرے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن لوگوں کو دجال کی مصیبت پہنچی تھی، انہیں

تسلی دیں گے اور ان کے نقصانات کا تدارک کریں گے اور الطاف و عنایات سے ان کی تلافی کریں گے، خنزیر قتل کردیئے جائیں گے اور صلیب جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں، توڑی جائے گی اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت ایمان لائے گا، پس اس وقت تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا، کفر مٹ جائے گا اور ظلم وستم دنیا سے ناپید ہوجائے گا۔ (عمدۃ الفقہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال عُرض علیہ الانبیاء فاذا موسیٰ ضربٌ من الرجال کانہ من رجال شنوئۃَ ورایت عیسیٰ بن مریم فاذا اقربُ منم رایت بہ شَبھًا عروۃُ بن مسعود ورءَ یتُ ابراھیم فاذا أقرب بہٖ شبھاً صاحبُکم یعنی نفسہ ورء یت جبریلَ علیہ السلام فاذا اقربُ من رأیت بہ شبھًادِحیۃ. (بحوالہ مسلم شریف)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے انبیاء علیہم السلام لائے گئے تو موسیٰ علیہ السلام درمیانے قد کے آدمی تھے (نہ بہت موٹے اور نہ بہت دبلے) جیسے شنوء (قبیلہ) کے لوگ ہوتے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا، میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عروۃ بن مسعودؓ کو پاتا ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے صاحب ہیں (یہ آپ نے اپنے متعلق فرمایا) میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا (آدمی کی صورت میں) ان سے سب سے زیادہ مشابہ دحیہؓ ہیں۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے عیسیٰؑ ابن مریم کو دیکھا وہ میانہ قد تھے، ان کا رنگ سرخ وسفید تھا، بال ان کے سیدھے اور صاف تھے۔

(بحوالہ مسلم شریف)

سرورکائنات ﷺ نے فرمایا مجھے ایک رات دکھائی دیا کہ میں کعبہ شریف کے پاس ہوں، میں نے ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جیسے تم نے بہت اچھی گندم کے رنگ کے آدمی دیکھے ہوں گے،اس کے کندھوں تک بال دیکھے جیسے تم نے بہت اچھے کندھوں تک بال دیکھے ہوں گےاور بال میں کنگھی کی ہوئی،ان میں سے پانی ٹپک رہا ہے، وہ تکیہ کئے ہوئے دوآدمیوں پر یا دوآدمیوں کے کندھوں پراور کعبہ کا طواف کر رہا ہے، میں نے پوچھا وہ کون ہے،لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دجال میری امت میں نکلے گا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے اوراسے ہلاک کریں گے ، پھرلوگ سات برس تک اس طرح رہیں گے کہ دو شخصوں کے درمیان کسی قسم کی دشمنی نہ ہوگی۔

پھراللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا تو روئے زمین پرکوئی ایسا شخص جس کے دل میں ذرہ برابربھی بھلائی یا ایمان ہو نہ رہے گا مگر یہ ہوا اس کی جان نکال لے گی ، یہاں تک کہ اگرکوئی تم میں پہاڑ کے جگر میں بھی گھس جائے تو وہاں بھی پہنچ کر یہ ہوا،اس کی جان نکال لے گی۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ختم نبوت کا سلسلہ برقرار رہے گا

میرے حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے نبوت کے ختم ہونے پرکوئی فرق نہیں پڑتا۔

﴿الا ان عیسی بن مریم علیهما السلام لیس بینی وبینه نبی ولا رسول الاانه خلیفتی فی امتی من بعدی﴾ (مجمع الزوائد ج۸ص۲۰۵)

خبردار! بے شک میرے اورعیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان اورکوئی نبی اوررسول نہیں آیا واضح ہوکہ بے شک وہ میرے بعدمیری امت میں میرے خلیفہ ہوں

گے،اس حدیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورخلیفہ کے آئیں گے ہمارے حضور ﷺ کی نبوت کوتو ان کے آنے سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن منکرین حدیث کو بڑا فکر ہے کہ لانبی بعدی کی سچائی متاثر ہوجائے گی،انہیں یہ خطرہ نہیں لاحق رہنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کا دعویٰ کرگزریں گے،ان تحریروں میں بظاہر منکرین حدیث ختم نبوت کے چوکیدار نظرآرہے ہیں،لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں مرزا قادیانی کے دوش بدوش بھی چل رہے ہیں۔

اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی آمد کی ﴿ومبشرا برسول یأتی من بعد اسمُهُ أحمد﴾ کے مبارک الفاظ سے بشارت دی تھی اورمخلوق کوآپ کی تصدیق اوراتباع کی دعوت بھی دی تھی،اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آپ ﷺ کا گہراتعلق ہے،لہٰذاان کا آنا اورآسمان سے نازل ہونا اورآپ کا خلیفہ اورنائب ہونا ضروری ہے۔ (التواتر فی نزول المسیح)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیؐ کےعلمبردار

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا۔

﴿عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذاانزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم﴾ (مسلم ج۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس وقت کیونکر ہوگے جب کہ مریم کا بیٹا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام تم لوگوں پراترے گا اورتمہاراامام تم ہی میں سے ہوگا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم کا بیٹا تم میں اترے گا تمہاری امامت (سنت کے مطابق) کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن وحدیث کی پیروی کرتے ہوئے شریعت محمد کی

پیروی کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پیغمبر ہیں مگر ان کی پیغمبری کا دور سرورِ کائنات ﷺ کی رسالت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا تھا، جب وہ دنیا میں آئیں گے تو آپ ﷺ کی امت میں شریک ہوکر قرآن وحدیث کے موافق عمل کریں گے یعنی وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے اور قرآن وحدیث سے احکام نکالیں گے اور کسی مجتہد کے تابع نہ ہوں گے، یہ بات بعید از عقل ہے کہ پیغمبر کسی مجتہد کے تابع ہو۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ لڑتا رہے گا (کافروں اور منافقوں سے) حق پر قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم اتریں گے، پھر اس گروہ کا امیر کہے گا آپؑ آئیں اور نماز پڑھائیں، وہ فرمائیں گے نہیں تم ہی ایک دوسرے پر حاکم رہو، یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ اس امت کو عنایت فرمائے گا۔ (مسلم ص ۸۷ ج ۱)

اتنے بڑے پیغمبر روح اللہ، مسلمانوں کے امام کی اطاعت قبول فرمائیں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ہمارے پیغمبر کی پیروی کریں گے آپ ﷺ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور ثابت فرمایا کہ اب سلسلہ نبوت ختم ہے، اس زمانے کے امام مہدیؑ ہوں گے اور آپ ﷺ کے قائم مقام ہوں گے حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھ کر ثابت کریں گے کہ میں نبی بن کر نہیں آیا حضور ﷺ ہی آخری نبی ہیں وہ بڑی فضیلت اور بزرگی والے ہوں گے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں گے اور حج وعمرہ بھی کریں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی اور اہل اسلام ان کا جنازہ پڑھیں گے اور پھر مدینہ طیبہ میں روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿وانه یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویفیض المال حتی یهلک الله فی زمانه الملل کلها غیر الاسلام وحتی یهلک الله فی زمانه المسیح الضلال الاعور الکذاب وتقع الامنة فی الارض حتی یرعی الاسد مع الابل والنمر مع البقر والذیات مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات والایعض بعضهم بعضا ثم یبقی فی الارض اربعین سنة ثم یموت ویصلی علیه المسلمون ویدفنونه﴾

(ابوداؤد والمستدرک جلد۲ مجمع الزوائد جلد ۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے نازل ہونے کے بعد) صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور مال وافر طور پر تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اسلام کے بغیر ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ تمام مذاہب کو ختم کرے گا۔

اس صحیح حدیث سے بھی یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی تک وفات نہیں ہوئی اور نہ مسلمانوں نے ان کا جنازہ پڑھا ہے اور نہ وہ دفن کیے گئے ہیں، تاریخ مدینہ کی تمام مستند کتابوں میں ان کی قبر کی جگہ کے متعلق وضاحت ہے کہ وہ روضہ رسول میں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حج اور عمرہ کریں گے

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد حج وعمرہ کریں گے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

﴿ان رسول الله ﷺ قال والذی نفسی بیده لیهلن ابن مریم بفج الروحاء حاجا او معتمرا اولیثنیها﴾ (مسلم جلد۱ ص۴۰۸)

بے شک آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام ضرور فج روحاء کے مقام پر حج یا عمرہ یا

دونوں کی نیت کر کے احرام باندھیں گے۔

فج روحاء مدینہ طیبہ سے تقریباً چھ میل دور ایک مقام ہے جیسے ذوالحلیفہ اور آج کل بئر علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ

﴿یقول قال رسول اللہ ﷺ لیھبطن عیسیٰ بن مریم حکما عدلا حاجا اویثنیھما ولایتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیہ یقول ابوھریرہ ای بنی اخی ان رائیتموہ فقولا ابوھریرہ یقرئک السلام﴾

(مستدرک ج ۲)

وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ البتہ ضرور بضرور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام حاکم عادل اور منصف امام ہو کر نازل ہوں گے اور البتہ ضرور میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے اور میں ضرور ان کے سلام کا جواب لوٹاؤں گا ،حضرت ابو ہریرہؓ نے (شاگردوں سے) فرمایا اے میرے بھتیجو! اگر تم حضرت عیسیٰ کو دیکھو تو کہنا کہ ابو ہریرہؓ آپ کو سلام عرض کرتے ہیں۔

منکرین حیات النبی ﷺ روضہ رسول سے سلام کے جواب کے قائل نہیں ہیں، آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل کو مشرک کہتے ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہ کون سے الفاظ استعمال کریں گے کیونکہ حدیث ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی حیات نبوی کے قائل ہیں۔

ان روایات میں حضرت عیسیٰؑ کا حج اور عمرہ کرنا اور جس میقات (فج) سے احرام باندھیں گے اس کا پھر آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر سلام کہنے اور پھر آپ ﷺ کے جواب دینے کا نہایت ہی تاکیدی الفاظ سے بیان ہوا ہے، مزید براں اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھو اور ان سے شرف ملاقات حاصل کرو تو میری طرف سے میرا نام لے کر عرض کرنا کہ ابو ہریرہؓ نے ہماری وساطت سے آپ سے سلام عرض کیا ہے یہ تمام امور واضح ہیں، منکرین حیات تو ممکن ہے ان کی آمد پر ہی ان کے خلاف

ہو جائیں کیونکہ وہ سرے سے ان کی زندگی کے ہی قائل نہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی بھی قیامت تک زندہ نہ ہوگا، ہماری دعوت ہے کہ وہ آج بھی یہ عقیدہ چھوڑ دیں تا کہ لشکر عیسیٰ کی مخالفت میں واصل جہنم نہ ہونا پڑے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روایات کا خلاصہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم زمین میں نازل ہوں گے پھر وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی وہ پینتالیس سال تک زمین پر ٹھہریں گے، پھر وہ وفات پائیں گے تو میرے ساتھ میری قبر میں دفن کیے جائیں گے میں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام حضرت ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہو کر شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔

۲۔ وہ پینتالیس برس تک زمین پر زندگی بسر کریں گے۔

۳۔ آپؑ کی وفات ہوگی، آپ سرور کائنات ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں دفن کیے جائیں گے۔

ایک دوسری حدیث میں اس کے متعلق یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ روایت کرتے ہیں:

﴿مکتوب فی التورات صفة محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیسی ابن مریم یدفن معہ قال فقال ابو مردود قد بقی فی البیت موضع القبر﴾

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ تورات میں محمد ﷺ اور عیسیٰ کی صفت لکھی ہوئی ہے کہ عیسیٰ آپ کے ساتھ دفن ہوں گے، راوی نے بیان کیا کہ ابومردود

کہتے ہیں کہ آپ کے گھر (یعنی حجرہ مبارک) میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے (جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے)

حضرت مہدی علیہ السلام اور احادیث دجال کے متعلق شبہات کا ازالہ

اب ضروری ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اور احادیث دجال کے متعلق شبہات کا ازالہ ہو جائے اس ضمن میں منکرین حدیث مصنفین نے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق بھی اچھے خیالات کا اظہار نہیں کیا اس لئے ہم اس اہم عقیدے کی صفائی میں کچھ دلائل دینا چاہتے ہیں ہم نے اس مقصد کے لئے مفکر اسلام مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی مختصر اور جامع تحریر کا انتخاب کیا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد

اس موضوع سے متعلق جو احادیث وروایات کسی درجہ میں قابل اعتبار واسناد ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ اس دنیا کے خاتمہ اور قیامت سے پہلے آخری زمانہ میں امت مسلمہ پر اس دور کے ارباب حکومت کی طرف سے ایسے شدید وسنگین مظالم ہوں گے کہ اللہ کی وسیع زمین ان کے لئے تنگ ہو جائے گی اور ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ ہوگا، اس وقت اللہ تعالیٰ اس امت میں سے (بعض روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی نسل سے) ایک مرد مجاہد کھڑا کرے گا اس کی جدوجہد کے نتیجہ میں ایسا انقلاب برپا ہوگا کہ دنیا سے ظلم ونا انصافی کا خاتمہ ہو جائے گا، ہر طرف عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت غیر معمولی برکات کا ظہور ہوگا، آسمان سے ضروریات کے مطابق بھرپور بارشیں ہونگی اور زمین سے غیر معمولی ورخارق عادت پیداوار ہوگی جس مرد مجاہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ انقلاب برپا کرے گا، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بندوں کی ہدایت کا کام کرے گا۔

اس مختصر تمہید کے بعد ناظرین کرام اس سلسلہ کے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

کا مطالعہ فرمائیں۔

مہدی کا نام اور مدت خلافت

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول الله ﷺ ینزل بامتی بلاءٌ شدید من سلطانهم حتی یضیق الارض عنهم فیبعث الله رجلا من عِترَتی فیملاالارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یرضی عنه ساکن السماء وساکن الارض لاتدخر الارض شیئا من بذرها الاخر جته ولاالسماء من قطرها الاصبَّتهُ ویعیش سبع سنین اوثمان سنین اوتسعا. (بحوالہ رواہ الحاکم فی المستدرک)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

(آخری زمانے میں) میری امت پر ان کے ارباب حکومت کی طرف سے سخت مصیبتیں آئیں گی، یہاں تک کہ اللہ کی وسیع زمین ان کے لئے تنگ ہو جائے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ میری نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا، اس کی جدوجہد سے ایسا انقلاب برپا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین جس طرح ظلم وستم سے بھر گئی تھی اسی طرح عدل وانصاف سے بھر جائے گی آسمان والے بھی اس سے راضی ہوں گے اور زمین کے رہنے والے بھی، زمین میں جو بیج ڈالیں گے اس کو زمین اپنے پاس روک کر نہیں رکھے گی، بلکہ اس سے جو پودا برآمد ہونا چاہیے وہ برآمد ہوگا، (بیج کا ایک دانہ بھی ضائع نہ ہوگا) اور اسی طرح آسمان بارش کے قطرے ذخیرہ بنا کر نہیں رکھے گا، بلکہ ان کو برسا دے گا (یعنی ضرورت کے مطابق بھرپور بارشیں ہوں گی) اور یہ مرد مجاہد لوگوں کے درمیان سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندگی گزارے گا۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث قرہ مزنیؓ سے بھی روایت کی گئی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ ''اسمه اسمی واسمه ابیه اسم ابی'' (اس شخص کا

نام میرے والا نام (یعنی محمد) ہوگا اوراس کے باپ کا نامیرے باپ کا نام (عبداللہ) ہوگا۔

یہ حدیث طبرانی کی معجم کبیر اور مسند بزار کے حوالہ سے کنز الاعمال میں نقل کی گئی ہے، ان دونوں حدیثوں میں مہدی کا لفظ نہیں ہے لیکن دوسری روایات کی روشنی میں یہ متعین ہو جاتا ہے کہ مراد حضرت مہدی ہی ہیں، ان کا نام محمد اور مہدی لقب ہوگا، اس حدیث میں حضرت مہدی کا زمانہ حکومت سات یا آٹھ یا نو سال بیان فرمایا گیا ہے، لیکن حضرت ابوسعید خدریؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں جو سنن ابی داؤد کے حوالے سے آگے ذکر کی جائے گی ان کا زمانہ حکومت صرف سات سال بیان گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ مندرجہ ذیل بالا روایت میں جو سات یا آٹھ یا نو سال ہیں، وہ راوی کا شک ہو۔ واللہ اعلم

وہ پوری دنیا کے حکمراں ہوں گے

عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتذهب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یوطی اسمه اسمی. (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک یہ نہ ہوگا کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک اور فرمانروا ہوگا، اس کا نام میرے نام کے مطابق (یعنی محمد) ہوگا۔

اس حدیث میں بھی مہدی کا لفظ نہیں ہے، لیکن مراد حضرت مہدی ہی ہے اور سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے باپ کا نام (عبداللہ) ہوگا۔ نیز یہ بھی اضافہ ہے۔

﴿**یملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا**﴾

وہ اللہ کی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح پہلے ظلم وناانصافی سے بھرے ہوئی تھی۔

سنن ابی داؤد کی اس روایت سے اور حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق دوسری بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حکومت پوری دنیا میں ہوگی پس جامع ترمذی کی زیر تشریح روایت میں جو عرب پر حکومت کا ذکر کیا گیا ہے وہ غالباً اس نبیاد پر ہے کہ ان کی حکومت کا اصل مرکز عرب ہی ہوگا، دوسری توجیہ اس کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ابتدا میں ان کی حکومت عرب پر ہوگی بعد میں پوری دنیا ان کے دائرہ حکومت میں آجائے گی۔ واللہ اعلم

وہ کشادہ اور روشن پیشانی والے ہوں گے

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین. (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

امام مہدیؑ میری اولاد میں سے ہوگا، روشن کشادہ پیشانی بلند بینی، وہ بھر دے گا روئے زمین کو عدل وانصاف سے جس طرح وہ بھر گئی تھی ظلم وستم سے وہ سات سال حکومت کرے گا۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

اس حدیث میں آنکھوں سے نظر آنے والی دوجسمانی نشانیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، ایک یہ کہ وہ روشن اور کشادہ پیشانی ہوں گے اور دوسری یہ کہ بلند بینی (یعنی کھڑی ناک والے) ہوں گے ان دونوں چیزوں کو انسان کی خوبصورتی اور حسن وجمال میں خاص دخل ہوتا ہے، اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا گیا ہے حدیثوں میں خود رسول اللہ ﷺ کا جو حلیہ مبارک اور سراپا بیان کیا گیا ہے اس میں بھی ان دونوں چیزوں کا

ذکر آتا ہے، ان دونشانیوں کے ذکر کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ حسین وجمیل بھی ہوں گے، لیکن ان کی اصل نشانی اور پہچان ان کا یہ کارنامہ ہوگا کہ دنیا سے ظلم وعدوان کا خاتمہ ہوجائے گا اور ہماری یہ دنیا عدل وانصاف کی دنیا ہوجائے گی۔

عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولایعده. (بحوالہ رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ (یعنی سلطان برحق) ہوگا جو (مستحقین کو) مال کی تقسیم کرے گا اور گن گن کرنہیں رکھے گا۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ومدعا صرف یہ ہے کہ آخری زمانہ میں میری امت میں ایک ایسا حاکم اورفرماں روا ہوگا جس کے دورحکومت میں اللہ کی طرف سے بڑی برکت اور مال ودولت کی کثرت اور بہتات ہوگی اورخوداس میں سخاوت ہوگی، وہ مال ودولت کوذخیرہ بناکرنہیں رکھے گا بلکہ گنتی شمار کے بغیر مستحقین کوتقسیم کرے گا، صحیح مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

﴿یحثی المال حثیا ولایعده عدا﴾

جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر مستحقین کودے گا اوراس کو شمارنہیں کرے گا۔

حدیث کے شارحین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس حدیث میں جس خلیفہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ غالباً مہدی ہی ہیں، کیونکہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیرمعمولی برکات کاظہور ہوگا اور مال ودولت کی فراوانی ہوگی، واللہ اعلم

وہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے

عن ام سلمة قالت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المهدی من عترتی من اولاد فاطمة. (بحوالہ رواہ ابوداؤد)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ میں نے خودرسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ مہدی میری نسل سے یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

عن ابی اسحاق قال قال علی ونظر الی ابنه الحسن ابنی هذا سید کما سماه رسول الله صلی الله علیه وسلم وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولایشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملا الارض عدلا.

ابواسحاق سبیعیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کی طرف دیکھا اورفرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو یہ نام (سید) دیا ہے، ضرورایسا ہوگا کہ اس کی نسل سے ایک مرد خدا پیدا ہوگا، جس کا نام تمہارے نبی والا نام (یعنی محمد) ہوگا، وہ اخلاق وسیرت میں رسول اللہ ﷺ کے بہت مشابہ ہوگا اورجسمانی بناوٹ میں وہ آپ ﷺ کے مشابہ نہ ہوگا، پھرحضرت علیؓ نے بیان فرمایا یہ واقعہ کہ روئے زمین کوعدل وانصاف سے بھردے گا۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

اس روایت میں ابواسحاق سبیعیؒ نے (جوتابعی ہیں) حضرت حسنؓ کی نسل سے پیدا ہونے والے جس مرد خدا کے بارے میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے چونکہ وہ امورغیب سے ہے اور سینکڑوں یا ہزاروں برس بعد ہونے والے واقعہ کی خبر ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ بات صاحب (وحی رسول ﷺ) سے سن کر ہی فرمائی

ہوگی۔

صحابہؓ کے ایسے بیانات محدثین کے نزدیک حدیث مرفوع (یعنی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات) ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، ان کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ ہی سے سنا س ہوگا، اس روایت میں حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں یہ جو فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ نام (سید) تھا، بظاہر اس سے حضرت علیؓ کا ارشاد رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی طرف ہے جو آپؐ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا تھا:

ابنی هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين.

میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے متحارب (برسر جنگ) گرہوں کے درمیان مصالحت کرادے گا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں سید کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

روایات میں مطابقت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدیؑ حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، لیکن بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، بعض شارحین نے ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہوں گے، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو خوشخبری دی کہ مہدی ان کی اولاد میں سے ہوں گے لیکن یہ روایتیں بہت ہی ضعیف درجہ کی ہیں۔

جو روایتیں کسی درجہ قابل اعتبار ہیں ان سے ہی معلوم ہوتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ

کی نسل سے اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوں گے

ایک ضروری انتباہ

حضرت امام مہدیؑ سے متعلق احادیث کی تشریح کے سلسلے میں یہ بھی ضروری معلوم ہوا کہ ان کے بارے میں اہل سنت کے مسلک وتصور اور شیعی عقیدہ کا فرق واختلاف بھی بیان کر دیا جائے، کیونکہ بعض شیعہ صاحبان ناواقفوں کے سامنے اس طرح بات کرتے ہیں گویا ظہور مہدی کے مسئلہ پر دونوں فریقوں کا اتفاق ہے۔

حالانکہ یہ سراسر فریب اور دھوکہ ہے اہل سنت کی کتب احادیث میں حضرت امام مہدی سے متعلق جو روایات ہیں (جن میں سے چند ایک ان صفحات میں بھی درج کی گئی ہیں) ان کی بنیاد پر اہل سنت کا تصور ان کے بارے میں یہ ہے کہ قیامت کے قریب ایک وقت آئے گا جب دنیا میں کفر وشیطنت اور ظلم وطغیان کا ایک ایسا غلبہ ہو جائے گا کہ اہل ایمان کے لئے اللہ کی وسیع زمین تنگ ہو جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ امت مسلمہ ہی میں سے ایک مرد مجاہد کو کھڑا کردے گا (ان کی بعض علامات اور صفات وخصوصیات، بھی احدیث میں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ان کے ساتھ خاص ہوگی، ان کی جدوجہد سے کفر وشیطنت اور ظلم وعدوان کا غلبہ دنیا سے ختم ہو جائے گا، پورے عالم میں ایمان واسلام اور عدل وانصاف کی فضا قائم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی طریقہ پر آسمانی اور زمینی برکات کا ظہور ہوگا، احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں دجال کا خروج ہوگا، جو ہماری اس دنیا کا سب سے بڑا اور آخری فتنہ اور اہل ایمان کے لئے سخت ترین امتحان ہوگا اس وقت خیر وشر کی طاقتوں میں آخری درجہ کی کشمکش ہوگی اور خیر ہدایت کے قائد وعلمبردار حضرت مہدیؑ ہوں گے اور شر اور کفر وطغیان کا علمبردار دجال ہوگا، پھر اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا اور انہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے فتنے

کو ختم کروائے گا۔

الغرض حضرت مہدیؒ کے بارے میں اہل سنت کا مسلک اور تصور یہی ہے ،جو ان سطور میں ذکر کیا گیا ہے لیکن شیعی عقیدہ ان سے بالکل مختلف ہے اور دنیا کے عجائبات میں سے ہے اور تنہا یہی عقیدہ جو ان کے نزدیک جز وایمان ہے ارباب دانش کو اثنا عشری مذہب کے بارے میں رائے قائم کرنے کے لئے کافی ہے، یہاں تو صرف اہل سنت کی واقفیت کے لئے اجمال واختصار ہی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جارہا ہے،اس کی کسی قدر تفصیل شیعہ مذہب کی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ اس عاجز کی کتاب ''ایرانی انقلاب،امام خمینی اور شیعت''میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مہدیؒ کے بارے میں شیعی عقائد

شیعوں کا عقیدہ ہے، جو ان کے نزدیک جزوایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سے قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے بارہ امام نامزد کردیے ہیں ،ان سب کا درجہ رسول اللہ ﷺ کے برابر دوسرے تمام نبیوں ورسولوں سے برتر وبالا ہے، یہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرح معصوم ہیں اور ان کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی طرح فرض ہے،ان سب کو وہ تمام صفات وکمالات حاصل ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے،بس یہ فرق ہے کہ ان کو نبی یا رسول نہیں کہا جائے گا بلکہ امام کہا جائے گا اور امامت کا درجہ نبوت ورسالت سے بالاتر ہے،ان کی امامت پر ایمان لانا اسی طرح نجات کی شرط ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا شرط نجات ہے،ان بارہ میں سب سے پہلے امیر المومنین حضرت علیؓ،ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے علی بن الحسین (امام زین العابدین)ان کے بعد اسی طرح ہر امام کا ایک بیٹا امام ہوتا رہا، یہاں تک کہ گیارہویں امام حسن عسکریؒ تھے جن کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی۔

وہ فرنگی کنیز کے بیٹے اور سامان امامت کے ساتھ غائب ہو گئے

شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ ان کی وفات سے چار پانچ سال پہلے (باختلاف روایت ۲۵۵ھ میں یا ۲۵۶ھ میں)ان کی فرنگی کنیز (نرگس) کے بطن سے ایک بیٹے پیدا ہوئے تھے جس کو لوگوں سے چھپا کر رکھا جاتا تھا،کوئی ان کو دیکھ نہیں پاتا تھا،اس وجہ سے لوگوں کو (خاندان والوں کو بھی ان کی پیدائش اور ان کے وجود کا علم نہ تھا) یہ صاحب زادے اپنے والد حسن عسکریؒ کی وفات سے صرف دس دن پہلے (یعنی ۴ یا ۵ سال کی عمر میں)امامت سے متعلق وہ سارے سامان ساتھ لے کر (جو امیر المومنین حضرت علیؓ سے لے کر، گیارہویں امام ان کے والد حسن عسکری تک ہر امام کے پاس رہے تھے)معجزانہ طور پر غائب اور اپنے شہر ''سرمن رائ'' کے ایک غار میں روپوش ہوگئے،اس وقت سے وہ اسی غار میں روپوش ہیں،ان کی غیبوبیت اور روپوشی پر ساڑھے گیارہ سو برس سے بھی زیادہ زمانہ گزر چکا ہے،شیعہ صاحبان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہی بارہویں اور آخری امام مہدی ہیں۔وہی کسی غار سے برآمد ہوں گے۔

حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور عائشہؓ کو سزا دیں گے نعوذباللہ

دوسرے بے شمار معجزانہ اور محیر العقول کارناموں کے علاوہ وہ مردوں کو بھی زندہ کریں گے اور (معاذ اللہ) حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جو شیعوں کے نزدیک ساری دنیا کے کفاروں، مجرموں ،فرعون ونمرود وغیرہ سے بھی بدتر درجہ کے کفار ومجرمین ہیں،ان کی قبروں سے نکال کر اور زندہ کر کے ان کو سزا دیں گے،سولی پر چڑھائیں گے اور ہزاروں بار زندہ کر کے سولی پر چڑھائیں گے اور اسی طرح ان کا ساتھ دینے والے تمام صحابہ کرامؓ اور ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے تمام سنیوں کو بھی سزا دی جائے گی،اور رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین حضرت علیؓ

اورتمام آئمہ معصومین اور خاص شیعہ محبین بھی زندہ ہوں گے اور (معاذ اللہ) اپنے ان دشمنوں کو سزا اور تعذیب کا تماشہ دیکھیں گے۔ گویا کہ شیعوں کے نزدیک یہ جناب امام مہدیؒ قیامت سے پہلے ایک قیامت برپا کریں گے، شیعہ حضرات کی خاص مذہبی اصطلاح میں ان کا نام ''رجعت'' ہے اور اس پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔

رسول اللہ ﷺ بھی ان سے بیعت ہوں گے نعوذباللہ

رجعت کا سلسلہ میں شیعی روایات میں یہ بھی ہے کہ جب رجعت ہوگی تو ان جناب مہدیؒ کے ہاتھ پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیعت کریں گے، اس کے بعد دوسرے نمبر پر امیر المومنین حضرت علیؓ بیعت کریں گے، اس کے بعد درجہ بہ درجہ دوسرے حضرات بیعت کریں گے۔

یہ ہیں شیعہ حضرات کے امام مہدیؒ جن کو وہ القائم، الحجۃ اور المنتظر کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور غار سے ان کے برآمد ہونے کے منتظر ہیں اور جب ان کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں اور لکھتے ہیں **عجل اللہ فرجہ** (اللہ جلدی ان کو باہر لے آئے) اہل سنت کے نزدیک اول سے آخر یہ صرف خرافات داستان ہے جو اس درجہ سے گھڑی گئی ہے کہ فی الحقیقت شیعوں کے گیارہویں امام حسن عسکری ۲۰ھ میں لاولد فوت ہوئے تھے، ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا اور ان سے اثناعشریہ کا یہ عقیدہ باطل ہوتا ہے کہ امام کا بیٹا ہی امام ہوتا ہے اور بارہواں امام آخری امام ہوگا اور اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا، الغرض صرف اس غلط عقیدہ کی مجبوری سے یہ بے تکی داستان گھڑی گئی جو غور وفکر کی صلاحیت رکھنے والے شیعہ حضرات کے لئے آزمائش کا سامان بنی ہوئی ہے۔

افسوس ہے کہ اختصار کے ارادے کے باوجود مہدیؒ سے متعلق شیعہ عقیدہ کے بیان میں اتنی طوالت ہوگئی لیکن امام مہدیؒ سے متعلق اہل سنت کا تصور و مسلک اور شیعی

عقیدہ کے فرق واختلاف کو واضح کرنے کے لئے یہ سب لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حضرت امام مہدیؒ سے متعلق احادیث کی تشریح کے سلسلہ میں یہ ذکر کردینا بھی مناسب ہے کہ ۸ ویں صدی ہجری کے محقق اور ناقد وبصیر عالم ومنصف ابن خلدون مغربی نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''مقدمہ'' میں امام مہدیؒ سے متعلق قریب قریب ان سب ہی روایات کی سندوں پر مفصل کلام کیا ہے جو اہل سنت کی کتب حدیث میں روایت کی گئی ہیں اور قریباً سبھی کو مجروح اور ضعیف قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعد میں آنے والے محدثین نے ان کی جرح وتنقید سے پورا اتفاق نہیں کیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابن خلدون کی اس جرح وتنقید نے مسئلہ کو قابل بحث وتحقیق بنادیا ہے۔ **والمسئول من اللہ تعالیٰ ہدایۃ الحق والصواب۔**

(معارف الحدیث ج ۸ ص ۱۲۶ تا ۱۳۵ تالیف مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ)

دجال کے تفصیلی حالات

(۱) لفظ دجال دجل (جھوٹ، دھوکا) سے بنا ہے، اس کے معانی ہیں ''بہت بڑا دھوکے باز جھوٹا'' قرب قیامت میں یہ سب سے بڑا دھوکا باز ہوگا کہ لوگ اس کے بہکاوے میں آجائیں گے اور اسے خدا تصور کریں گے، آنحضرت ﷺ نے قیامت سے پہلے اور بھی بڑے دھوکا بازوں کا تذکرہ فرمایا ہے، جن میں سے بہت سے ظاہر ہوچکے ہیں اور دھوکا دینے میں کامیاب رہے ہیں۔

(۲) دجل کے معنی ''طے کرنا'' وہ کیونکہ پوری زمین کی مسافت طے کرے گا، اس لئے اس دجال کہتے ہیں۔

(۳) دجال کے معنی ''پھیل پڑنا'' زمین پر اپنے لشکروں سے پھیل جائے گا۔

(۴) دجال کے معنی ''سونے کا پانی چڑھانا'' یہ بھی دھوکے سے اپنے اوپر خدائی کا لیبل لگائے گا۔

اللہ تعالیٰ انہیں ہی ان کے فراڈ سے محفوظ رکھا ہے، جو اہل علم وعمل سے وابستہ تھے یا خود اللہ نے انہیں علم وشعور اور عقل سلیم سے نوازا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہی مدینہ منورہ میں ایک بچہ پیدا ہوا اس کے اندر بہت سی وہ علامات پائی جاتی تھیں جو دجال میں پائی جائیں گی مثلاً وہ اپنے ماں باپ کے ہاں تیس سال بعد پیدا ہوا، وہ سوتا تھا لیکن دل جاگتا تھا، ابن صیاد یا ابن صائد اس کا نام تھا، آنحضرت ﷺ کے پاس بھی لایا گیا اور بہت سی نشانیاں اس میں دیکھیں گئیں کتب احادیث میں اس کے متعلق طویل بحثیں ہیں کیونکہ اس میں دجال کی کئی نشانیاں تھیں، ہم اسے اس لئے چھوڑتے ہیں کہ عقیدہ سے ابن صیاد کا کوئی تعلق نہیں، وہ دجال جس کے خروج اور عقیدہ کو اسلام میں جگہ دی گئی ہے، وہ قرب قیامت کے علامات میں سے ہے، اس کے متعلق کچھ کچھ وضاحت گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے، مزید تفصیلی وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

قیامت سے پہلے تیس دجال پیدا ہوں گے

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لاتقوم الساعة حتی يبعث دجالون كذابون قريبامن ثلثين كلهم يزعم انه رسول الله .

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ (دجال کے معنی مکار، فریبی اور دھوکے باز) ان میں سے ہر ایک یہی گمان (ظاہر) کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

انہیں کذابوں میں سے ایک ''مسیلمہ کذاب'' صاحب یمامہ تھا، وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں وحشی ؓ کے ہاتھوں مارا گیا اور جہنم میں پہنچا، یہ ملعون اپنے کلام سے

قرآن مجید کا مقابلہ کرتا تھا، اس کی ایک عبارت یوں ہے۔ **﴿الفيل ما الفيل له خرطوم طويل ان ذالک من خلق ربنا الجليل﴾**

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس جھوٹے دجال نکلیں گے، ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھے گا۔ (ابوداؤد ص ۲۴۸ ج ۲)

الغرض یہ جھوٹے دجال، فریبی اور دھوکے باز، سفید جھوٹ بولیں گے اور قرآن کے مقابلے میں آیات گھڑ لیں گے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ظاہر کریں گے۔ سب سے بڑا دجال جس کا فتنہ عالمگیر ہوگا، قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔

ہمارے اس زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی بڑا دجل کیا ہے، یعنی دعویٰ نبوت کیا اور بہت سے جھوٹے دعوے کیے، اس کے پیروکار آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں موجود ہیں اور پوری دنیائے اسلام انہیں کافر تسلیم کرتی ہے۔

اسی وجہ سے امت کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر دعا میں دجال سے پناہ مانگیں کیونکہ دجال کا خطرہ ہر دور میں ہے۔

جب یہ فتنہ ظہور پذیر ہوگا ہر شخص ہی پہنچان لے گا کہ یہ دجال ہے، بشرطیکہ اسے پیارے پیغمبر ﷺ کی باتوں پر یقین ہو، اگر منکرین حدیث کی کتب کا مطالعہ کسی خالی الذہن نے کیا ہوگا تو اسے ہرگز یقین نہ آئے گا اور وہ راویوں کی بحث میں پڑا رہے گا۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فتنہ سے پہلے کیا ہوگا؟ تاکہ مومنین اس کی آمد سے پہلے اس کی چال بازیوں کے مقابلے کے لئے تیار رہیں، اس ارشاد حبیب میں کچھ علامات ارشاد فرمائی گئی ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر تشریف فرما

تھے، آپ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا، آپ نے ارشاد فرمایا:

''اس کے ظہور سے پیشتر تین سال ہوں گے۔ پہلے سال آسمان ایک تہائی بارش روک لے گا اور زمین ایک تہائی نباتات بند کر دے گی، دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش اور زمین اپنی دو تہائی نباتات بند رکھے گی اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش اور زمین اپنی پوری روئیدگی روک لے گی، چار پاؤں میں سے ہر کھری والا اور دانت والا جانور ہلاک ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

ف...... دجال کا فتنہ ضروریات زندگی کی قلت و کثرت کی بناء پر کامیاب ہوگا اس لئے غالباً بارش و نباتات روکنا پھر جاری کرنا دجال کی آمد سے پہلے اس لئے ہوگا کہ لوگ پھر سمجھ لیں کہ یہ چیزیں اللہ کے حکم سے ہوتی ہیں، اس کے علاوہ اگر کہیں سے کچھ کام نکلتا محسوس ہو تو درحقیقت اس کے پیچھے اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔

ہر نبی نے دجال سے ڈرایا ہے

عن سالم عن ابيه قال قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس فاثنى على الله بما هو اهله فذكر الدجال فقال انى له انذر كموه وما من نبى الاقد انذرقومه لقد انذره نوح ولكنى ساقول لكم فيه قولا لم يقله نبى لقومه تعلمون انه اعور وان الله ليس باعور . (ابوداؤد ص ۳۰۶ ج ۲)

سالم نے اپنے باپ ابن عمرؓ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی جیسا کہ وہ اس کے لائق ہے، پھر دجال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو، یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، لیکن میں تم سے ایسی بات اس کے متعلق کہہ دیتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو

نہیں کہی، تم جان رکھو کہ دجال کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

(تذکرہ دجال نوح علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے اور اس سے مسلسل ڈرایا جا رہا ہے، وہ کیونکہ شیطانی وساوس کے سہارے اپنے کارناموں میں کامیاب ہوگا اس لئے شیطان اپنے اہم ترین فتنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایسے لوگوں سے ایسی باتیں لکھوا رہا ہے کہ اس کا نمائندہ آئے تو مسلمان بھی اسے گمراہ نہ کریں اور نہ ہی اس سے پناہ مانگیں بلکہ تحقیقات کے نام سے شکوک میں مبتلا رہیں اور اسے اپنے فتنے کو پھیلانے کا خوب موقع مل جائے)

آپ نے دجال کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ممکن ہے کہ دجال کو وہ شخص پائے گا جس نے مجھے دیکھا ہے اور میری گفتگو سنی ہے، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ اس دن ہمارے دل کیسے ہوں گے کیا ایسے ہی ہوں گے جیسے آج ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے بہتر (کیوں کہ باوجود فتنہ کے ایمان قائم رہے گا)۔

(ابوداؤد ص ۳۰۶)

آپ ﷺ نے فرمایا میرا ایک صحابیؓ دجال کو دیکھ لے گا اس سے مراد تمیم داریؓ ہیں، جو دجال کو دیکھ کر آئے تھے اور آپ ﷺ سے اس کا حال بیان کیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں دجال نکلے گا اس زمانے تک مسلمان موجود رہیں گے۔

اس حدیث مبارکہ کے بعد ہم پیارے رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث طیبہ لکھنے لگے ہیں جو ایک طویل واقعہ ہے جو ہم مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ تحفۃ الاخیار جیسی معتبر کتابوں کے مشترکہ بیانات سے ترتیب دیا ہے، اس حدیث شریف پر یہ شبہ ہرگز نہ کیا جائے کہ یہ سارا بیان ایک نو مسلم کا ہے بلکہ اس نقطہ نظر سے اسے دیکھنا چاہیے کہ اس سارے واقعے کو بیان کرنے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے اس کے سچے ہونے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سارا مشاہدہ صحابیؓ اسی کے مطابق ہے جو میں اپنے صحابہ کو وحی

الٰہی کی روشنی میں دجال کے متعلق بتاتا رہا ہوں، اس ارشاد میں دجال کے بہت سے پہلو واضح ہو رہے ہیں۔

ایک صحابی رسول ﷺ کا دجال سے انٹرویو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمیم داری ایک نصرانی تھا، وہ آیا اس نے نیت کی اور مسلمان ہو گیا، اس نے ایک واقعہ بیان کیا جو اس واقعہ کے موافق ہوا جو میں تمہارے پاس ''مسیح الدجال'' کے متعلق بیان کیا کرتا تھا، اس نے بیان کیا کہ وہ (یعنی تمیم داری) تیس آدمیوں کے ساتھ بحری جہاز میں سوار ہوا جو لخم اور جذام کی قوم میں سے تھے، مہینہ بھر ان سے سمندر کی لہریں کھیلتی رہیں، پھر وہ سمندر میں ایک جزیرہ کی طرف جہاں سورج غروب ہوتا ہے جا لگے، پھر وہ ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ گئے اور جزیرے میں داخل ہو گئے، وہاں ان کو بھاری دم اور کثیر بالوں والا جانور ملا، بالوں کی کثرت کی وجہ سے وہ اس کا آگا پیچھا معلوم نہ کر سکے انہوں نے اس سے کہا ''تیرا برا ہو تو کیا چیز ہے؟

اس نے کہا ''میں جاسوس ہوں'' انہوں نے کہا جاسوس کیا ہوتا ہے؟

اس نے کہا اے لوگو! اس شخص کے پاس جاؤ، جو دیر میں ہے کیونکہ وہ تمہاری خبر کا ہی شوقین ہے، جب اس نے آدمی کا نام لیا تو ہم ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو تمیم نے کہا پھر ہم تیز رفتاری سے چلے حتی کہ ہم اس دیر (اور عبادت گاہ میں داخل ہو گئے،) (دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا قد آور آدمی اور اتنا سخت جکڑا ہوا کبھی نہ دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی طرف اس کے دونوں زانوں اور اس کے دونوں ٹخنوں کے درمیان لوہے سے جکڑے ہوئے تھے۔

ہم نے کہا ''تیری خرابی ہو تو کیا چیز ہے؟

اس نے کہا ''تم نے میری خبر پر قابو پا لیا ہے (یعنی میرا حال تو تمہیں معلوم

ہو جائے گا) (اب تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟

انہوں نے جواب میں کہا ''ہم عرب کے لوگ ہیں جو سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اس کے بعد یہاں تک پہنچنے کی ساری روداد سنا ڈالی اور کہا، لہٰذا ہم تیری طرف دوڑتے ہوئے آئے، ہم اس سے ڈر گئے کہ کہیں یہ شیطان (بھوت وغیرہ) نہ ہو۔ (مسلم ص ۴۰۴ ج ۲، ابوداؤد)

یہاں پھر اس شخص نے کہا ''مجھے بیسان کے نخلستان کی خبر دو۔''

ہم نے کہا تو کون سا حال پوچھتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں اس کے نخلستان کے متعلق ہوں کہ کیا وہ پھل دیتا ہے؟

ہم نے اسے کہا ہاں وہ پھل دیتا ہے۔

اس نے کہا عنقریب وہ دوبارہ پھل نہیں دے گا۔

اس نے کہا مجھے طبرستان کے دریا کے متعلق خبر دو۔

ہم نے کہا تو اس دریا کا کون سا حال پوچھتا ہے؟

اس نے کہا ''کیا اس میں پانی ہے؟

انہوں نے کہا اس میں بہت سا پانی ہے۔

اس نے کہا اس کا پانی عنقریب جاتا رہے گا۔

پھر اس نے کہا مجھے زغر کے چشمے کے متعلق خبر دو۔

ان لوگوں نے کہا ''تو اس کا کیا حال پوچھتا ہے؟''

اس نے پوچھا ''کیا اس چشمے میں پانی ہے اور کیا وہاں کے رہنے والے چشمے کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟

ہم نے اسے بتایا کہ وہاں! اس میں بہت سا پانی ہے، وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

اس نے کہا ''مجھے عرب کے نبی ﷺ کے متعلق خبر دو کہ انہوں نے کیا کیا؟

ان لوگوں نے کہا ’’وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے‘‘

اس نے پوچھا ’’آپ نے ان عرب والوں کے ساتھ کس طرح کیا؟

ہم نے اسے بتایا کہ آپ عرب والوں پر غالب آئے، جو آپ کے اردگرد تھے اورانہوں نے آپ کی اطاعت کی۔

اس نے پوچھا ’’کیا یہ بات ہوچکی ہے؟‘‘

ہم نے کہا ’’ہاں‘‘ (ہوچکی ہے)

اس نے کہا ’’خبردار ہو کہ یہ بات ان (عرب والوں) کے لئے بہتر ہے کہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کریں اوراب میں تمہیں اپنے متعلق خبر دیتا ہوں (کہ میں کون ہوں؟) (مسلم ص۴۰۴)

دجال کی کہانی، اس کی اپنی زبانی

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث میں دجال نے خود بیان کیا میں مسیح الدجال ہوں، البتہ وہ زمانہ قریب ہے جب مجھے (یہاں سے باہر) نکلنے کی اجازت دی جائے گی تو میں نکلوں گا اورزمین میں سیر کروں گا اورکوئی بستی نہیں چھوڑوں گا، جہاں نہ جاؤں، سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف کے مجھ پر حرام یعنی ممنوع ہیں، جب میں ان دونوں شہروں میں جانا چاہوں گا تو میرے آگے ایک فرشتہ بڑھ کر آئے گا، جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی، وہ مجھے وہاں جانے سے روک دے گا، البتہ اس کے ہرناکہ پر فرشتے ہوں گے جو اس کی چوکیداری کریں گے

آج کل دجال کا مقام کہاں ہے؟

پھر رسول اللہ ﷺ نے (بوقت خطاب آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی) اسے منبر پر مارا، اور فرمایا:

’’طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے‘‘ (یعنی طیبہ سے مراد مدینہ منورہ

ہے)

خبردار! میں تمہیں اس کے متعلق خبر دے چکا ہوں، تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں (آپ ﷺ خبر دے چکے ہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے تمیم کی بات اچھی لگی جو اس چیز کے موافق ہے جو میں تمہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق بتلایا کرتا تھا۔

خبردار! رہو کہ بے شک وہ (دجال) دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے، نہیں! بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف بحر ہند ہے، شاید دجال بحر ہند کے کسی جزیرہ میں ہو۔ (مشرق کی طرف اشارہ کیا) فاطمہ بنت قیس نے کہا یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد رکھی ہے۔

(مسلم ص۴۰۵)

ف...... منکرین حدیث بظاہر ایک دوسرے کی مخالف احادیث کو تختہ مشق بنا کر لوگوں کو حدیث رسول سے بدظن کرتے ہیں اور سچے اہل علم آپ ﷺ کے ہر قول کی تعظیم کرتے ہیں اوران میں مطابقت کرتے ہیں۔

آپ نے دجال کا مقام دریائے یمن فرمایا ہے، پھر شاید اسی وقت وحی سے معلوم ہوا کہ مشرق کی طرف ہے، لہٰذا تین بار اس مضمون کو تاکید سے فرمایا، چنانچہ اس کے سوا ایک اور حدیث صاف ہے کہ دجال مشرق سے آئے گا ’’بیسان‘‘ اور ’’زغر‘‘ شام کے دو شہر ہیں اور طبرستان شام کے پاس ہے، معلوم ہوا کہ دجال بالفعل موجود ہے اور قید ہے، قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلے گا، عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ (تحفۃ الاخیار)

دجال کے ساتھی آج اور کل

منکرین حدیث گو دجال کے ان انصار واعیان میں شامل ہیں جو ان دنوں میں اس کا راستہ ہموار کر رہے ہیں ان کے علاوہ کس کس طرح اس کے استقبال کی تیاریاں

ہو رہی ہیں۔عرض ہے کہ یہ بڑا دجال ہے، جو قیامت کے قریب نکلے گا،اس کا فتنہ عالمگیر ہوگا،اس کے علاوہ چھوٹے دجال اس امت میں بہت ہوئے ہیں،جنہوں نے لوگوں کو دین اسلام کے خلاف بھڑکایا اور راہ راست سے ڈگمگایا،خوب گمراہی پھیلائی، فرشتوں، جنت اور دوزخ اور معجزات کا انکار کیا اور قرآن وحدیث کے انکار اور معنی میں تحریف وتحویل کر کے لوگوں کو دین اسلام سے دور کیا،اللہ تعالیٰ دجالوں کے مکر وفریب اور دھوکے سے مسلمانوں کی حفاظت کرے اور انہیں سیدھی راہ چلتے رہنے کی توفیق دے۔آمین

جب دجال نکلے گا تو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ''اصفہان'' کے ستر ہزار ''یہودی'' سیاہ چادریں اوڑھے ہوئے اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

(مسلم ص۴۰۵ ج۲)

جب دجال نکلے گا،تو لوگ دجال کے ڈر سے بھاگیں گے،آپ نے فرمایا عرب کے لوگ ان دنوں تھوڑے ہوں گے اور دجال کے ساتھی کروڑوں میں ہوں گے۔

(مسلم ص۴۰۵)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا،اس زمین کو خراسان کہتے ہیں،اس کے ساتھ ایسی قومیں ہوں گی ،جن کے منہ گویا کہ وہ تہ بہ تہ ڈھالیں ہیں،یعنی ان کے چہرے چوڑے ہوں گے۔ (ابن ماجہ ص۳۰۵)

اس حدیث میں عربوں کو دجال کے مخالفین میں شمار کیا گیا ہے،یہ بھی ایک دجالی چال ہے کہ عربوں کو بدنام کیا جا رہا ہے کہ تا کہ دجال کی مخالفت کے لئے دلیل نہ بن سکے،اجتماعی کمزوریاں سب مسلمانوں میں ہیں ہمیں عربوں کی قدر کرنی چاہئے جس طرح آرام کو چھوڑ کر شہزادے جہاد میں آج کل حصہ لے رہے ہیں حضرت عیسیٰؑ کا ساتھ بھی یہی دیں گے۔

دجال کا حلیہ کیا ہوگا؟

اس ارشادگرامی کے پڑھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے،نبیوں کے خواب بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں اس کا جو مفہوم درست ہے وہ ان کے دلوں میں آجاتا ہے ان میں سے کسی کو تعبیر کی اجازت نہیں رہتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک دفعہ جب کہ میں سورہا تھا، میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں اتنے میں ایک شخص گندم گوں رنگ کا،سیدھے بالوں والا دکھائی دیا،اس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں مریم کے بیٹے پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگا،تو ایک سرخ رنگ کا موٹا شخص نظر آیا،اس کے بال گھنگریالے تھے،وہ آنکھ کا کانا تھا،گویا کہ اس کی آنکھ جیسے انگور کا پھولا ہوتا ہے،جب میں نے پوچھا یہ کون ہے تو لوگوں نے کہا یہ دجال ہے،اس کی شکل وصورت لوگوں میں سے عبدالعزیٰ بن قطن سے ملتی جلتی تھی۔

(بخاری ص۱۰۵۵،مسلم ص۷۵)

یہ خزاعہ قبیلے کا آدمی تھا (اور زمانہ جاہلیت میں مرگیا تھا)

بعض کے نزدیک وہ مسلمان ہوئے آپ ﷺ نے ان کو تسلی دی کہ تیرا اس کے مشابہ ہونا کوئی نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ تم مسلمان ہو اور وہ کافر ہوگا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے تھے۔ (بخاری ص۱۰۵۵)

یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ دجال کب نکلے گا،آپ کو خیال ہوگا کہ شاید دجال میری زندگی ہی میں نکل آئے ،لہٰذا آپ اپنی نماز میں اس کے فتنے سے پناہ مانگتے تھے،آج بھی یہی حکم

ہے

دجال کی آنکھیں کیسی ہوں گی......؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی تعریف کی جس تعریف کے وہ لائق ہے، پھر آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اس (دجال) سے ڈراتا ہوں، کہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، لیکن میں ابھی تمہیں اس کے متعلق ایک بات بتا رہا ہوں، جو کسی پیغمبر علیہ السلام نے اپنی قوم کو نہیں بتائی وہ (مردود) کانا ہوگا اور اللہ کانا نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جتنے پیغمبرؑ گزرے ہیں سب نے اپنی اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ڈرایا۔

ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ گویا پھولا ہوا انگور ہے، (بخاری ص ۱۰۵۵، مسلم ص ۹۵ ج ۱ ص ۳۹۹ ج ۲)

آنکھ کے متعلق روایات میں تطبیق

دجال کے ذکر کے باب میں مختلف روایات ہیں کسی میں دائیں آنکھ کا کانا ہونا مذکور ہے اور کسی میں بائیں آنکھ کا، بعض نے کہا ہے کہ ایک آنکھ کانی ہوگی اور دوسری پھولی ہوگی۔

مظاہر حق میں تطبیق لکھی ہے کہ کچھ لوگوں کو نظر آئے گا بائیں آنکھ سے کانا ہے اور کچھ کو دائیں سے یہ اپنے اپنے دیکھنے میں اس کو مختلف دیکھیں گے تو دجال کا دھوکا اور تلون مزاجی اور واضح ہو جائے گی۔ (ملخصا مظاہر حق جدید ج ۵ ص ۵۷)

کیا دجال کانا ہوگا؟ رفع تعارض کی ایک اور شکل

حضور ﷺ نے فرمایا: **ان ربکم لیس باعور** "تمہارا رب کانا نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بات **کلم الناس علی قدر عقولھم** کہ لوگوں سے ان کے عقل کے مطابق بات کرو، اس اعتبار سے فرمایا، ورنہ اللہ جل شانہ جسم سے پاک ہیں، اور اللہ جل شانہ اپنی ذات وصفات میں ہر قسم کے عیوب سے پاک ومبراء ہیں۔

(مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۵۹۱)

احادیث دجال کو جن محققین نے موضوع سخن بنایا کر پھر پیچیدہ سوالات اٹھائے اور قوم کے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے اور دجال کی سرزمین ہموار کر رہے ہیں کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی اس کے اثرات شروع ہو جائیں، انہوں نے بغیر تطبیق تعارض احادیث نقل کر کے اس حدیث کو بھی مشکوک قرار دیا ہے، اس لئے دجال کی آنکھ کے بارے میں احادیث میں تعارض اور اس میں تطبیق کے طور پر عرض ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **کان عینہ عنبة طافية** طافیہ کہتے ہیں کہ انگور کا پھولا ہوا دانہ۔

علامہ توربشتیؒ فرماتے ہیں، دجال کی آنکھ کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، ان سب میں آپس میں تعارض بھی بظاہر معلوم ہوتا ہے، ان روایات میں تطبیق کی ضرورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ دجال کی ایک آنکھ تو بالکل ہی غائب ہے، دوسری آنکھ بھی عیب دار ہے، اس معنی کے اعتبار سے اس کی دونوں ہی آنکھوں کو اعور یعنی عیب دار کہا جا سکتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ روضۃ الصالحین ص ۱۰۹ جلد دوم)

اس کی چال اس کے بال اور قد کیسے ہوں گے؟

﴿عن عبادة بن الصامت انه حدثهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انی قد حدثتکم عن الدجال حتی خشیت ان لاتعقلوا ان المسیح الدجال رجل قصیر افحج جعد اعور مطموس العین لیس

بناتية ولاحجراء فان البس عليكم فاعلموا ان ربكم ليس باعور﴾ .

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں دجال کے متعلق خبر دی ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر پیدا ہوا کہ تم اسے سمجھ نہ پاؤ گے (اس لئے خوب وضاحت کرتا ہوں) بلاشبہ دجال پست قد آدمی ہے اور چلتے وقت اس کے پاؤں کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا وہ گھونگریالے بالوں والا ہے، مٹی ہوئی آنکھوں والا (اندھا) نہ اونچی نکلی ہوئی اور نہ بہت گھسی ہوئی ہیں، پھر اگر تمہیں اس پر شک وشبہ ہو تو تم خوب جان لو کہ تمہارا رب تو کانا نہیں ہے (اور دجال کانا ہے)

بعض روایات میں لمبا قد بتایا گیا ہے، الاشاعۃ ص ۲۶۳ پر ہے کہ دونوں روایات میں تطبیق یہ ہے کہ وہ چھوٹے قد والا ہوگا، لیکن دعویٰ الوہیت کے بعد لوگوں کے امتحان کے لئے اس کا قد لمبا کر دیا جائے گا۔

دجال کی سواری

سرورکائنات ﷺ کا فرمان ذی شان ہے کہ دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا اس کے دونوں کانوں کے درمیانی فاصلہ ستر ہاتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

دجال کی پیشانی کیسی ہوگی؟

اس کی پیشانی کے متعلق احادیث میں ”جلی الجبهة“ کے الفاظ یعنی کشادہ اور چوڑی ہوگی، ناک کے متعلق عریض المنخر کا لفظ ہے، یعنی چوڑی کان اور نتھنوں والا ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بعث نبى الا انذر امته الاعور الكذاب الا انه اعور ان ربكم ليس باعور وان بين عينيه مكتوب كافر فيه ابوهريرة وابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم . (بخاری ومسلم)

حضرت انس سے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی پیغمبر ایسا مبعوث نہیں جس نے اپنی امت کو جھوٹے کانے دجال سے نہ ڈرایا ہو خبردار بلاشبہ وہ (مردود) کانا ہوگا اور بے شک تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، اور یقیناً اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے بیان کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله .

مومن کی فراست سے بچو، وہ اللہ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے، اس حدیث کی بناء پر دجال کے چہرے پر لکھا ہوا لفظ کافر مومن ہی پڑھ سکے گا۔

کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ اس کے متعلق کافر کا جو لفظ لکھا ہوگا، وہ مؤمن اس کی پیشانی سے پڑھ لے گا خواہ وہ لکھا پڑھا نہ بھی ہو اور کافر اگر لکھا پڑھا بھی ہوگا تو وہ اسے نہ پڑھ سکے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہوگا (اللہ تعالیٰ مومنوں کے دل میں ایمان کا ایسا نور بھر دے گا کہ وہ دجال کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ کافر اور جعل ساز بدمعاش ہے اور کافر کی عقل پر پردہ ڈال دے گا وہ سمجھے گا کہ دجال سچا ہے)

حق اور باطل کی الگ الگ پہچان ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے آپ ﷺ دعا فرماتے تھے یا اللہ ہمیں حق کو حق اور جھوٹ کو جھوٹ دکھادے، یعنی ایسا نہ ہو کہ شیطان صفت لوگوں کے دھوکے میں آکر حق و باطل کی تمیز نہ کرسکیں، دجال کے ظہور کے وقت اس صفت کی ضرورت خاص طور پر پڑ جائے گی۔

دجال کے خروج کی مختصر کیفیت

ہم اس سے پہلے جو ارشادات نبوی لکھ آئیں ہیں یا آگے جو احادیث بیان کریں گے ان کا خلاصہ لکھا جا رہا ہے تا کہ قاری کو تمام واقعات ذہن نشین کرنے میں آسانی

رہے ''عمدۃ الفقہ'' میں کچھ اس طرح ہے۔

(۱)......سرور کائنات ﷺ کا فرمان ذی شان ہے کہ میری امت میں تیس آدمی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔

(۲)...... دجال موعد ایک خاص شخص ہے جو یہود سے ہے، جس کا لقب مسیح ہوگا وہ کانا ہوگا اس کے ماتھے پر کافر (ک ف ر) لکھا ہوگا، جس کو ہر ذی شعور پڑھ لے گا اور اس کی سواری کے لئے ایک گدھا ہوگا، وہ ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہوکر نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس کے بعد اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

(۳)......اس کے ساتھ آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا جس کو وہ بہشت کہے گا اور بہشت میں دوزخ کا اثر ہوگا، وہ جس کو دوزخ کہے گا وہ جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی، زمین میں فساد ڈالتا پھرے گا اور زمین میں بادل کی طرح پھیل جائے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا وہ عجیب وغریب کرشمے دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

(۴)......پھر وہ مکہ کی طرف آئے گا مگر اس کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہوں گے جس کی وجہ سے وہ مکہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ منورہ کے اس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے لہذا دجال اندر نہ جاسکے گا۔

(۵)......وہاں سے شہر دمشق کی طرف جہاں ''امام مہدی علیہ السلام'' ہوں گے روانہ ہوگا، امام مہدیؑ اسلامی لشکر تیار کرکے اس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے اتنے میں فجر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی مینار پر زرد حلہ پہنے ہوئے فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ دھرے ہوئے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، اسے طلب کرکے قتل کردیں گے، اور اسلامی احکامات کا مکمل نفاذ ہوجائیگا۔ (عمدۃ الفقہ)

دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خوارق

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال کے ظہور سے متعلق حدیث نبوی کے ذخیرہ میں اتنی روایتیں ہیں جن کے بعد اس میں شک وشبہ کی امید نہیں رہتی کہ قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا، اسی طرح ان روایات کی روشنی میں اس میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس کے ہاتھ پر بڑے غیر معمولی اور محیر العقول قسم کے ایسے خارق عادت امور ظاہر ہوں گے جو بظاہر مافوق الفطرت اور کسی بشر اور کسی بھی مخلوق کی طاقت وقدرت سے باہر اور بالاتر ہوں گے

مثلاً یہ کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی (جس کا مندرجہ ذیل بالا حدیث میں بھی ذکر ہے)

یہ کہ وہ بادلوں کو حکم دے گا کہ بارش برسے اور اس کے حکم کے مطابق اسی وقت بارش ہوگی۔

مثلا یہ کہ وہ زمین کو حکم دے گا کہ کھیتی اگے اور اسی وقت زمین سے کھیتی اگتی نظر آئے گی اور مثلا یہ کہ وہ خدا شناس ظاہر پرست لوگ اس طرح کے خوارق دیکھ کر اس کو خدا مان لیں گے ان کے دنیوی حالات بظاہر بہت ہی اچھے ہوجائیں گے وہ خوب پھولتے پھلتے نظر آئیں گے

اس کے برخلاف جو مومنین صادقین اس کے خدائی کے دعوے کو رد کردیں گے اور اس کو دجال قرار دیں گے بظاہر ان کے دنیوی حالات بہت ہی ناسازگار ہوجائیں گے اور وہ فقر وفاقے میں اور طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا نظر آئیں گے۔

یہ کہ وہ اچھے طاقتور جوان کو قتل کرکے اس کے دو ٹکڑے کردے گا

اور پھر وہ اس کو اپنے حکم سے زندہ کرکے دکھادے گا وہ سب دیکھیں گے کہ وہ

جیسا تندرست وتوانا جوان تھا ویسا ہی ہو گیا۔

الغرض حدیث کی کتابوں میں دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے اس طرح کے محیر العقول خوارق کی روایتیں بھی اتنی کثرت سے ہیں کہ اس بارے میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس کے ہاتھ پر اس طرح کے خوارق ظاہر ہوں گے اور یہی بندوں کے لئے امتحان وآزمائش کا باعث ہوں گے۔

معجزہ اور شعبدہ بازی میں فرق

اس طرح کے خوارق اگر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو ان کو معجزہ کہا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے وہ معجزات جن کا ذکر قرآن پاک میں بار بار فرمایا گیا ہے۔

یا رسول اللہ ﷺ کا معجزہ شق القمر اور دوسرے معجزات جو حدیثوں میں مروی ہیں اور اگر ایسے خوارق انبیاء کرام کے متبعین، صالحین کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو ان کو ''کرامات'' کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے اور اس کے امت محمدیہ کے اولیاء اللہ کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات معلوم ومعروف ہیں۔

اور اگر اس طرح کے خوارق کسی کافر ومشرک یا فاسق وفاجر داعی ضلالت کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو ان کو استدراج کہا جاتا ہے، دجال کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوں گے وہ استدراج ہی کے قبیل سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دالامتحان بنایا ہے، انسان میں خیر کی بھی صلاحیت رکھی گئی ہے اور شر کی بھی اور ہدایت ودعوت الی الخیر کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور ان کے نائبین قیامت تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہیں گے اور اضلال اور دعوت شر کے لئے شیطان اور انسانوں اور جنات میں سے اس کے چیلے چانٹے بھی پیدا کیے جائیں گے، جو قیامت تک اپنا کام کرتے رہیں

گے، بنی آدم میں خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد ﷺ پر ہدایت اور دعوت الی الخیر کا کمال ختم کر دیا گیا، اب آپ ہی کے نائبین کے ذریعے قیامت تک ہدایت وارشاد اور دعوت الی الخیر کا سلسلہ جاری رہے گا اور اضلال اور دعوت شر کا کمال دجال پر ختم ہوگا اور اس کے لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور استدراج ایسے غیر معمولی اور محیر المعقول خوارق دیے جائیں گے جو پہلے کسی داعی ضلال کو نہیں دئے گئے۔

اور یہ گویا بندوں کا آخری امتحان ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے یہ ظاہر فرمائے گا کہ سلسلہ نبوت وہدایت خاص کر خاتم النبیین ﷺ اور آپ ﷺ کے نائبین کی کی ہدایت وارشاد اور دعوت الی الخیر کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں وہ صاحب استقامت نبدے بھی اس دجالی دنیا میں موجود ہیں جن کے ایمان ویقین میں ایسے محیر العقول خوارق دیکھنے کے بعد بھی کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ ان کی ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوا اور ان کو وہ مقام صدیقیت حاصل ہوا جو اس سخت امتحان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

دجال کے اختیارات (امتحان ایمان)

قارئین! زندگی امتحان ہے اللہ نے عقل دی ہے اس لئے کہ ظاہری کامیابی وناکامی کو نظر انداز کر کے انسان حق وباطل میں تمیز کر سکیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم احسن عملا

وہ جس نے موت وحیات کو بنایا ہے کہ تمہارا امتحان کرے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔

چنانچہ دجال کو بہت سے اختیارات دئے جائیں گے اہل ایمان سب کچھ کے باوجود اس کے منکر رہیں گے اور صرف ظاہری زندگی سے محبت رکھنے والے لوگ اس کے دام ہمہ رنگ میں پھنستے چلے جائیں گے، بالکل اسی طرح جیسا کہ احکام خدا داڑھی

،نماز شرعی پردہ کی بات جلدی سے سمجھ نہیں آتی اور فیشن کی بات میڈیا کے زور پر ہمارے دلوں میں گھر کر جاتی ہے، اسی طرح دجال بھی ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں اس بات کی دعوت دے گا کہ وہ (دجال) پر ایمان لائیں یعنی وہ انہیں کفر کی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے حکم کو قبول کریں گے۔

وہ آسمان کو حکم کرے گا تو وہ بارش برسائے گا، وہ زمین کو حکم کرے گا تو وہ گھاس اناج وغیرہ لگا دے گی، شام کو اس کے ماننے والوں کے جانور آئیں گے ان کے کوہان پہلے سے لمبے ہوں گے ان کے تھن کشادہ ہوں گے، ان کی کوکھیں تنی ہوئیں ہوں گی (خوب سیر ہوں گے)

پھر دجال دوسری قوم کی طرف آئے گا وہ اگرچہ قحط سالی میں مبتلا ہوں گے وہ ان کو بھی کفر کی طرف دعوت دے گا وہ اس کی بات کو نہیں مانیں گے، اور دجال ویران زمین پر نکلے گا تو اسے کہے گا (اے زمین) اپنے خزانے نکال دے تو وہاں کے مال اور خزانے نکل کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں نکل کر بڑی مکھی کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔

پھر دجال ایک جوان مرد کو بلائے گا اور اسے تلوار سے مار ڈالے گا اور اسے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دے گا جیسے کہ نشانہ دو ٹوک ہو جاتا ہے، پھر وہ اسے زندہ کر کے پکارے گا تو وہ جوان سامنے آ جائے گا، اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا دجال ابھی اسی حالت میں ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا۔

(مسلم ص۴۰۱ ج۲)

لیجئے قارئین! یہ وہ اختیارات ہیں جو بطور امتحان اس بے ایمان کو دیئے جائیں گے اور منکرین حدیث ان اختیارات کا مذاق اڑاتے ہوئے ان احادیث کا ہی سرے سے انکار کر رہے ہیں انہوں نے ان ''شعبدہ بازیوں'' کو معجزہ قرار دے کر راویوں پر خوب چڑھائی کی ہے جبکہ غلطی ان کی اپنی ہی ہے کہ وہ ''جادوگری'' اور ''معجزے'' میں

فرق نہیں کر سکے۔

کاش! انہوں نے دجال والی احادیث سے پہلے اسلامی مدارس کی پہلی جماعت میں پڑھائی جانے والی کتاب ''تعلیم الاسلام'' کا مطالعہ کر لیا ہوتا اور معجزے اور استدراج کا فرق سمجھ لیتے۔

شعبدہ بازوں کا سردار

عن حذیفة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال فی الدجال ان معه ماء ونارا فناره ماء وماء ه نار. (بخاری، مسلم)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے بیان کیا آپ نے دجال کے متعلق ارشاد فرمایا اس یعنی دجال کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ بھی ہوگی تو اس کی آگ حقیقت میں ٹھنڈا پانی اور اس کا پانی حقیقت میں آگ ہوگی۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ تم میں سے جو کوئی اس کا زمانہ پائے گا، تو اس کی آگ میں چلا جائے گا وہ نہایت شیریں اور ٹھنڈا عمدہ پانی ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ''دجال'' ایک شعبدہ باز ہوگا یہ سب حقیقی ہوگا لوگوں کے امتحان کے لئے اسے یہ طاقتیں دی جائیں گی، پانی کو آگ اور آگ کو پانی کر کے لوگوں کو بتلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر کے الٹا کر دے گا، جن لوگوں کو وہ پانی دے گا ان کے لئے وہ پانی آگ ہو جائے گا اور جن مسلمانوں کو وہ مخالف سمجھ کر آگ میں ڈال دے گا ان کے حق میں آگ پانی ہو جائے گی۔

اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جو کوئی دجال کا کہنا مانے گا، وہ اس کو ٹھنڈا پانی دے گا تو درحقیقت یہ ٹھنڈا پانی آگ ہے یعنی قیامت میں دجال کا کہنا ماننے والا دوزخی ہوگا اور دجال جس شخص کو مخالفت سمجھے گا، اس کو آگ میں ڈال دے گا، اس کے حق میں یہ آگ پانی ہوگی، یعنی قیامت کے روز وہ جنتی ہوگا اور اسے جنت کا بہترین

ٹھنڈا پانی پلایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ دجال کو بھیج کر اپنے بندوں کو آزمائے گا، اس طرح کہ اس کو قدرت دے گا اور بڑے بڑے کاموں کی اس میں طاقت ہوگی، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، زمین پر پانی برسانا، زمین سے خزانے نکالنا یہ سب کام اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ اسے عاجز کردے گا، اور وہ کسی کو بھی نہیں مار سکے گا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو مضبوط رکھے گا۔

دجال اتنی بڑی باتیں دکھائے گا جیسے مردوں کا زندہ کرنا، پانی کا برسانا، جنت اور دوزخ اس کے پاس ہوگی۔ اگر جاہل لوگ اس کے تابع ہوں گے تو یہ بات قیاس سے بعید نہیں ہے کہ ان کو صرف دنیاوی ساز و سامان سے غرض ہوتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دجال کا اتنا حال نہیں پوچھا جتنا میں نے پوچھا آپ نے ارشاد فرمایا تو کیوں فکر کرتا ہے، دجال تجھے کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔

میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا ہوگا اور نہریں ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (ایسا ہوگا مگر) وہ (دجال) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی ذلیل ہے، جو کچھ اس کے پاس ہوگا اس سے وہ مومنوں کو گمراہ نہ کرسکے گا۔

(مسلم ص۴۰۳، ج۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک کوئی مخلوق بھی (شر و فساد میں) دجال سے بڑا نہیں، سب سے بڑا مفسد اور شریر دجال ہے۔

خروج دجال کی نشانیاں

۱۔ امام مہدی علیہ السلام کا آنا۔
۲۔ قریبی علامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔
۳۔ ہزار دن کے قریب بلیستان کے درختوں پر پھل نہ لگنا۔
۴۔ بحرہ طبریہ کا پانی خشک ہونا۔
۵۔ چشمہ زغر کا خشک ہونا۔
۶۔ قسطنطنیہ کا فتح ہونا۔
۷۔ بیت المقدس کی آبادی اور مدینہ کی ویرانی۔
۸۔ عربوں کی تعداد کم اور یہودیوں کی تعداد زیادہ ہونا۔
۹۔ بھوک اور قحط کا عام ہونا۔

یہ وہ علامات ہیں جو ان روایات میں مختلف جگہ آئی ہیں، جن کو ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ از آثار قیامت اور فتنہ دجال کی حقیقت)

اس امت میں چار فتنے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں خاص نوعیت کے چار فتنے ہونگے۔ ان میں آخری اور سب سے بڑا فتنہ راگ و رنگ اور گانا بجانا ہوگا۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ وابوداؤد۔ درمنثور ج۶ ص۵۶)

قیامت کبریٰ کی علامت

رسول اللہ ﷺ نے علامات قیامت سے متعلق ایک طویل حدیث بیان فرمائی ہے، راوی حدیث حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مالِ غنیمت کو گھر کی دولت سمجھا جانے لگے، امانت غنیمت سمجھ کر دبا لی جائے، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، دینی تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے، انسان اپنی بیوی کی اطاعت

کرنے لگے، ماں کو ستائے دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے، انسان کی عزت اس لئے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلائے گانے بجانے والی عورتوں کی اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے، شراب پی جانے لگے، اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس زمانہ میں سرخ آندھی اور زلزلہ کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو۔ اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہونگی جیسے کسی لڑی کا تاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے دانے گرنے لگیں۔ (رواہ ترمذی)

ارشاد نبوی ﷺ میں جن نشانیوں کا ذکر ہے وہ تقریباً اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔ رب العلمین اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

زمین میں دھنسنے کے عذاب سے پناہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے اللہ! میں آپ کی عظمت کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں نیچے (زمین کی طرف) سے بلا میں پھنس جاؤں۔ حضرت جبیرؓ (جو راوی ہیں) کہتے ہیں کہ یہ ہی خسف زمین میں دھنسنا ہے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم یہ (زمین میں دھنسنا) حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا آپ علیہ السلام کا۔

(سنن نسائی مترجم ج ۳ ص ۴۸۲)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے معصوم و پاک پیغمبر علیہ السلام نے بھی خسف سے پناہ مانگی ہے جبکہ گناہوں میں مستغرق انسانوں کی حالت یہ ہے کہ زلزلہ میں خسف والی کیفیت کو دیکھ کر پناہ نہیں مانگتے، چہ جائے کہ بن دیکھے مانگیں۔

پہلے پندرہ خصلتیں......پھر عذابِ الٰہی

زمین کی مختلف پلیٹیں باہمی ٹکراتی ہیں جس کی وجہ سے زمین میں جنبش پیدا ہوتی ہے ذیل کی حدیث میں اس کا سبب بتایا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں تو ان پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ پوچھا گیا وہ کیا کیا خصلتیں ہیں تو فرمایا جب مالِ غنیمت یعنی سرکاری مال ذاتی ملکیت بنایا جائے، جب امانت کو غنیمت سمجھا جائے، جب زکوٰۃ کو جرمانہ تصور کیا جائے، جب آدمی بیوی کی فرمانبرداری اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، جب وہ دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک اور باپ کے ساتھ زیادتی کرے، جب مسجد میں شور و غل برپا ہو جائے، جب رذیل ترین آدمی قوم کا لیڈر بن جائے، جب آدمی کی عزت اس کی برائی کی ڈر سے ہو، جب شراب (اور نشہ آور اشیاء) کا کھلم کھلا استعمال ہو، جب مرد ریشمی کپڑا پہنیں، جب گانے بجانے اور رقص و سرور کی محفلیں سجائی جائیں، جب موسیقی کے آلات کا استعمال ہونے لگے اور جب لوگ اپنے اسلاف پر لعن طعن کرنے لگیں تو پھر لوگوں کو عذاب الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ سرخ آندھی کی شکل میں ہو یا زلزلے کی صورت میں ہو یا زمین کے اندر دھنس جانے کی صورت میں ہو، یا صورتوں کے مسخ ہونے کی شکل میں ہو۔

(رواہ الترمذی)

مذکورہ بالا روایت میں ذکر کردہ تمام خصلتیں سوائے ایک دو کے تقریباً پوری ہو چکی ہیں فحاشی، عریانی، گانے باجے، رقص و سرور کی محفلیں، شراب نوشی اور مساجد میں شور و غل جیسی نشانیاں بدرجۂ اتم ظاہر ہو گئیں۔ اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے حالات مزید سنگینی کی طرف رواں ہیں اور آفات و بلیات کا نزول و ظہور دن بدن ہو رہا ہے جس کا اندازہ قطرینہ، سونامی، ۸۔ اکتوبر کا زلزلہ اور مختلف النوع حادثات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ (بحوالہ زلزلہ حادثہ یا عذاب)

امت محمدیہ پر سنگ باری کا عذاب

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں زمین دھنسائے جانے ،صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسنے کا عذاب بھی ہوگا۔ایک شخص نے پوچھا! یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ظاہر ہوجائے گا اور شرابیں پی جانے لگیں گی۔'' (ترمذی)

دنیا کے بادشاہ شریر و بدکار لوگ

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام خلیفہ یا سلطان کو قتل نہ کروگے۔اور آپس میں ایک دوسرے کو تلواروں سے نہ مارو گے۔اور تمہاری دنیا کے مالک تمہارے شریر و بدکار لوگ نہ ہو جائیں گے۔یعنی ملک وسلطنت ظالموں کے ہاتھ میں آئے گی اور نافرمان وفاسق لوگ مخلوق پر حکمرانی کریں گے۔'' (رواہ الترمذی)

عمومی حالات پر بنظر عمیق غور کیا جائے تو حدیث کا واضح مطلب چڑھتے سورج کی طرح روشن ہے اتنے طویل عرصے کے بعد رب لم یزل نے ہمیں ایک خلیفہ (ملا محمد عمر مجاہد) عطا فرمایا جس کے قتل یا گرفتاری پر پوری دنیائے کفر (بشمولیت عالم اسلام) سرتوڑ کوشش کرتی رہی، اس جدوجہد میں اگرچہ اہل کفر ناکام اور خائب وخاسر رہے مگر خلافت اسلامیہ کے خاتمے میں سات سال بعد کامیاب ہوگئے۔ایک بار پھر دین کے مرکزی ستون پر ظالم وجابر اور دین دشمن قابض ہوگئے ، ویسے بھی تقریباً ہر مسلمان ملک پر ظالم وجابر حکمران مسلط ہیں جو کسی بھی درجے میں دین اور اہل دین کے ساتھ خیر خواہی نہیں رکھتے جو حدیث پاک کے مطابق بنیادی سبب ہے آفاقی اور ناگہانی آفات کا، جس میں روز بروز اضافہ ہی ہورہا ہے۔اور اکناف عالم میں زلزلوں کی خبریں بے شمار ہیں۔الامان والحفیظ۔

امت پر تباہی کے اسباب

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی نازل ہوگی (یعنی) جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہوجائے ،مرد ریشمی لباس پہننے لگ جائیں، مرد مردوں سے عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین پر کفایت کرنے لگ جائیں۔'' (کنز العمال ج۱۴۔)

حالات حاضرہ کی کیفیت کچھ اسی طرح کی ہے مردوں کا مردوں (لونڈوں) سے اور عورتوں کا عورتوں سے ملاپ بغرض جنسی تسکین اسقدر بڑھتا جارہا ہے کہ اس پر باقاعدہ فلمیں تیار ہورہی ہیں۔اور وہ پوری دنیا میں اس لعنت وبرائی کو پھیلانے کا ذریعہ بن رہی ہیں اور ہر کس وناکس دانستہ یا غیر دانستہ اس میں ملوث ہورہا ہے۔باالفاظ دیگر یوں کہوں کہ برائی کی باقاعدہ تبلیغ ہورہی ہے جو قہر الٰہی کا سبب ہے۔

امت کی ہلاکت کا وقت

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ امت شراب کو مشروب کے نام سے، سود کو منافع کے نام سے، رشوت کو تحفہ کے نام سے جائز وحلال سمجھے گی، اور مالِ زکوٰۃ سے تجارت کرنے لگے گی تو گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے یہ ان کی ہلاکت کا وقت ہوگا۔'' (حوالہ مذکورہ بالا)

مذکورہ حدیث اور گزشتہ احادیث میں جو آفات کی علامات بیان ہوئی ہیں وہ ہمارے معاشرے میں من وعن پائی جاتی ہیں، کون نہیں جانتا کہ آج سود کو منافع کا نام اور رشوت کو تحفہ اور ہدیہ کا نام دے دیا گیا ہے۔جس میں تقریباً ۹۸ فیصد لوگ قصداً یا مجبوراً ملوث ہیں، جبکہ گانے باجے اور رقص وسرور کی محافل معاشرہ اور تہذیب کا حصہ بن گئی ہیں، غرض یہ کہ پورا معاشرہ گناہوں سے اٹا ہوا ہے۔کتنے ہی ناجائز کام ہیں جو جز لاینفک کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔اسی وجہ سے آفات سماوی وارضی کے ظہور میں

غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ زلزلہ ۲۰۰۵ء بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ جسے مزید سمجھنے کے لئے دورِ نبوت میں آنے والے زلزلے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی زلزلے کا جھٹکا محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے زمین پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اے زمین تو ساکن ہوجا'' پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم اپنی خطاؤں کی معافی مانگو! اس کے بعد زلزلے کے جھٹکے رک گئے۔

(رواہ ابن ابی الدنیا)

مؤمن کی دعا مسلمانوں کے حق میں قبول نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مؤمن مسلمانوں کی جماعت کے لئے دعا کرے گا مگر قبول نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی پیش آنے والی ضروریات کے لئے دعا کر، میں قبول کرتا ہوں۔ لیکن عام لوگوں کے حق میں میں قبول نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں ان سے ناراض ہوں۔ (کتاب الدقائق)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بھی زلزلہ آیا تھا۔ علاّمہ عینیؒ نے صحیح بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا! یہ سب تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور یہ ضرور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے آیا ہے۔ اگر دوبارہ (زلزلہ کا) جھٹکا محسوس ہوا تو میں تمہارے درمیان سے نکل جاؤں گا۔ کیونکہ دوبارہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنے اعمال ٹھیک نہیں کئے۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں نے کیا نئی روش اختیار

کی ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد اتنی جلدی تمہارا حال خراب ہوگیا ہے۔

حضرت اماں عائشہؓ سے اسبابِ زلزلہ سے متعلق سوال کیا گیا کہ زلزلے کیوں آتے ہیں؟ صدیقہ بنت صدیقؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''جب لوگ زنا کرتے ہیں بے باکی کے ساتھ''...... یہ حضرت عائشہؓ کا جواب ہے۔ جس میں غلطی کا تصور محال ہے، اور ہمارے معاشرے میں زنا عام ہے، جس کا سبب بے پردگی اور مخلوط تعلیم کا بے حد رجحان ہے، اور نوعِ انسانیت کے باحیا لوگ پریشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی پریشانی دور کردے یہ اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔

امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے سوال ہوا، کیا یہ زلزلہ عذاب ہوتا ہے؟ آپؓ نے جواب میں فرمایا! اہل ایمان کے لئے عبرت ونصیحت ہوتی ہے۔ جو صالحین ان میں جان بحق ہوجائیں ان کے لئے رحمت ہے (شہادت کا درجہ ہے) البتہ کافروں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لئے تو زلزلہ قہر اور عذابِ الٰہی بن کرآتا ہے۔

(رواہ ابن ابی الدنیا)

ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اور ایک شخص اور حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اے امّ المؤمنین ہم سے زلزلہ کے متعلق کوئی بات کہیے۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو مباح فعل کی طرح کرنے لگیں اور شرابیں پینے لگیں، اور ڈھولک وسارنگی بجانے لگیں۔ اس وقت حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا ہلا ڈال۔ اگر توبہ کرلی اور باز آگئے تو خیر۔ ورنہ (اس سرکشی کا مقتضا یہ ہے کہ اُن پر عمارتیں) گرائی جائیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ بطور عذاب اور سزا کے ہوتا ہے۔ فرمایا نہیں: بلکہ اہل ایمان کے لئے نصیحت اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے عقوبت، عذاب اور غضب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے ایسی کوئی حدیث نہیں سنی جس سے مجھ کو اتنی خوشی ہوئی ہو جس قدر اس حدیث سے

ہوئی۔ (اخبار الزلزلہ۔از حضرت تھانویؒ)

ابن القیم محدث رسالہ الجواب الکافی میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے (جو کہ خلیفہ وقت تھے) بلادوامصار میں لکھ بھیجا کہ بعد حمد صلوٰۃ کے جان لینا چاہئے کہ یہ زلزلہ ایک ایسی شے ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے اپنا عتاب ظاہر فرما کر ان سے توبہ کرانا چاہتا ہے اور نیز محدّث موصوف نے حضرت کعب احبارؒ سے جو کہ علماء اہل کتاب سے بڑے عالم تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں مشرف بایمان ہوئے، نقل کیا ہے کہ ''زمین کو زلزلہ اس وقت آتا ہے جب اس میں گناہ زیادہ ہونے لگتے ہیں تو وہ خوف سے تھرا اٹھتی ہے کہ حق تعالیٰ ان گناہوں کو دیکھ رہے ہیں۔'' اور احقر (مولانا اشرف علی تھانویؒ) نے ایک معتبر مقام پر جس کی تعیین اور یہ بات کہ کس کا ارشاد ہے، حافظہ سے اس وقت نکل گئی، یہ روایت دیکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر کچھ رگیں بنائیں ہیں جس کو زمین کی تناب کہنا چاہئے اور وہ ملائکہ کے ہاتھوں میں میں ہیں۔ جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم کردیتے ہیں کہ فلاں حصۂ زمین کی رگ کھینچ لے۔ چنانچہ اس کے کھینچنے سے زمین ہلنے لگتی ہے۔ (اخبار الزلزلہ۔از حضرت تھانویؒ)

قوم عاد اور قوم ثمود اپنے آپ کو وقت کے سپر پاور کہلاتے تھے۔ اپنی طاقت پر اس قدر ناز تھا کہ بڑے مضبوط ترین درختوں کو اکھاڑ پھینکنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اور ان کی صنعت وحرفت کا بڑا کمال پہاڑوں میں گھر تراشنا تھا، چنانچہ اسی طاقت پر وہ اتراتے تھے۔ اور لوگوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ بلاوجہ عوام کو پریشان کرنا، ظلم وستم ڈھانا اور مجبور لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ان کا شیوہ بن چکا تھا۔ گویا یہ دونوں قومیں صرف گناہوں ہی میں مبتلا نہیں ہوئی بلکہ مکمل طور پر اللہ کی باغی ہو چکی تھی۔ اور جو قوم احکام خداوندی کو پامال کرنے لگے، اللہ رب العزت اور وقت کے نبی کے فرامین کا کھلا مزاق اڑانے لگے تحذیر اور حدود اللہ کو ظلم گرداننے لگے، زنا، لواطت، جوا

، شراب، ڈاکہ زنی، ناپ تول میں کمی، جھوٹ، غیبت، چغلی، فحاشی عیاشی، عریانی اور تمام شیطانی کاموں کو گناہ سمجھے بغیر علی الاعلان کرنے لگے۔ تو پھر رب العزت کی طرف سے عذاب آیا کرتا ہے، پھر خدا کی پکڑ مختلف طریقے سے گھیر لیتی ہے۔ چنانچہ قوم عاد نے سرکشی اختیار کی تو رب کا عذاب آندھی کی صورت میں آیا اور ایسا آیا کہ ہوا نے اس قوم کو فضاء میں کافی بلندی پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ ان کی طاقت کا غرور زمین ہی میں دفن ہوگیا۔ اسی طرح قوم ثمود کا غرور جب بام عروج پر پہنچا اور سرکش شیاطین کی طرح حرکتیں شروع کردیں پہلے سے مجبور ومقہور لوگوں پر مزید قہر برسانا شروع کیا۔ ''ہم چوں ماں دیگرے نیست'' کا زعم ان کے دل ودماغ میں بیٹھ گیا تو آسمان وزمین کے خالق حقیق کا فیصلہ اس قوم کو نیست ونابود کرنے کا ہوا اور اس قوم کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا کے رکھ دیا۔ اور یہ یہی حال دیگر قوموں کا ہوا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

اس وقت امت من حیث القوم کبائر و صغائر کے سمندر میں ہچکولے کھا رہی ہے جس طرح بیچ سمندر کے کشتی کو دیو ہیکل موجیں گھیر لیتی ہیں اور ناخدا باوجود سرتوڑ کوشش کے کشتی پار نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح امت کے بڑے اور چھوٹے ہر کس وناکس (سوائے چند بزرگ ہستیاں علماء طلباء، بزرگان دین، پارسا اور زاہد نیکوکار اور دیندار کے) اجتماعی گناہوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس امت کی کشتی کے ناخدا علماء کرام ہیں جو ڈوبے ہوؤں کو نکلنے کا راستہ دیکھاتے ہیں ورنہ گناہوں میں سب مبتلا ہیں۔ بعض چھپ کر اور بعض اعلانیہ، حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم بنظر عمیق امت مرحومہ کے کارناموں اور کرتوتوں کا جائزہ لیں۔ پھر سابقہ اقوام کے عذابوں کا جائزہ لیں۔ پھر دونوں کے گناہوں کا تقابل کریں تو حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہم میں اور ان میں کتنا فرق ہے۔ چنانچہ یہ ہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے قہر خداوندی زلزلہ یا کسی اور شکل میں نازل ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ (فداہ امی وابی) کے پاکیزہ دور میں زلزلہ واقع ہوا ہے، بعد از زلزلہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو

خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تمہارا رب تم سے توبہ چاہتا ہے تم توبہ کرو''۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ اس دور میں تھے جس کو آپ علیہ السلام نے خیر القرون قرنی فرمایا ہے۔ کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ اس کے باوجود نبی آخر الزماں اپنی مقدس جماعت کو توبہ کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اس سے اندازہ لگالیں کہ ہمیں توبہ کی کتنی ضرورت ہے۔

(بحوالہ زلزلہ حادثہ یا عذاب)

فتنہ کی ۷۲ نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب ۷۲ باتیں پیش آئیں گی۔

(۱) لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہوجائے گا یہ بات اگر اس زمانے میں کہی جائے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جائے گی اس لیے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو نماز کی پابند نہیں ہے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے کہ یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نماز کو کفر اور ایمان کے درمیاں حد فاصل کرار دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں مومن کتنا ہی برے سے برا ہو فاسق فاجر ہو۔ بدکار ہو۔ لیکن نماز نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔

۲) امانت ضائع کرنے لگیں گے یعنی جو امانت ان کے پاس رکھی جائیں گی اس میں خیانت کرنے لگیں گے۔

۳) سود کھانے لگیں گے۔

۴) جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں گے یعنی جوٹ ایک فن اور ہنر بن جائے گا۔

۵) معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے ذرا سی بات پر دوسرے کی جان لے لیں گے۔

۶) اونچی اونچی بلڈنگیں بنائیں گے۔

۷) دین بیچ کر دنیا جمع کرین گے۔

۸) قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔

۹) انصاف نایاب ہوجا ئے گا۔

۱۰) جھوٹ سچ بن جائے گا۔

۱۱) لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔

۱۲) ظلم عام ہوجائے گا۔

۱۳) طلاقون کی کثرت ہوگی۔

۱۴) ناگہانی موت عام ہوجائے گی یعنی ایسی موت عام ہوجائے گی جس کا پہلے سے پتہ نہیں ہوگا بلکہ اچانک پتہ چلے گا کہ فلاں شخص ابھی زندہ ٹھیک ٹھاک تھا اور اب مر گیا۔

۱۵) خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔

۱۶) امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا یعنی امانت دار پر تہمت لگائی جائے گی کہ یہ خائن ہے۔

۱۷) جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔

۱۸) سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔

۱۹) تہمت درازی عام ہوجائے گی یعنی لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی تہمتیں لگائیں گے۔

۲۰) بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔

۲۱) لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہت کریں گے یعنی جس طرح لوگ اولاد ہونے کی دوائیں کرتے ہیں اس کے بجائے لوگ یہ دعائیں کریں گے کہ اولاد نہ ہو۔ چناچہ آج دیکھ لیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ہورہی ہے اور یہ نعرہ

لگا رہے ہیں کہ بچے دو ہی اچھے۔

۲۲) کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں گے یعنی کمینے لوگ بڑے عیش وعشرت اور ٹھاٹھ کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

۲۳) شریفوں کے ناک میں دم آجائے گا یعنی شریف لوگ شرافت کو لیکر بیٹھیں گے تو کٹ جائیں گے۔

۲۴) امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے یعنی سربراہ حکومت اور اس کے اعوان رانصار اور وزراء جھوٹ کے عادی بن جائیں گے اور صبح وشام جھوٹ بولیں گے۔

۲۵) امین خیانت کرنے لگیں گے۔

۲۶) سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔

۲۷) عالم اور قاری بدکار ہوں گے یعنی عالم بھی ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کر رہے ہیں مگر بدکار ہیں۔العیاذ باللہ

۲۸) لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔

۲۹) مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔یعنی لوگ جانوروں کی کھالوں سے بنے ہوئے اعلیٰ درجے کے لباس پہنیں گے۔لیکن ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے

۳۰) اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔

۳۱) سونا عام ہوجائے گا۔

۳۲) چاندی کی مانگ ہوگی۔

۳۳) گناہ زیادہ ہوجائیں گے۔

۳۴) امن کم ہوجائے گا۔

۳۵) قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا اور اس پر نقش ونگار بنایا جائے گا۔

۳۶) مسجدوں میں نقش ونگار کیے جائیں گے۔

۳۷) اونچے اونچے مینار بنیں گے۔

۳۸) لیکن دل ویران ہونگے۔

۳۹) شرابیں پی جائیں گی۔

۴۰) شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا۔

۴۱) لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی۔اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے آقا اپنی کنیز کے ساتھ کرتا ہے۔

۴۲) جو لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مذہب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے۔کمینے اور نیچ زات کے لوگ جو نسبی اور اخلاق کے اعتبار سے کمینے اور نیچے درجے کے سمجھے جاتے ہیں وہ سربراہ بن کر حکومت کریں گے۔

۴۳) تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرکت کرے گی جیسے آج کل ہو رہا ہے کہ عورتیں زندگی کے ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

۴۴) مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔

۴۵) عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔یعنی مرد عورتوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔آج دیکھ لیں نئے فیشن نے یہ حال کیا ہے کہ دور سے دیکھو تو پتا لگانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔

۴۶) غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی یعنی قسم تو صرف اللہ کی یا اللہ کی صفت کی اور قرآن کی کھانا جائز ہے۔دوسری چیزوں کی قسم کھانا حرام ہے۔لیکن اس وقت لوگ اور چیزوں کی قسم کھائیں گے مثلاً تیرے سر کی قسم وغیرہ:

۴۷) مسلمان بھی بغیر دیکھے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا۔لفظ ''بھی'' کے زریعہ یہ بتا دیا کہ اور لوگ تو یہ کام کرتے ہیں۔لیکن اس وقت مسلمان بھی جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوجائیں گے۔

۴۸) صرف جان پہچان کے لوگوں کوسلام کیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کہیں سے گزر رہے ہیں تو ان لوگوں کو سلام نہیں کیا جائے گا جن سے جان پہچان نہیں ہے، اگر جان پہچان ہے تو سلام کرلیں گے حالانکہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف ۔جس کو تم جانتے ہو اس کو بھی سلام کرواور جس کوتم نہیں جانتے اس کو بھی سلام کرو۔خاص طور پر اس وقت جب کہ راستے میں اکا دکا آدمی گذر رہے ہوں تو اس وقت سب آنے جانے والوں کو سلام کرنا چاہیے۔لیکن اگر آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہواور سلام کی وجہ سے اپنے کام میں خلل آنے کا اندیشہ ہوتو پھر سلام نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اکا دکا آدمی گزر رہے ہوں گے تب بھی سلام نہیں کریں گے اور سلام کا رواج ختم ہو جائے گا۔

۴۹) غیر دیں کے لیے شرعی علم پڑھا جائے گا۔یعنی شرعی علم دیں کے لیے نہیں، بلکہ دنیا کے لئے پڑھا جائے گا۔العیاذ باللہ۔اور مقصد یہ ہوگا کہ اس کے زریعہ ہمیں ڈگری مل جائے گی ،ملازمت مل جائے گی ۔پیسے مل جائے گی عزت اور شہرت حاصل ہوجائے گی ان مقاد کے لیے دین کا علم پڑھا جائے گا۔

۵۰) آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔

۵۱) مال غنیمت کو زاتی جاگیر سمجھ لیا جائے گا مال غنیمت سے مراد قومی خزانہ ہے یعنی قومی خزانے کو زاتی جاگیر اور زاتی دولت سمجھ کر معاملہ کریں گے۔

۵۲) امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا ۔یعنی اگر کسی نے امانت رکھوادی تو سمجھیں گے کہ یہ لوٹ کا مال حاصل ہو گیا۔

۵۳) زکواۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

۵۴) سب سے رزیل آدمی قوم کا لیڈر اور قائد بن جائے گا یعنی قوم میں جو شخص سب سے زیادہ رزیل اور بدخصلت انسان ہوگا اس کو قوم کے لوگ اپنا قائد اور ہیرو اور

اپنا سربراہ بنالیں گے۔

۵۵) آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔

۵۶) آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔

۵۷) دوست کو نقصان پہچانے سے گریز نہیں کرے گا۔

۵۸) بیوی کی اطاعت کرے گا۔

۵۹) بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔

۶۰) گانے والی عورتوں کی تعظیم وتکریم کی جائے گی ۔یعنی جو عورتیں گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی ہیں ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی اور ان کو بلند مرتبہ دیا جائے گا۔

۶۱) گانے بجانے کے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔

۶۲) سرراہ شرابیں پی جائیں گی۔

۶۳) ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔

۶۴) انصاف بکنے لگے گا یعنی عدالتوں میں انصاف فروخت ہوگا۔ پیسے دے کر اس کو خریدیں گے۔

۶۵) پولیس والوں کی کثرت ہو جائے گی۔

۶۶) قرآن کریم کا نغمہ سرائی کا زریعہ بنالیا جائے گا یعنی موسیقی کے بدلے میں قرآن کی تلاوت کی جائے گی تا کہ اس کے زریعہ ترنم کا حظ اور مزہ حاصل ہو اور قرآن کی دعوت اور اس کو سمجھنے یا اس کے زریعہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لیے تلاوت نہیں کی جائے گی۔

۶۷) درندوں کی کھال استمال کی جائے گی۔

۶۸) امت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے یعنی ان پر تنقید کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کریں گے اور تنقید کرتے ہوئے یہ کہیں گے انہوں نے یہ بات غلط کہی اور یہ غلط طریقہ اختیار کیا۔چناچہ آج بہت بڑی مخلوق صحابہ

اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کر رہی ہیں، بہت سے لوگ ان ائمہ دین کی شان میں حستاخیاں کر رہے ہیں جن کے زریعہ یہ د دین ہم تک پھچنا اوران کو بے وقوف بتارہیں کہ وہ لوگ قرآن وحدیث کونہیں سمجھے، دین کونہیں سمجھے آج ہم نے دین کوصحیح سمجھا ہے۔

٦٩) یاتوتم پرسرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے۔

٧٠) یازلزلے آجائیں۔

٧١) یالوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔

٧٢) آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ تعالی کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔العیاذ باللہ اب آپ ان علامات میں غور کر کے دیکھیں کہ یہ سب علامات ایک ایک کر کے کس طرح ہمارمعاشرے پرصادق رہی ہے اوراس وقت جو عذاب ہم پرمسلط ہے وہ درحقیقت انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

(اصلاحی خطبات جلد ۷ص:۲۱۴۔درمنثورص:۵۲جلد:۱)

پندرہ قسم کی برائیاں امت میں نمودار ہونگی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ امت کومخاطب کرکے فرمایا میری امت میں پندرہ قسم کی برائیاں آئیں گی تو امت کی خیرنہیں اور بلائیں اور آسمانی مصیبتیں اس طرح پے درپے آنا شروع ہوجائیں گی جیسے تسبی کا دھاگا ٹوٹ جانے کی وجہ سے تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے تمام دانے نکل جاتے ہیں اسی طرح تسلسل کے ساتھ بلائیں حوادثات آسمانی آفتیں آنے لگیں گے اسکے متعلق پہلے حدیث شریف ملاخطہ فرمائیے ،اس کے بعداس کے متعلق انشاء اللہ عبرت ناک معلومات سامنے آجائیں گی۔

عن علی بن ابی طالبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذافعلت امتی خمس عشر ة خصلة حل ًبهاالبلاء قيل وماهی يارسول الله قال :(١)اذاكان المغنم دولا (٢)والامانةمغنماً (٣)والزكوٰة مغرماً (٤)واطاع الرجله زوجه (٥)وعق امه (٦)وبر صديقه ' (٧)وجفا اباه (٨)وار تفعت الا صواتُ فی المساجد (٩)وكان زعيم القوم ارزلهمُ (١٠)واكرم الرجل مخافةشره (١١) وغربت الخمور (١٢)ولبس الحرير (١٦) واتخذت القعان ١٤)والمعازف (١٥)ولعن اخرهذه الا مة اولها فليرتقبوا عند ذلک ريحا حمزااوخسفا اومسخا ً(وفی رواية)اوقذقاًوآيات تتابع كنظام بال قطع سلكه فتتابع .

(ترمذی جلد۲صفحہ۴۴الحدیث۱)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو امت پر بلا اور مصیبتیں آپڑیں گی تو پوچھا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ تو فرمایا:

١ جب مال غنیمت کواپنے لیے دولت سمجھا جائے گا۔

٢ لوگوں کی امانت کواپنے لیے غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔

٣ اورزکوۃ کی ادائیگی کوتاوان سمجھ لیا جائے گا۔

٤ اورآدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔

٥ اورآدمی اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔

٦ اورآدمی اپنے دوست کے ساتھ نیکی اوررواداری کا معاملہ کرے گا۔

٧ اوراپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی اورنافرمانی کرے گا۔

٨ اورمسجدوں میں بازار کے شور کی طرح شور مچایا جائے گا۔

٩ اورلوگوں کا نمائندہ اوران کا سربراہ ان میں سب سے گھٹیا کم علم بے عقل اور بے دین ہو۔

۱۰ آدمی کا اعزاز واکرام اس کی شرارت سے بچنے کے لیے کیا جائے گا۔

۱۱ لوگوں میں شراب کی کثرت ہوگی۔

۱۲ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔

۱۳ ناچنے گانے والی رنڈیوں کے ناچ کا شوق ہوگا۔

۱۴ گانے اور بجانے کی چیزیں عام ہوجائیں گی اور اسی کا شوق ہوگا۔

۱۵ اس امت کے آخر کے لوگ گزرے ہوئے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔ جب یہ سب آثار ظاہر ہونگے تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے، پتھروں کی بارش کا انتظار کرو اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس تسلسل کے ساتھ آنے والے ہیں کہ جس طرح ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے تسلسل سے موتی نکل جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف جلد ۲، ص؛۴۴)

ف...... نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق آج یہ علامات آج دنیا میں دن بدن تیزی سے پھیلتی نظر آرہی ہیں جو جو نشانیاں مندرجہ بالا سطور میں گزر چکی ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی آج مسلمانوں کے ہر تیسرے چوتھے گھرانے میں موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا اجتماعی طور پر پریشانیوں اور مشکلات کے گرداب میں پھنسی سسک رہی ہے اور پھر ان گناہوں کے سبب عذابِ الٰہی کے جھٹکے بھی ہمیں نظر آنا شروع ہوگئے ہیں۔ کئی علاقے ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے ہیں جنہیں زلزلوں کے جھٹکوں نے ملیا میٹ کر دیا اور اس عذاب الٰہی کی شدت اتنی تھی کہ ہزاروں گھرانے زمین میں دھنس کر ایسے غائب ہوگئے جیسے یہاں کوئی آبادی تھی ہی نہیں۔ سچ ہے کہ جب بھی انسان احکاماتِ خداوندی سے منہ موڑے گا تو پھر امن وسکون، راحت وآرام اس سے روٹھ جاتے ہیں اور جب اللہ کی ناراضگی کا معاملہ پیدا ہوجائے تو پھر آسمان سے رحمت کی بجائے مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انسانیت کے حقیقی بقا وفلاح اسی میں پوشیدہ ہے کہ انسان اپنے رب کی مان کر چلے۔ جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع

فرمایا ہے ان سے رُک جائے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے اس پر سختی کے ساتھ عمل کرے چاہے اس عمل کی وجہ سے جان چلی جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔ اگر نبی ﷺ کی سنت واحکاماتِ خداوندی کی وجہ سے گھر والے، رشتہ دار، بیوی بچے، والدین جو بھی ناراض ہوں اس کی پرواہ نہ کرے اور صرف اپنے رب کے حکم کو مقدم رکھے۔ تو تب یہ آفات و بلائیں ہم پہ نازل ہونا بند ہو جائیں گی اور ہماری زندگیاں، ہمارے گھرانے پرامن ہو جائیں گے۔ ہم میں سے ہر مسلمان اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو، اپنے عزیز وا قارب کو نبی اکرم ﷺ کے فرامین (جیسا کہ اوپر بھی آپ نے پڑھا ہے) سے آگاہ کیجئے اور انہیں بتائیے کہ ہماری پریشانیاں اور مصیبتیں ختم ہونے کا واحد حل صرف اتباعِ سنت میں ہے۔ پھر انہیں ترغیب دے کر شاہراہِ جہنم کا مسافر بننے سے بچائیے۔ جی ہاں اس ہولناک جہنم کا مسافر جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اے اللہ ہم تیری عذاب کی گرفت سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں کہ ہمیں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرما اور دنیا کی تمام برائیوں سے ہمارا دامن بچا اور ان امور سے ہمیں بچنے کی توفیق نصیب فرما جو جہنم کی طرف دھکیلتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

چھٹا باب

آنے والے فتنوں سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں

قیامت تک ظاہر ہونے والے تمام فتنوں سے متعلق پیشگوئی

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے جیسا کہ وعظ وخطبہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، چنانچہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور وعظ کہا جس کے دوران آپ ﷺ نے ان فتنوں سے آگاہ فرمایا جو چیزیں اس وقت (یعنی زمانہ نبوی) سے لے کر قیامت تک وقوع پذیر ہونے والی تھیں ان سب کو ذکر فرمایا اور ان میں سے کوئی چیز (بیان کرنے سے) نہیں چھوڑی ان باتوں کو یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور جو بھولنے والے تھے وہ بھول گئے (یعنی آپ ﷺ نے جن فتنوں کا ذکر فرمایا ان کو بعض لوگوں نے تو یاد رکھا اور بعض لوگوں نے فراموش کر دیا، حضرت حذیفہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے یہ دوست (یعنی صحابہؓ جو اسوقت بقید حیات ہیں) اس واقعہ سے کہ آپ ﷺ نے اس دن اپنے خطبہ میں قیامت تک ظاہر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا تھا واقف ہیں، لیکن ان میں سے بعض حضرات حضور ﷺ کی بیان فرمودہ ان باتوں کو جانتے ہیں اور بعض حضرات کو وہ باتیں تفصیل کے ساتھ یاد نہیں رہی ہیں کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ نسیان کا طاری ہوجانا انسانی خواص میں سے ہے اور جیسا کہ بیان کیا گیا میں بھی انہیں لوگوں میں سے ہوں جو ان باتوں کو پوری طرح یاد نہیں رکھ سکے ہیں) لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی تھی اور جن باتوں کو میں بھول گیا ہوں اگر ان میں سے کوئی بات پیش آجاتی ہے تو میں اس کو دیکھ کر اپنا حافظہ تازہ کر لیتا ہوں جس طرح کہ جب کسی غائب شخص کا چہرہ نظر

آجاتا ہے تو وہ چہرہ دیکھ کر اس شخص کو پہچان لیا جاتا ہے (یعنی عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص بہت عرصہ تک غائب رہتا ہے تو اس کی شخصیت ذہن سے اوجھل ؛ ہوجاتی ہے اور وہ تشخص کے ساتھ پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح میرا معاملہ بھی یہ ہے کہ اس دن حضور ﷺ نے جو باتیں پیش گوئی فرمائی تھیں وہ تفصیلی طور پر میرے ذہن میں نہیں رہی ہیں لیکن جب ان باتوں میں سے کوئی بات پیش آجاتی ہیں اور حضور ﷺ نے جن چیزوں کی خبر دی تھی ان میں سے کوئی چیز وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کو دیکھ کر میں فوراً پہچان لیتا ہوں یہ وہی بات ہے جس کی خبر حضور ﷺ نے دی تھی‘‘۔

(بخاری ومسلم)

قلب انسانی پر فتنوں کی یلغار

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ’’لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں (یعنی جس طرح چٹائی میں تنکے ایک کے پیچھے ایک لگائے جاتے ہیں اسی طرح سے دلوں پر ایک کے بعد ایک فتنے ڈالے جائیں گے) پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا پس انسان (ان فتنوں کے پیش آنے اور ان کے دلوں پر ان فتنوں کی تاثیر وعدم تاثیر کے اعتبار سے) دو قسموں میں بٹ جائیں گے (یا یہ کہ انسان کے دل ان مذکورہ اعتبار کے مطابق دو قسم کے ہوجائیں گے) ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے (کہ جس پر کوئی چیز اثر نہیں ہوتی واضح رہے کہ اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے بلکہ سختی اور قوت کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا ہے (چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مضرت رساں نہیں ہوگا جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں (یعنی اس دل کی یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ

کے رنگ جیسا سیاہ دل ،اوندھے برتن کی مانند (کہ اس میں جو کچھ بھی ہوگر پڑے، مطلب یہ کہ اس طرح کا دل راکھ کی مانند سیاہ اوراوندھے برتن کی طرح ایمان ومعرفت کے نور سے خالی ہوگا) چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک واچھے اورمشروع کاموں کو پہچانے گا اورنہ برے کاموں کو براجانے گا، وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جوازقسم خواہشات اس میں رچ بس گئی ہے اورجس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے، (یعنی وہ طبعی طور پر نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا اوراچھی وبری کا امتیاز کئے بغیر ہر اس چیز کے پیچھے بھاگے گا جو اس کے نفس کو مرغوب ہوگی۔'' (مسلم)

تشریح...... ''فتنوں'' سے مراد بلا وآفات اوروہ چیزیں ہیں جو انسان کے ذہن وفکر اورقلب وجسم کو تعب وتکلیف اوررنج ونقصان میں مبتلا کردیتی ہیں لیکن بعض حضرات نے ''فتنوں'' کی مراد، فاسد وگمراہ نظریات، باطل افکار اورنفسانی شہوات وخواہشات کو قرار دیا ہے۔

لفظ ''عودا'' تین طرح سے نقل کیا گیا ہے، ایک روایت میں عین کے پیش اوردال مہملہ کے ساتھ ہے اورجیسا کہ دوسری روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے یہی زیادہ مشہور ہے اس صورت میں حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ دلوں میں فتنے اس طرح ایک کے بعد ایک آئیں گے جیسا کہ چٹائی بنتے وقت تنکے ایک کے بعد ایک داخل کئے جاتے ہیں، اس تشبیہ سے مراد دلوں پر فتنوں کا اس طرح پیش آنا ہے جس طرح چٹائی بننے والے کے سامنے تنکے یکے بعد دیگرے پیش ہوتے رہتے ہیں اوربعض حضرات کہتے ہیں کہ اس تشبیہ سے یہ مراد ہے کہ وہ فتنے دل پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں، دوسری روایات میں یہ لفظ عین کے زیر اوردال کے ساتھ (یعنی عودا) ہے اس صورت میں یہ لفظ ان فتنوں سے خدا کی پناہ طلب کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ کسی گفتگو وکلام کے دوران کفر ومعصیت کے ذکر کے بعد **نعوذ باللہ یا معاذاللہ** کہا جاتا ہے، تیسری روایت میں یہ لفظ عین کے زیر اوردال مہملہ

کے ساتھ (عودا) ہے اوراس سے مراد عود وتکرار ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ فتنے دل پر بار بار واقع ہوں گے، واضح رہے کہ پہلی روایت میں تو یہ لفظ منصوب اورمرفوع دونوں طرح نقل کیا گیا ہے اوردوسری وتیسری روایت میں صرف منصوب منقول ہے۔

''**اشربھا**'' میں لفظ مشرب صیغہ مجہول کے ساتھ ہے، کہا جاتا ہے **اشرب فلان حب فلان** یعنی فلاں شخص کے دل میں فلاں شخص کی محبت رچ گئی ہے، یا فلاں شخص کے دل میں فلاں شخص کی محبت کا فتنہ بیٹھ گیا ہے، یا فلاں شخص کے دل پر فلاں شخص کی محبت کا رنگ چڑھ گیا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر کوئی رنگ چڑھ جاتا ہے، چونکہ ''شرب'' کے اصل معنی پینے کے ہیں اس لئے کپڑے پر رنگ چڑھنے کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ گویا وہ کپڑا اس رنگ کو پیتا ہے اوراس میں رنگ جاتا ہے پس ''جو دل ان فتنوں کو قبول کرلے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کجی ہوگی اورجس کا میلان ورجحان برائی کی طرف ہوگا اس میں وہ فتنے رچ بس جائیں گے اورگویا وہ دل ان فتنوں کو اس طرح قبول کرلے گا جس طرح کوئی سفید کپڑا کسی بھی رنگ کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔

''نکتۃ'' اصل میں داغ کو کہتے ہیں اوراس نشان کے معنی میں آتا ہے جو لکڑی وغیرہ کے کریدنے اورچھونے سے زمین پر پیدا ہوجاتا ہے نیز ''نکتۃ'' کا لفظ ''نقطہ'' کے معنی میں بھی آجاتا ہے اورخاص طور سے اس نقطہ (دھبہ) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو مخالف رنگ کی چیز میں ہو جیسے سفید چیز میں سیاہ نقطہ اورسیاہ چیز میں سفید نقطہ۔

حتی تصیر علی قلبین میں لفظ ''تصیر'' حرف ت کے ساتھ بھی ہے اورحرف ی کے ساتھ بھی، اگر یہ لفظ ی کے ساتھ یعنی ''یصیر'' پڑھا جائے تو اس صورت میں اس کی ضمیر انسان کی طرف راجع ہوگی جیسا کہ سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے اوراگر

اس لفظ کوت کے ساتھ تصغیر پڑھا جائے تو اس کی ضمیر قلوب کی طرف راجع ہوگی جو صریحاً مذکور بھی ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

جب امانت دلوں سے نکل جائے گی

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہم سے امانت کے بارے میں اور فتنے کے زمانہ کے حوادث کے سلسلہ میں دو حدیثیں یعنی دو باتیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک تو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں یعنی حضور نے پہلی بات جو یہ فرمائی تھی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی ہے اس کو تو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری بات یعنی امانت کے اٹھ جانے کے مصداق کا منتظر ہوں چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ۔ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی پھر انہوں نے اس امانت کے نور سے قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا'' اس کے بعد آپ نے امانت کے اٹھ جانے یعنی ایمان کے ثمرات و برکات کے اٹھ جانے اور اس میں نقص آجانے کی حدیث بیان کی، چنانچہ فرمایا۔ آدمی حسب معمول سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی یعنی اس کے ایمان کے بعض ثمرات و انوار ناقص و کم ہو جائیں گے پس امانت کا اثر یعنی نشان (جو ایمان کا ثمرہ ہے) وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا (حاصل یہ ہے کہ ایمان کا نور دھندلا اور اس کا ثمرہ ناقص ہو جائے گا) پر جب وہ دوبارہ سوئے گا اور زیادہ غفلت طاری ہوگی، تو اس کی امانت کا وہ حصہ بھی ناقص کر دیا جائے گا اور نکال لیا جائے گا جو باقی رہ گیا تھا پس (اس کے دل میں) ایک محل یعنی آبلہ جیسا نشان رہ جائے گا جیسا کہ تم آگ کی چنگاری کو اپنے پاؤں پر ڈال دو اور اس سے آبلہ پڑ جائے جو بظاہر پھولا اور اٹھا ہوا ہوگا لیکن اس کے اندر (خراب اور گندے پانی کے علاوہ) کچھ نہیں ہوگا، پھر (اس صورت حال کے بعد) لوگ صبح کو اٹھیں گے تو حسب معمول آپس میں خرید و فروخت کریں گے اور ان

میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو امانت کو ادا کرے (یعنی شریعت کے حقوق ادا کرنے والا فرائض و واجبات کی تکمیل کرنے والا اور لوگوں کے حق میں کوئی خیانت و بد دیانتی نہ کرنے والا کہیں دور دور بھی نظر نہیں آئے گا) یہاں تک کہ (امانت و دیانت میں کمی آجانے کے سبب یہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ (یا فلاں شہر و آبادی) میں (لوگوں کی کثرت کے باوجود) بس ایک شخص ہے جو امانت دار یعنی کامل الایمان ہے ۔اور زبردست سیاسی مہارت و چالاکی اور دنیاوی شان و شوکت کا حامل ہوگا) یا کہا جائے گا کہ وہ (اپنے دنیاوی کاروبار اور معاملات میں) کس قدر عقلمند و ہوشیار، کس قدر خوبصورت ودانا، خوشگوار اور زبان آور ہے اور کس قدر چست و چالاک ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔''

(بخاری و مسلم)

تشریح...... ''امانت'' سے مراد یا تو اس کے مشہور معنی ہیں یعنی کسی کے حق میں یا کسی کی ملکیت میں خیانت نہ کرنا یا وہ تمام شرعی ذمہ داریاں مراد ہیں جو ہر شخص پر عائد ہیں یعنی تمام اسلامی احکام و تعلیمات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور ''امانت'' کے یہ وہ معنی ہیں جو قرآن کریم کی اس آیت ﴿انا عرضنا الامانة علی السموات والارض ......الخ﴾ میں مذکور ہیں۔ تاہم ان دونوں معنی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے اس لئے زیادہ وضاحت کے لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں ''امانت'' سے مراد ''ایمان'' ہے جیسا کہ خود حدیث کے آخری الفظ **و مافی قلبه مثقال حبه من خردل من ایمان** سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، اسی طرح حدیث کے اس جملہ **و لا یکاد احد یودی الامانة** میں ''امانت' کا جو لفظ ہے وہ بھی مذکورہ وضاحت پر مبنی، پس حضور ﷺ نے جو دو حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و فلاح کے لئے ایمان و امانت کو نازل فرمایا اور اس کا مورد قلب انسانی کو قرار دیا کہ پہلے ایمان کا نور اور جو ہر انسان کے دل میں

اترا اور راسخ و مستحکم ہوا جس نے کتاب ہدایت قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ پر عمل آوری کے راستہ کو منور کیا، چنانچہ انسان نے اسی نور ایمان کے سبب ان لافانی تعلیمات اور احکام و مسائل کو جانا اور سمجھا جو کتاب اللہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور وہ احکام و مسائل خواہ فرض و واجب اور مسنون و مباح ہوں یا حرام و مکروہ اور پھر اسی نور نے سنت نبی کی حقیقت و صداقت کو واشگاف کیا کہ زبان رسالت اور معمولات نبوی نے کتاب اللہ کی تعلیمات اور منشاء حق کی وضاحت و تفسیر بیان فرمائی اس کو بلا چون و چرا قبول کر کے عمل کی راہ کو استوار کیا گیا، یہاں یہ بات واضح ہوئی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت کا پیدا کیا جانا اور اس کے ذریعہ انسانیت عامہ کو نوازنے اور فلاح پہنچانے کا ارادہ فرمانا کتاب اللہ کو نازل کرنے اور رسولوں کو مبعوث کرنے سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت کو پیدا کیا اور یہ ارادہ فرمایا کہ اپنے بندوں کو اس نور ہدایت کے ذریعہ سعادت و بھلائی کے بلند مقام پر پہنچانا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی کتاب کو دنیا میں نازل فرمایا اور اپنے پیغمبر اور رسول مبعوث فرمائے، پس نسل انسانی سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عنایت و ہدایت کا مورد و محل بننا نصیب ہوا اور جن میں اس نور ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق و استعداد ودیعت ہوئی وہی خوش بخت کتاب و سنت سے بہرہ مند ہوتے ہیں، اس موقع پر ایک نکتہ اور بھی بیان کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ، پھر انہوں نے قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا، اس کے ذریعہ ایمان و امانت کے مرتبہ کی شان و حیثیت اور اس کی عظمت کو بیان کرنا بھی مقصود ہے کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت یعنی ایمان کو نازل فرمایا اور قلوب انسانی میں اس کو ودیعت و راسخ فرما دیا تھا مگر پھر کتاب اللہ کے نازل کرنے اور اپنے پیغمبر و رسول کو مبعوث کرنے کے ذریعہ بھی اس کو موکد و مؤید کیا، بہر حال یہ وہ پہلی حدیث ہے جو حضور ﷺ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمائی۔

اور حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی

لیا ہے بایں طور کہ حضور ﷺ کے زمانہ اور رفاقت حضوری میں صحابہ کرام اس ارشاد گرامی کے عین مصداق تھے اور دوسری حدیث کہ جس میں حضور ﷺ نے امانت کے کم ہو جانے اور اٹھ جانے کا ذکر فرمایا وہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ کے بعد کے لوگوں پر صادق آئی۔

’’آدمی (حسب معمول) سوئے گا......الخ سے مراد یا تو حقیقۃً سونا ہے یا یہ جملہ اس کی غفلت و کوتاہی میں پڑ جانے سے کنایہ ہے یعنی یاد الٰہی سے غافل آیات الٰہی سے بے خبر، قرآن مجید میں تدبر و تفکر سے بے پرواہ اور اتباع سنت میں کوتاہ ہو جانا۔ یہ دوسری مراد زیادہ واضح ہے کیونکہ ماقبل جملہ ثم السنۃ (اور پھر انہوں نے سنت کو جانا) کا مخالف مفہوم اسی مراد کا متقاضی ہے۔

’’**فیظل اثرہ مثل اثر الوکت**‘‘ امانت کا اثر یعنی نشان وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا پہلے یہ جاننا چاہئے کہ کسی چیز کا اثر وہ نشان کہلاتا ہے جو اس چیز کی علامت کے طور پر نمودار ہے اور اس چیز کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کی صورت میں باقی رہے اور ’’وکت‘‘، عکسی چیز کے اس دھبہ کو کہتے ہیں جو اس چیز کے مخالف رنگ کی صورت میں نمودار ہو جائے جیسے کسی سفید چیز میں سیاہ نقطہ کا نمودار ہونا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ’’وکت‘‘ اصل میں اس سفید نقطہ نشان کو کہتے ہیں جو آنکھ کی سیاہی میں پیدا ہو جائے، حدیث کے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ دین و شریعت کی طرف سے غافل ہو جانے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے دل میں (ایمان) کا نور کم ہو جائے گا اور وہ (غافل ہو جانے والا) جب اس صورت حال سے آگاہ ہوگا اور اپنے دل کی حالت و کیفیت میں غور و فکر کرے گا تو یہ محسوس کرے گا کہ اس میں ایک نقطہ کی مقدار کے علاوہ نور امانت میں سے اور کچھ باقی نہیں رہا، پھر جب وہ دوبارہ سو جائے گا، کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دین و شریعت سے غفلت کی نیند اور طاری ہو جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب زیادہ بڑھ جائے گا دل میں سے نور ایمان کا بقیہ حصہ

بھی نکل جائے گا اور وہاں صرف مجل کے نشان کی طرح کی صورت میں رہ جائے گا
واضح رہے کہ ''مجل'' کے معنی ہیں آبلہ پڑ جانا اور کام کرتے کرتے ہاتھ کی جو کھال سخت
ہوجاتی ہے اور جس کو گھٹا بھی کہتے ہیں اس پر بھی مجل کا اطلاق ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح
انسان کے جسم کے کسی حصہ پر آبلہ پڑ جاتا ہے وہ اگر چہ اوپر سے ابھرا نظر آتا ہے لیکن
حقیقت میں اس کے اندر خراب اور گندے پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اسی طرح جس
شخص کے دل میں امانت کا وہ باقی اثر ونشان بھی نکال لیا جائے گا، تو اگر چہ وہ بظاہر
بالکل صالح وکار آمد نظر آئے گا لیکن حقیقت میں اس کے اندر سعادت وبھلائی
اوراخروی زندگی کو فائدہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہوگی، مذکورہ وضاحت سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ وکت اور مجل نورامانت کے اس حصہ کی تمثیل ہے جو دل میں باقی رہ جاتا ہے
گویا ان دونوں چیزوں کی مثال کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس دور
میں اسلام کے نام لیواؤں میں ایمان ودین کی اس کمزوری کے باوجود ان کے دل میں
ایمان وامانت کا نور کسی نہ کسی حد تک ضرور باقی رہے گا خواہ وہ وکت اور مجل کے نشان
کی طرح ہی کیوں نہ ہو لیکن اس وضاحت پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مجل کا
نشان وکت کے نشان سے زیادہ گہرا ہوتا ہے، لہٰذا کلام کے اسلوب کا تقاضا تو یہ تھا کہ
پہلے مجل کے نشان کا ذکر کیا جاتا اور اس کے بعد وکت کے نشان کا ذکر ہوتا کیونکہ بعد
کے درجہ کا نشان پہلے درجہ کے نشان سے کمتر اور ہلکا ہونا چاہئے۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ''وکت'' اگر چہ ایک بہت قلیل نشان ہوتا ہے مگر
وہ ''مجل'' سے کمتر حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ ''مجل'' ایک خالی اور بالکل بیکار ہونے کی
وجہ سے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا، لیکن یہ جواب زیادہ مضبوط نہیں ہے۔

ایک شارح نے اس بحث پر ایک دوسرے انداز سے روشنی ڈالی ہے ان کے
منقولات کے مطابق اس دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن اہل ایمان کے قوائے
فکر وعمل پر غفلت وبے حسی طاری ہوجائے گی اور گناہوں کے ارتکاب کی صورت میں

دین شریعت کے ساتھ ان کا تعلق نہایت کمزور پڑ جائے گا، ان کے دلوں سے ''امانت''
جاتی رہے گی چنانچہ جب اس کا ایک حصہ زائل ہوجائے گا تو ان کے دلوں میں سے اس
کا نور بھی زائل ہوجائے گا اور اس کی جگہ ''وکت'' کی طرح ظلمت وتاریکی
پیدا ہوجائے گی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی چیز میں اس کا مخالف رنگ نمودار
ہوجائے (مثلاً سفید چیز میں سفید رنگ کا نمودار ہوجانا) اور جب دین وشریعت کے
تئیں غفلت وکوتاہی اور بڑھ جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب پہلے سے بھی زیادہ
ہوجائے گا تو نورامانت کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس میں سے کچھ اور زائل ہوجائے گا
اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے جسم کے کسی حصہ پر مجل (یعنی آبلہ یا گٹھے کا نشان) اتنا
گہرا اور اس قدر سخت ہوتا ہے کہ جلد زائل نہیں ہوتا، پس دوسری مرتبہ دل میں جو تاریکی
پیدا ہوگی وہ پہلی مرتبہ پیدا ہونے والی تاریکی سے زیادہ پھیلی ہوئی اور گہری
ہوگی، مذکورہ صورت حال کو اس مثال کے ذریعہ بیان فرمانے کے بعد پھر یہ فرمایا کہ
قلب انسانی میں ایمان وامانت کے نور کا پیدا ہونا اور پھر نکل جانا یا دلوں میں اس نور کا
جگہ پکڑنا اور پھر اس کے زائل ہوجانے کے بعد تاریکی کا آجانا ایسی تشبیہ رکھتا ہے جیسا
کہ کوئی آگ کا انگارہ لے کر اس کو اپنے پیر پر ڈال لے اور انگارہ پیر کو جلا کر زائل
ہوجائے اور پھر جلی ہوئی جگہ پر آبلہ پڑ جائے۔

ایک اور شارح نے یہ لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
لوگوں کے دلوں میں امانت کا نور پیدا کیا تاکہ وہ اس کی روشنی میں فلاح کے راستہ پر
چلیں اور دین وشریعت کے پیروکار بنیں، لیکن جب وہ لوگ اس نعمت سے بے پرواہ
ہوجائیں گے دین وشریعت کے تئیں غفلت وکوتاہی میں پڑ جائیں گے اور گناہوں کا
ارتکاب کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان لوگوں سے یہ نعمت واپس لے لے
گا، بایں طور کے ان کے دل میں سے امانت نکل جائے گی یہاں تک جب وہ خواب
غفلت سے بیدار ہوں گے تو محسوس کریں گے کہ ان کے قلب کی وہ حالت نہیں ہے جو

امانت کی موجودگی میں پہلے تھی، البتہ ان کے دلوں میں اس امانت کا نشان باقی رہے گا جو کبھی وکت کی طرح ہوگا اور کبھی مجل کی طرح ہوگا، پس ''مجل'' اگرچہ مصدر ہے لیکن یہاں اس سے مراد نفس آبلہ ہے اور یہ (یعنی مجل) پہلے مرتبہ (یعنی وکت) سے کمتر درجہ ہے، کیونکہ ''وکت'' کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگرچہ امانت دل میں سے نکل جائے گی مگر نشان کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ باقی رہے گا۔

حدیث کے آخری الفاظ......حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، دونوں احتمال رکھتے ہیں یا تو اصل ایمان کی نفی مراد ہے، یعنی اس شخص کے سرے سے ایمان کا وجود ہی نہیں ہوگا، یا کمال ایمان کی نفی مراد ہے کہ ارشاد گرامی کے اس جزو کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اس شخص کی عقل ودانائی کی زیادتی، اور چالاکی اور مہارت وغیرہ کی تعریف کریں گے اور اس کے تئیں تعجب تحسین کا اظہار کریں گے لیکن کسی ایسے شخص کی تعریف وتوصیف نہیں کریں گے جس میں بہت زیادہ علم وفضل ہوگا اور جو عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز ایمان اور پاکیزگی فکر وعمل ہے، اگر کسی شخص میں ایمان وپاکیزگی کی دولت نہ ہو تو خواہ وہ دنیا بھر کی تمام نعمتوں، کامرانیوں اور خوبیوں کا حامل ہو اس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی اگرچہ دنیا والے اس کی کتنی ہی تعریف وتحسین کریں اور اس کی ان خوبیوں وکامرانیوں کی وجہ سے اس کو کتنا ہی برتر وبہتر جانیں، لہٰذا تعریف وتحسین اسی شخص کے حق میں معتبر ہوگی جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہو۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

جب فتنوں کا ظہور ہو تو گوشہ عافیت تلاش کرو

حضرت ابوحذیفہؓ کہتے ہیں کہ لوگ تو اکثر رسول کریم ﷺ سے خیر ونیکی اور بھلائی کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر وبرائی کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں میں کس فتنہ میں مبتلا نہ ہوجاؤں،

یعنی دوسرے صحابہؓ تو عبادت وطاعت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل اور اچھے کام کرسکیں یا یہ کہ وہ لوگ آپ ﷺ سے اپنے رزق میں وسعت اور خوشحالی کی دعا کرتے تھے تاکہ انہیں اطمینان وراحت حاصل ہو اور اپنی دنیا کو آخرت کی فلاح وکامیابی کا ذریعہ بنا سکیں لیکن ان کے برخلاف میرا معمول دوسرا تھا، میں حضور ﷺ سے گناہ اور برائیوں کے بارے میں پوچھا کرتا تھا کہ ان سے اجتناب کرسکوں یا یہ کہ ان فتنوں کے بارے میں پوچھتا تھا کہ جو اس دنیا میں ظہور پذیر ہوسکتے ہیں اور جو نہ صرف اخروی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ان کے برے اثرات دنیاوی خوشحالی اور رزق کی وسعت پر بھی پڑتے ہیں اور پوچھنے کی بناء یہ خوف ہوتا تھا کہ کہیں میں ان فتنوں میں مبتلا نہ ہوجاؤں یا ان کے برے اثرات واسباب مجھ تک نہ پہنچ جائیں چنانچہ اہل علم سے برائیوں کی واقفیت حاصل کرکے ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا ایک بہترین طریق ہے، اسی لئے حکماء اور اطباء بلکہ بعض فضلاء نے اس طریق کو بطور اصول اختیار کیا ہے کہ ازالہ مرض کے سلسلہ میں پرہیز کو ملحوظ رکھنا، دوا استعمال کرنے سے زیادہ بہتر ہے نیز کلمہ توحید میں بھی اسی اصول کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے ماسوا اللہ کی نفی کی گئی ہے اس کے بعد الوہیت کو ثابت کیا گیا) حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ (اپنی مذکورہ عادت کے مطابق ایک دن) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگ (اسلام) سے قبل جاہلیت اور برائی میں مبتلا تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے صدقہ میں ہمیں یہ ہدایت وبھلائی یعنی اسلام کی روشنی عطا فرمائی جس کی وجہ سے کفر وضلالت کے اندھیرے دور ہوگئے اور ہم گمراہیوں اور برائیوں کے جال سے باہر آگئے، تو کیا اس ہدایت وبھلائی کے بعد کوئی اور برائی وبدی پیش آنے والی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں اس بھلائی کے بعد بھی برائی پیش آنے والی ہے'' میں نے عرض کیا تو کیا اس برائی کے بعد پھر ہدایت وبھلائی کا ظہور ہوگا کہ جس کی وجہ سے دین وشریعت کا پھر بول بالا ہوجائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس برائی کے

بعد پھر بھلائی کا ظہور ہوگا لیکن اس برائی کے بعد جو بھلائی آئے گی اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ اس بھلائی کی کدورت کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے کدورت کی جو بات کہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے طریقہ اور میری روش کے خلاف طریقہ وروش اختیار کریں گے لوگوں کو میرے بتائے ہوئے راستہ کے خلاف راستہ پر چلائیں گے۔ اور میری سیرت اور میرے کردار کے خلاف سیرت وکردار اپنائیں گے، تم ان میں دین دار بھی دیکھو گے اور بے دین بھی۔ میں نے عرض کیا کیا اس بھلائی کے بعد پھر کوئی برائی پیش آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر مخلوق کو اپنی طرف بلائیں گے، جو شخص ان کے بلاوے کو قبول کر کے دوزخ کی طرف جانا چاہے گا اس کو وہ دوزخ میں دھکیل دیں گے، یعنی جو شخص ان کے بہکاوے میں آ کر ان گمراہیوں میں مبتلا ہوگا جو دوزخ کے عذاب کا مستوجب بناتی ہیں تو وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا'' حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''وہ ہماری قوم یا ہمارے ابناء جنس اور ہماری ملت کے لوگوں میں سے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے، یعنی وہ لوگ عربی زبان رکھنے والے ہوں گے یا یہ مراد ہے کہ ان کی گفتگو قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین اور پند ونصائح سے آراستہ ہوگی اور بظاہر ان کی زبان پر دین ومذہب کی باتیں ہوں گی مگر ان کے دل نیکی وبھلائی سے خالی ہوں گے، میں نے عرض کیا کہ تو پھر میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ یعنی اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے، مسلمانوں کی جماعت کو لازم جاننا اور ان کے امیر کی اطاعت کرنا یعنی اہل سنت کے راستہ کو اختیار کرنا اور اہل سنت کا جو امام مقتدا ہو اس کی اطاعت ورعایت ملحوظ رکھنا، میں نے عرض کیا کہ اور اگر مسلمانوں کی کوئی (مسلمہ) جماعت ہی نہ ہو؟ اور نہ ان کا کوئی (متفقہ) امیر ومقتداء ہو بلکہ مسلمان مختلف جماعتوں میں منقسم ہو اور الگ

الگ مقتداؤں کے پیچھے چلتے ہوں تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایسی صورت میں تمہیں ان سب فرقوں اور جماعتوں سے صرف نظر کر کے یکسوئی اختیار کر لینی چاہئے، اگر چہ اس یکسوئی کے لئے تمہیں کسی درخت کی جڑ میں پناہ کیوں نہ لینی پڑے، جنگلوں میں چھپنا کیوں نہ پڑے اور اس کی وجہ سے سخت مصائب وشدائد برداشت کیوں نہ کرنا پڑیں اور ان جنگلوں میں گھاس پھوس کھانے پر قناعت تک کی نوبت کیوں نہ آجائے یہاں تک اسی یکسوئی کی حالت میں موت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے۔ (مسلم وبخاری)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے بعد ایسے امام یعنی امیر وبادشاہ اور قائد رہنما ہوں گے جو عقیدہ وفکر اور علم کے اعتبار سے میری سیدھی راہ پر نہیں چلیں گے اور کردار وعمل کے اعتبار سے میری روش اور میرا طریقہ نہیں اپنائیں گے یا یہ معنی ہیں کہ وہ کتاب وسنت پر عمل نہیں کریں گے اور اس زمانہ میں ایسے بھی پیدا ہوں گے جو روپ اور بدن تو آدمیوں جیسا رکھیں گے لیکن ان کے دل شیطانوں کے سے ہوں گے یعنی وہ لوگ فسق وگمراہی، شقاوت وسخت دلی، شکوک وشبہات پیدا کرنے، فریب دینے عقل کے نکمے ہونے اور فاسد خواہشات رکھنے میں انسانیت کی ساری حدوں کو پار کر جائیں گے اور اس اعتبار سے ان کی شکل وصورت آدمیوں جیسی ہونے کے باوجود ان کی سیرت اور ان کا باطن شیطان کی طرح ہوگا۔'' حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ۔ یا رسول اللہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ''مسلمانوں کا امیر اور مقتدا جو کچھ کہے اس کی سننا اور امیر کی اطاعت کرنا، بشرطیکہ اس اطاعت کا تعلق کسی معصیت سے نہ ہو اگر چہ تمہاری پشت پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے تب بھی سننا اور اطاعت کرنا۔

تشریح......لفظ ''شر'' سے مراد فتنہ، ارکان اسلام میں سستی وکوتاہی واقع ہو جانا،

برائی کا غلبہ پالینا، اور بدعت کا پھیلنا ہے اور ''خیر'' سے مراد اس کے برعکس معنی ہیں۔

''ہم لوگ جاہلیت اور برائی میں مبتلا تھے۔'' کے ذریعہ حضرت حذیفہؓ نے بعثت نبوی سے قبل کے زمانہ کی طرف اشارہ کیا جب توحید کا آفتاب جہالت کے بادلوں میں چھپا ہوا تھا، نبوت ورسالت کی روشنی نمودار نہیں ہوئی تھی، اور احکام خداوندی پر عمل آوری کا راستہ نظروں سے اوجھل تھا۔

''دخن'' جس کا ترجمہ ''کدورت'' کیا گیا ہے، دخان (دھواں) کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح فضا میں پھیلا ہوا دھواں صاف وشفاف چیزوں کو مکدر اور دھندلا بنا دیتا ہے اسی طرح اس وقت جو بھلائی سامنے آئے گی وہ بدی اور برائی کے گرد وغبار سے آلودہ ہوگی، بایں طور کہ لوگوں کے دلوں میں صفائی اور خلوص نہیں ہوگا جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھا، اور عقیدے صحیح اور اعمال صالح نہیں ہوں گے، امراء وسلاطین کا نظم مملکت اس عدل وانصاف ؛ پر مبنی نہیں ہوگا جو پہلے زمانہ میں پایا جاتا تھا مسلمانوں کے قائد ورہنما مخلص، بے غرض اور دین وملت کے سچے خادم نہیں ہوں گے، برائیوں کا ظہور ہوگا، بدعتیں پیدا ہوں گی بدکار لوگ نیکوکاروں کے ساتھ اہل بدعت اہل سنت کے ساتھ خلط ملط رہیں گے۔

''تم ان میں دیندار بھی دیکھو گے اور بے دین بھی'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بھلائی اور برائی دونوں کے ساتھ خلط ملط رکھنے کی وجہ سے متضاد اور مختلف (اعمال وکردار اور طور طریقوں کے حامل ہوں گے؟ ان کی زندگی میں منکر (یعنی بری باتوں کا چلن بھی ہوگا اور معروف (یعنی اچھے کاموں) کا عمل دخل بھی ہوگا۔

بعض حضرات نے وضاحت کی ہے کہ اس ارشاد گرامی میں اسلام وہدایت کی روشنی کے بعد پیش آنے والی جس پہلی برائی کی یا فتنہ کی طرف اشارہ گیا ہے اس سے وہ فتنہ وفساد مراد ہے جو حضرات عثمان غنیؓ کے سانحہ شہادت کے وقت رونما ہوا اور پھر پیش آنے والی دوسری بھلائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت عمر ابن

عبدالعزیزؒ کا زمانہ خلافت ہے، نیز منھم وتنکر یعنی تم ان میں دیندار بھی دیکھو گے اور بے دین بھی'' میں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سے وہ امراء وسلاطین مراد ہیں جو حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے بعد حکمراں ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے حکمران گزرے جو اپنی ذاتی زندگی میں بھی اور اپنے نظام سلطنت میں بھی کتاب وسنت کی ہدایت کو رہنما بناتے تھے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ یا یہ کہ ان میں سے بعض ایسے تھے جو کبھی تو اچھے کام کرتے تھے اور کبھی خواہشات نفسانی میں پڑ کر برے کام کرتے تھے، اس وقت ان کے سامنے آخرت کا مفاد اور دار آخرت کے لئے تیاری کا جذبہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ ان کا اصل مفاد اپنی ذاتی اغراض کو پورا کرنا اور ہر صورت اپنے اقتدار اور اپنی حکمرانی کو باقی رکھنا ہوتا تھا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ پہلی برائی سے مراد وہ فتنہ وفساد ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی صورت میں اور ان کے بعد رونما ہوا، اور دوسری بھلائی سے مراد وہ صلح صفائی ہے جو حضرت امیر معاویہ اور حضرت حسنؓ کے درمیان ہوئی اور خدن یعنی کدورت سے مراد وہ افسوسناک واقعات، حادثات ہیں جو حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بعض امراء کے ذریعہ رونما ہوئے جیسے عراق میں زیاد کا فتنہ وفساد۔

جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوکر بلائیں گے'' یعنی ان مفاد پرست خود غرض اور گمراہ افراد کا ایک گروہ ہوگا جو لوگوں کو طرح طرح کے فریب اور مختلف لالچ اور بہلاوؤں کے ذریعہ گمراہی کی طرف بلائیں گے اور ان کو ہدایت وراستی سے دور رکھیں گے۔ پس حضور ﷺ نے گمراہی کی دعوت دینے والوں کی دعوت کو اور جن کو دعوت دی جائے گی ان کی طرف سے ان کی دعوت کو قبول کئے جانے کو ایک ایسا سبب قرار دیا ہے جس کے ذریعہ دعوت دینے والے، دعوت قبول کرنے والوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے اس طرح وہ لوگ ان کی مکروفریب دعوت کا شکار ہوکر جہنم میں پہلے جائیں گے، نیز آپ ﷺ نے گویا مکروفریب کی تمام اقسام اور تمام صورتوں کو جہنم کے

دروازوں کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہاں جن افراد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو گمراہی کی طرف بلائیں گے، ان سے وہ جاہ پسند اور حکومت واقتدار کے طلبگار مراد ہیں جو ملک وقوم پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے گروہ بنائیں گے اور عام لوگوں کو طرح طرح کے فریب دے کر اپنے گرد جمع کریں گے تاکہ ان کی اجتماعی طاقت کے ذریعہ ملی سیادت اور ملک وحکومت پر قبضہ کر سکیں، جیسا کہ خوارج اور روافض جیسے گمراہ فرقے اس ناپاک مقصد کے لئے پیدا ہوئے حالانکہ امارت وسیادت اور امانت وولایت کی کوئی بھی شرط وخصوصیت ان میں موجود نہیں پائی جائے گی، ایک بات یہ بھی قابل وضاحت ہے کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوکر لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے۔ تو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہونا، مآل کار کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے، یعنی گمراہی کی طرف ان لوگوں کو بلانے کا مآل کار چونکہ یہ ہوگا کہ جو لوگ ان کے بلانے پر ان کی طرف چلے جائیں گے وہ دوزخ کے عذاب کے مستوجب بنیں گے، اس لئے گمراہی کی طرف ان کے بلانے کو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوکر بلانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس یہ ارشاد گرامی اسلوب کے اعتبار سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرح ہے کہ **ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا.**

مسلم کی روایت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں مسلمانوں کا باقاعدہ نظم وسلطنت قائم ہے اور مسلمانوں کا امیر وامام موجود ہے گو وہاں کے سیاسی حالات میں تمہارے لئے کتنی ہی تنگی وسختی کیوں نہ ہو اور اس امیر وامام کی طرف سے تمہارے مال اور تمہاری جان کے تئیں ظلم ہی کیوں نہ ہوتا ہو یا تمہیں مارا پیٹا اور تمہارا مال واسباب چھینا کیوں نہ جاتا ہو، تم اس امیر وامام کے خلاف علم بغاوت ہرگز بلند نہ کرنا اور فتنہ وفساد کے دروازے نہ کھولنا بلکہ صبر وتحمل کی

راہ اختیار کئے رہنا، اور سخت سے سخت حالات میں بھی امام وقت سے بغاوت کر کے دین وملت کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے سبب نہ بنتے رہنا۔ یہ بات کہ اگر وہ امیر وامام مشروع امور کے ارتکاب کا حکم دے؟ تو اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے ہاں اگر ان مشروع امور کے ارتکاب کے لئے کہا جائے کہ حکم عدولی کی صورت میں بھی اولی کو اختیار کرنے کا جواز باقی رہتا ہے یعنی حکم عدولی کی صورت میں جان جانے کا خوف ہو تو غیر مشروع امر کا ارتکاب کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص جان کی بازی لگا کر بھی غیر مشروع امر کے ارتکاب سے انکار کرے تو یہ سب سے اچھی بات ہوگی، اور اس سب سے اعلیٰ درجہ کو اختیار کرنے کا جواز ہے۔

آخر میں ''فاسمع واطع'' کے الفاظ جو دوبارہ ارشاد فرمائے گئے ہیں ان سے اس حکم کو مؤکد کرنا مقصود ہے کہ اپنے امام وقت کی اطاعت سے علیحدہ نہ کیا جائے اور سرکشی وبغاوت کے ذریعہ ملک وملت میں انتشار وتفریق کا فتنہ نہ اٹھایا جائے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

اس سے قبل کہ فتنوں کا ظہور ہو، اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو مستحکم کرلو

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبول اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہوجائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین ومذہت کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔'' (مسلم)

تشریح...... ''اعمال صالحہ میں جلدی کرو'' کی ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اس تغیر پذیر دنیا کو کسی ایک رخ پر قرار نہیں اور وقتی حالت کا بہاؤ ایک ہی سمت نہیں رہتا، اگر

اب ایسے حالات ہیں جو عقیدہ وعمل کا رخ صحیح سمت رکھنے میں معاون بنتے ہیں تو بعد میں ایسے حالات بھی پیدا سکتے ہیں جو فکر ونظریات اور عقیدہ وعمل کا سفر ٹھیک رخ پر جاری رکھنے میں زبردشت رکاوٹ پیدا کردیں، اور ایسے میں کم ہی انسان ہوتے ہیں جن کے ذہن وفکر اور دل ودماغ ان حالات کی تاثیر سے محفوظ رہ پائیں اور جن کے اعمال صالحہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو پس جس شخص کو جو بھی موقع ملے اس میں اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور جس قدر بھی اعمال کئے جا سکتے ہوں کر لئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔

''فتنوں'' کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی دینی زندگی کو مضبوط مستحکم بنالو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین وشریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات ومصائب میں اس طرح گم ہوکر رہ جاؤگے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے، وہ وقت لوگوں کے ذہن وفکر اور اعمال وکردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ مثلاً آدمی جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہنچ جائے گا، رہی یہ بات کہ ''کفر'' سے کیا مراد ہے، تو ہوسکتا ہے کہ اصل کفر مراد ہو، یعنی وہ شخص واقعۃً کفر کے دائرہ میں داخل ہوجائے گا یا یہ مراد ہے کہ وہ کفران نعمت کرنے والا ہوجائے گا، یا وہ کافروں کی مشابہت اختیار کرلے گا اور یا یہ کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مزکورہ جملہ کے معنی یہ ہیں کہ۔ مثلاً ایک شخص

جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن وفکر اور اس عقیدے میں اس طرح انقلاب آجائے گا کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اسی پر جملہ کے دوسرے جزء یعنی شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، اور حاصل یہ ہے کہ عام لوگ ان فتنوں کی وجہ سے دین وشریعت کے معاملات میں تذبذب وتردد کا شکار ہوجائیں گے اور نام نہاد دانشور وعالم اور دنیادار مقتداؤں کے پیچھے چلنے لگیں گے مظہرؒ نے کہا ہے کہ مذکورہ صورت حال کے کئی وجوہ اسباب اور مختلف مظاہر ہوں گے ایک تو یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ مخالف گروہوں میں بٹ جائیں گے، پس ان کے درمیان محض عصبیت اور بغض وعناد کی وجہ سے خونزیری ہوگی اور دونوں گروہوں کے لوگ اپنے مخالفین کے جان ومال کو نقصان پہنچانے اور ایک دوسرے کی آبروریزی کرنے کو حلال وجائز جانیں گے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے حاکم وامراء ظلم وجور کا شیوہ اپنا لیں گے، چنانچہ وہ مسلمانوں کا ناحق خون بہائیں گے، زور زبردستی ان کا مال لیں گے زنا کاری کریں گے، شراب پئیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی ان صریح زیادتیوں اور بدکاریوں کے باوجود بعض لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی ان صریح زیادتیوں اور بدکاریوں کے باوجود بعض لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان بدعقیدگی کے اس فتنہ میں مبتلا کرنے والے وہ نام نہاد علماء ہوں گے جن کو ''علماء سوء'' کہا جاتا ہے، ان کی طرف سے بے محابا ان امراء وحکام کے ان کاموں کے جواز کا فتوی دیا جائے گا جو وہ مسلمانوں کی خونریزی اور حرام امور کے ارتکاب کی صورت میں کریں

گے، اور تیسرے یہ کہ عام مسلمانوں میں جہالت اور دین کی ناواقفیت کی وجہ سے جو برائیاں پھیل جائیں گی اور ان سے جن غیر شرعی امور کا صدور ہوگا جیسے خرید وفروخت کے معاملات اور دوسرے سماجی امور وتعلقات میں دین وشریعت کے احکام کی خلاف ورزی، ان کو حلال وجائز جانیں گے، اور حضرت شیخ عبدالحقؒ نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوگی کہ لوگ اپنے اغراض ومنافع کی خاطر، دنیادار امراء وحکام اور اہل دولت وثروت سے میل جول رکھیں گے، ان سے حاجت روائی کی امید میں ان کے ہاں گھستے پھریں گے، ان کی حاشیہ نشینی اور مصاحبت کو بڑا اعزاز سمجھیں گے، پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کے تابع محض اور جی حضوری بن جائیں گے اور ان کے خلاف شریعت کے امور ومعاملات میں ان کی موافقت وتائید کرنے پر مجبور ہوں گے۔

''آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا......الخ'' کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آدمی صبح کو اٹھے گا تو اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال وعزت کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے کے سبب ایمان کی حالت میں ہوگا مگر شام ہوتے ہوئے اس کے اس عقیدے میں تبدیلی آجائے گی اور وہ اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال کو حلال سمجھنے لگے گا، اور اس کے سبب وہ کافر قرار دیا جائے گا یہ معنی اختیار کرنے کی صورت میں ''فتنوں'' سے مراد جنگ وقتال ہوگا، لیکن اس جملہ کے جو معنی پہلے بیان کئے گئے ہیں وہ حضورﷺ کے ارشاد گرامی کے زیادہ مناسب ہیں۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

فتنوں کے ظہور کے وقت گوشۂ عافیت میں چھپ جاؤ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا۔ ''عنقریب فتنے پیدا ہوں گے، یعنی جلد ہی ایک بڑا فتنہ سامنے آنے والا ہے یا یہ کہ پے بہ پے یا تھوڑے

تھوڑے وقفہ سے بہت زیادہ فتنوں کا ظہور ہونے والا ہے، ان فتنوں میں بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا سعی کرنے والے سے یعنی کسی سواری کے ذریعہ یا پاپیادہ دوڑنے والے اور جلدی چلنے والے سے بہتر ہوگا اور جو شخص فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا، پس جو شخص ان فتنوں سے نجات کی کوئی جگہ یا اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ یا پناہ گاہ پائے اور کوئی ایسا آدمی اس کو مل جائے جس کے دامن میں وہ ان ان فتنوں سے پناہ لے سکتا ہو تو اس شخص کو چاہئے کہ اس کے ذریعہ پناہ حاصل کرلیں یعنی اگر ان فتنوں سے بھاگنے کا کوئی راستہ مل سکتا ہو تو فتنوں کی جگہ سے نکل بھاگے یا کوئی ایسی جگہ اس کو معلوم ہو کہ جہاں چھپ جانے کی وجہ سے ان فتنوں سے پناہ مل سکتی ہو تو وہاں جا کر چھپ جائے اور یا اگر کوئی آدمی اپنے سایہ عاطف میں پناہ دینے والا مل سکتا ہو تو پاس جا کر پناہ گزیں ہو جائے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی فتنہ ظاہر ہوگا تو اس فتنہ میں سونے والا شخص جو اس فتنہ سے غافل اور بے خبر ہو اور اس کے بارے میں اطلاعات نہ سنتا ہو۔ جاگنے والے یعنی اس فتنہ کو جاننے اور اس کی خبر رکھنے والے سے بہتر ہوگا، جاگنے والا شخص کہ خود وہ لیٹا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا، اور اس فتنہ میں کھڑا ہونے والا شخص اس فتنہ میں سعی وکوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا یہاں سعی کا لفظ چلنے والے کے معنی میں ہے، اور کسی چیز کی طرف چلنا، گویا اس چیز کے حق میں سعی وکوشش کرنے کے مترادف ہوتا ہے، صراح میں لکھا ہے کہ سعی کے معنی ہیں دوڑنا، جلدی کرنا، اور کسی چیز کے حق میں محنت وعمل کرنا پس اس فتنہ میں سعی کرنے والے سے مراد اس فتنہ میں مدد تعاون دینا اور اس کے حق میں سعی وکوشش کرنا ہے، لہٰذا جو شخص اس فتنہ سے بھاگنے کا راستہ یا اس سے پناہ کی جگہ پائے تو اس کو چاہئے کہ وہاں جا کر پناہ حاصل کرلے۔

تشریح......فتنہ میں بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے اس لئے بہتر ہوگا کہ کسی چیز کے پاس کھڑے (رہنے والا شخص اس چیز سے زیادہ قربت اور مناسبت رکھتا ہے، کہ وہ اس چیز کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے جب کہ ادھر ادھر بیٹھا رہنے والا شخص اس چیز کو نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا ہے لہٰذا فتنوں میں کھڑا رہنے والا شخص ان کو دیکھنے اور سننے کی وجہ سے کہ جن کو بیٹھا ہوا شخص نہیں دیکھے، سنے گا عذاب سے زیادہ قریب ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس جملہ میں ''بیٹھنے والے شخص'' سے مراد وہ شخص ہے جو اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے فتنہ کا محرک نہ ہو بلکہ اس سے دور رہ کر اپنے مکان میں بیٹھا رہے اور باہر نہ نکلے ''کھڑے ہونے والے'' سے مراد وہ شخص ہو جس کے اندر اس فتنہ کے تعلق سے کوئی داعیہ اور تحریک تو ہو مگر فتنہ انگیزی میں متردد ہو۔

''جو شخص فتنوں کی طرف جھانکے گا......الخ'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان فتنوں کی طرف متوجہ ہوگا اور ان کے نزدیک جائے گا تو اس کی وہ توجہ اور نزدیکی اس کے ان فتنوں میں مبتلا ہو جانے کا باعث ہوگی، لہٰذا ان فتنوں کی برائیوں سے بچنے اور ان کے جال سے خلاصی پانے کی صورت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی کہ ان فتنوں سے جتنا زیادہ دور رہنا ممکن ہوا تنا ہی زیادہ دور رہا جائے۔

عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا

حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا، یاد رکھو پھر فتنے پیدا ہوں گے اور یاد رکھو ان فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ یعنی مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی اور خونریزی کا حادثہ پیش آئے گا، اس فتنہ میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص اس فتنہ کی طرف دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا، پس آگاہ رہو، جب وہ فتنہ پیش آئے تو جس شخص کے پاس جنگل میں اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے پاس (جنگل میں) چلا

جائے جس شخص کے بکریاں ہوں، وہ بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس شخص کے پاس اس فتنہ کی جگہ کہیں دور کوئی زمین و مکان وغیرہ ہو وہ اپنی اس زمین پر یا اس مکان میں چلا جائے۔'' حاصل یہ کہ جس جگہ وہ فتنہ ظاہر ہو وہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے اور گوشہ عافیت پکڑ لے یا اس فتنہ سے غیر متوجہ ہو کر اپنے کاروبار میں مشغول و منہمک ہو جائے۔ ایک شخص نے یہ سن کر عرض کیا کہ۔ یا رسول اللہ! مجھے یہ بتائیے کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ اونٹ اور بکریاں ہوں اور نہ کسی دوسری جگہ کوئی زمین و مکان وغیرہ ہو کہ جہاں وہ جا کر گوشۂ عافیت اختیار کرے اور اس فتنہ کی جگہ سے دور رہ سکے تو اس کو کیا کرنا چاہئے، حضور ﷺ نے فرمایا۔''اس کو چاہئے کہ وہ اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہو اور اس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالے،'' یعنی اس کے پاس جو بھی آلات حرب اور ہتھیار ہوں ان کو بے کار اور ناقبل استعمال بنا دے تا کہ اس کے دل میں جنگ و پیکار کا خیال ہی پیدا نہ ہو اور وہ مسلمان برسر کار پیکار ہوں اور ایک دوسرے کی خونریزی کر رہے ہوں، اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے، اور پھر اس شخص کو چاہئے کہ اگر وہ فتنہ کی جگہ سے بھاگ سکے تو جلد نکل بھاگے تا کہ وہ اس فتنہ کے اثرات سے محفوظ رہ سکے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اے اللہ! میں نے تیرے احکام تیرے بندوں کو پہنچا دیئے، یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین بار فرمائے، ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ بتائیے کہ اگر مجھے مجبور کر کے یعنی زور و زبردستی سے لڑنے والے دونوں فریق میں سے کسی ایک فریق کی صف میں لے جایا جائے اور وہاں سے کسی شخص کی تلوار سے مارا جاؤں یا کسی کا تیر آ کر مجھ کو لگے جو مجھے موت کی آغوش میں پہنچا دے تو اس صورت میں قاتل اور مقتول کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔''تمہارا وہ قاتل اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور دوزخیوں میں شمار ہوگا۔

(مسلم شریف)

تشریح......علماء اسلام کے ہاں یہ ایک طویل بحث ہے کہ اگر افتراق و انتشار کا

کوئی فتنہ ابھر آئے تو اور کچھ مسلمان دو فریق میں تقسیم ہو کر آپس میں جنگ وجدال کرنے لگیں تو اس وقت باقی مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ اہل علم کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ افتراق وانتشار اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی کی صورت میں کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قتل وقتال میں شریک ہو، بلکہ جب مسلمانوں کے دو فریق آپس میں جنگ وجدال کریں تو اس میں شامل ہونے سے احتراز کرنا اور دونوں فریق سے یکسوئی وغیر جانب داری اختیار کر کے گوشۂ عافیت پکڑنا واجب ہے، ان حضرات کی دلیل مزکورہ بالا ارشاد گرامی اور اس طرح کی دوسری احادیث ہیں، مشہور صحابیء حضرت ابو بکرؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کا مسلک بھی یہی تھا، حضرت ابن عمرؓ کا قول یہ ہے کہ خونریزی کی ابتداء خود نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کوئی خونریزی کرے تو اس کا دفیعہ کرنا لازم ہے جمہور صحابہؓ اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں باہمی پھوٹ پڑ جائے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو کر قتل وقتال کرنے لگیں تو اس فریق کی حمایت کرنی چاہئے جو حق وانصاف پر ہو اور جو فریق ظلم وناانصافی کی راہ اختیار کئے ہوئے ہو یا مسلمانوں کے امام وسردار سے بغاوت کر کے ملی افتراق وانتشار کا سبب بن رہا ہو اس کے خلاف قتال کرنا چاہئے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو جائے گا اور بغاوت وسرکشی کرنے والوں کی ہمت افزائی ہوگی، اس مسلک کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿**وان طائفتان من المومنین اقتتلوا......الخ**﴾ چنانچہ آیت کریمہ اس امر کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ جب مسلمانوں کے دو فریق باہمی قتل وقتال اور خونریزی میں مبتلا ہوں تو ان کے درمیان صلح وصفائی کرانی چاہئے، اور دونوں فریق کو اس فتنہ وانتشار سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے تئیں حد سے تجاوز کرے اور اس فتنہ کو جاری رکھنے اور بھڑکانے میں مصروف رہے تو پھر اس فریق کے خلاف (کہ جو حد سے متجاوز اور فتنہ کو بھڑکانے کا باعث بن رہا

ہو) تلوار اٹھا لینی چاہئے اور اس کے ساتھ قتال کرنا چاہئے تاکہ وہ راہ حق پر آ جائے۔

''اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا'' کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اس شخص پر دو گناہ ہوں گے، ایک گناہ تو اس کے اس عمل کا کہ اس نے حقیقت میں تمہیں مارا، اور دوسرا تمہارا گناہ بایں اعتبار کہ اگر بالفرض تم اس کو مارتے اور اس کا گناہ تمہیں ہوتا تو گویا وہ گناہ بھی اس کے سر ڈال دیا جائے گا، پس از راہ زجر وتوبیخ اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ اس فتنہ میں کسی ایسے مسلمان کو قتل کرنے کا گناہ کہ جو اس جنگ سے بیزار ہو مگر مجبوراً اس میں شریک ہو گیا ہو الضاعف یعنی دوگنا ہوں ہو کر سر پڑے ہوگا، اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر دوگنا ہوں ہونگے، ایک گناہ تو اس کے بغض وعداوت کا کہ جو وہ مسلمانوں سے رکھتا تھا اور جس کے سبب تمہارا قتل ہوا، اور دوسرا گناہ تمہارے قتل کا جو اس سے سرزد ہوا۔

''اور وہ دوزخیوں میں شمار ہوگا'' اس کے بعد دوسرا جملہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ ''اور تم جنتیوں میں سے ہوگے''، لیکن حضور ﷺ نے دوسرا جملہ ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ مذکورہ پہلے جملہ سے یہ مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

اور حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب مسلمان کے لئے اس کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ پر بارش برسنے کی جگہ چلا جائے اور فتنوں سے بھاگ کر اپنا دامن بچالے۔

(بخاری شریف)

تشریح...... اس حدیث کا مطلب بھی یہ تلقین کرنا ہے کہ جب ایسے فتنے رونما ہوں جن سے مسلمانوں میں باہمی افتراق وانتشار اور جنگ وجدل کی وبا پھیل جائے اور ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس میں دین کو بچانا مشکل ہو تو اس وقت نجات کی راہ یہی ہوگی کہ گوشہ تنہائی اختیار کر لیا جائے اور جس قدر ممکن ہو سکے اپنے آپ کو دنیا والوں سے الگ تھلگ کر لے، چنانچہ فرمایا کہ ایسے میں سب سے بہتر صورت یہ ہوگی کہ ایک

مسلمان بس چند بکریاں کا مالک ہو اور وہ ان بکریوں کو لے کر کہیں دور جنگل میں یا پہاڑ پر کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں کوئی چراہ گاہ اور پانی ملنے کا ذریعہ ہو، اور وہاں ان بکریوں کو چرا کر ان کے دودھ کی صورت میں بقدر بقاء حیات غذائی ضرورت پر قناعت کر کے اپنی زندگی کے دن گزارتا رہے تاکہ نہ دنیا والوں کے ساتھ رہے اور نہ دین کو نقصان پہنچانے والے فتنوں میں مبتلا ہو۔

چند فتنوں سے متعلق پیشنگوئی

حضرت اسامہ ابن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور پھر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر اس طرح برس رہے ہیں جس طرح مینہ برستا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح...... ''اطم'' پہاڑ کی چوٹی قلعہ اور بلند مکان کو کہتے ہیں ''اطام'' اس کی جمع ہے یہاں اطام سے مراد مدینہ کی گرد واقع وہ فلک بوس مکانات اور قلعے ہیں جن میں وہاں کے یہودی رہا کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک دن انہیں قلعوں میں سے ایک قلعہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور پھر مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔

''میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں'' کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گویا اپنے نبی ﷺ کو اس وقت جب کہ وہ قلعہ کی چھت پر چڑھے، فتنوں کا قریب ہونا دکھایا تا کہ وہ ان فتنوں کے بارے میں آگاہ کر دیں اور لوگ یہ جان کر کہ ان فتنوں کا نازل ہونا مقدر ہو چکا ہے، ان سے بچنے کے طریقے اختیار کر لیں، اور اس بات کو آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے شمار کریں کہ آپ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ بھی صحیح ثابت ہوئی۔

نبی ﷺ ایک خاص پیش گوئی

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح...... اس حدیث میں ''امت'' سے مراد صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نبی ﷺ ہیں جو امت کے سب سے بہتر وافضل افراد تھے، اور لفظ ''غلمۃ'' غلام کی جمع ہے جس کے معنی نوجوان کے ہیں اور صراح میں لکھا ہے کہ غلام کے معنی لڑکے کے ہیں، نیز واضح رہے کہ غلام کا لفظ اصل میں غلم اور اغتلام سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں شہوت کا جوش وغلبہ، بہر حال یہاں ''غلمۃ'' (نوجوان) سے مراد وہ چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں، جو غیر سنجیدہ اور بیباک ہوتے ہیں، بڑوں، بزگوں کا ادب واحترام نہیں کرتے اور اہل علم ودانش اور باوقار لوگوں کی عظمت کو ملحوظ نہیں رکھتے، پس آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد گرامی میں قریش کے جن نوجوانوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان سے قریش سے نسلی تعلق رکھنے والے دین وملت کے وہ بدخواہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے جاہ سلطنت اور ذاتی اغراض حاصل کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، اور حضرت حسین کو شہید کیا اور ان کی ہلاکت کا باعث بنے یا جنہوں نے اس وقت ملت میں افتراق وانتشار اور ظلم وبغاوت کا فتنہ پیدا کیا۔

نیز مجمع البحار میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی روشنی میں ان لوگوں کو تعین وتشخیص کے ساتھ جانتے تھے لیکن اس حدیث کو بیان کرتے وقت، فتنہ وشر انگیزی کے خوف سے ان لوگوں کے نام ظاہر نہیں فرماتے تھے، اور وہ لوگ بنی امیہ کے عبیداللہ ابن زیاد اور ان جیسے دوسرے نوجوان حجاج بن یوسف جو عبدالملک ابن مروان کا امیر الامراء بنا سلیمان ابن عبدالملک جیسے نوخیز اور ان کی اولاد میں سے دوسرے افراد تھے جنہوں نے اس حد تک فتنہ وفساد کا بازار گرم کیا کہ

اہل بیت نبوی کو بے پناہ مظالم کا شکار بننا اور جام شہادت نوش کرنا پڑا، بڑے اونچے درجہ کے مہاجر اور انصار صحابہ کرامؓ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا، اور ایسی ایسی خونریزیاں ہوئیں اور جان و مال کا اس قدر نقصان ہوا کہ زمین وآسمان کانپ گئے، چنانچہ ان لوگوں کے وہ سیاہ کارنامے تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

فتنے پھوٹ پڑیں گے

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے، علم اٹھالیا جائے گا، فتنے پھوٹ پڑیں گے بخل ڈالا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا۔ ''صحابہؓ نے یہ سن کر عرض کیا کہ ''ہرج'' کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قتل۔ (بخاری ومسلم)

تشریح...... ''زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا زمانہ اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں گے، اس صورت میں قیامت کا قریب ہونا مراد ہوگا! یا اس جملہ سے مراد زمانہ والوں میں سے بعض کا بعض کے ساتھ برائی اور بدی کے تعلق سے قریب ہونا ہے، یعنی اس زمانہ میں جو برے اور بدکار لوگ ہوں گے وہ ایک دوسرے کے قریب ونزدیک آجائیں گے، یا یہ مطلب ہے کہ خود زمانہ کے اجزاء بدی وبرائی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب اور مشابہ ہوں گے یعنی ایک زمانہ برائی اور بدی کا ماحول لئے ہوئے آئے گا اور اس کے بعد پھر دوسرا زمانہ بھی اسی طرح آئے گا، یا یہ مطلب ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حکومتیں دیرپا نہیں ہوں گی اور مختلف انقلابات اور عوامل بہت مختصر مختصر عرصہ میں حکومتوں کو بدلتے رہیں گے، اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ آخر میں جو زمانہ آئے گا اس میں لوگوں کی عمریں بہت چھوٹی چھوٹی ہوں

گی، اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ جملہ دراصل گناہوں کے سبب زمانہ سے برکت کے ختم ہوجانے سے کنایہ ہو، یعنی زمانہ میں جب کہ گناہوں کی کثرت ہوجائے گی لوگ دین وشریعت کے تقاضوں اور خدا وآخرت کے خوف سے بے پرواہ ہو کر عیش وعشرت اور راحت وغفلت میں پڑ جائیں گے تو زمانہ میں سے برکت نکل جائے گی اور اس کے شب وروز کی گردش اتنی تیز اور دن رات کی مدت اتنی مختصر محسوس ہونے لگے گی کہ سالوں پہلے گزرا ہوا کوئی واقعہ کل کی بات معلوم ہوگا اور ہر ''وقت کی کمی'' کا شکوہ سچ نظر آئے گا، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں وقت اسطرح جلدی گزرے گا کہ ایک سال ایک مہینے کے برابر اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر معلوم ہوگا۔

''علم اٹھالیا جائے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مخلص، باعمل اور حقیقی علم کے حامل علماء اٹھالئے جائیں گے اور اس طرح حقیقی علم مفقود ہوجائے گا نیز مختلف علمی فتنوں کا اندھیرا اس طرح پھیل جائے گا کہ علماء سو کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگا، اور ہر طرف ایسا محسوس ہوگا جیسے علم کا چراغ گل ہوگیا ہے اور جہالت ونادانی کی تاریکی طاری ہوگئی ہے۔

''بخل ڈالا جائے گا'' کا مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگوں میں بخل کی خصلت نہایت پختہ ہوجائے گی اور یہ چیز (یعنی بخل کی برائی) ایک عام وبا کی طرح پھیل جائے گی، نیز لوگ اس بخل کے یہاں تک تابع ہوجائیں گے کہ صنعت وحرفت والے اپنی صنعتی اشیاء کو بنانے اور پیدا کرنے میں بخل وتنگی کرنے لگیں گے اور مال کی تجارت ولین دین کرنے والے لوگ اپنے مال کو چھپا کر بیٹھ جائیں گے یہاں تک کہ ضروری اشیاء کو بھی فراہم کرنے اور دینے سے انکار کرنے لگیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ''بخل ڈالا جائے گا'' سے لوگوں میں اصل بخل کا پایا جانا مراد نہیں ہے کیونکہ اصل بخل تو انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اور اس اعتبار سے یہ بات پہلے زمانہ کے لوگوں

کے بارے میں بھی نہیں کی جاسکتی کہ ان میں سرے سے بخل کا وجود نہیں تھا،لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جاسکتا چونکہ اصل بخل انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اس لئے کوئی بھی شخص نہ پہلے زمانوں میں اس خصلت سے کلیۃً محفوظ رہ سکتا ہے اور جیسا کہ اس آیت **ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون** سے واضح ہوتا ہے،ایسے پاک نفس انسان سے پہلے بھی گزرے ہیں اب بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود رہیں گے، یہ بات ہے کہ زمانہ کے اثرات کی وجہ سے ایسے پاک نفسوں کی تعداد ہر آنے والے زمانہ میں پہلے زمانوں سے کم ہوتی جائے۔

''ہرج'' کے معنی ہیں فتنہ اور خرابی میں پڑنا،اور جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے ،جب یہ کہا جاتا ہے کہ ھرج الناس تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ لوگ فتنے میں پڑ گئے اور قتل واختلاط یعنی خونریزی اور کاموں کے خلط ملط ہوجانے کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز نہ کرسکنے کی آفت میں مبتلا ہوگئے پس اس ارشاد گرامی ''ہرج'' سے مراد خاص طور پر وہ قتل وخونریزی ہے جو مسلمانوں کے باہمی افتراق وانتشار کے فتنہ کی صورت میں اور اچھے برے کاموں کی تمیز مفقود ہونے کی وجہ سے پھیل جائے۔

فتنوں کی شدت کی انتہا

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، پوری دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن یعنی بدامنی وانتشار فتنہ کی شدت انتہا سے بھرا ہوا وہ دور نہ آجائے جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول یا اس کے ورثاء ومتعلقین کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔'' پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہوگا یعنی اس کی وجہ کیا ہوگی کہ قتل کا سبب نہ قاتل کو معلوم ہوگا نہ مقتول کو' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہرج کے سبب، نیز قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (مسلم شریف)

تشریح......مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کے دل ودماغ سے فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری کی برائی کا احساس اس طرح ختم ہوجائے گا کہ نہ تو قاتل بتاسکے گا کہ اس نے مقتول کا خون کس مقصد سے بہایا ہے اور نہ مقتول اور اس کے ورثاء ومتعلقین کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کی جان کس دنیاوی غرض ومقصد کے تحت یا کس شرعی وجہ کی بناء پر ماری گئی ہے،ایسا اندھیرا پھیل جائے گا کہ بس شکوک وشبہات اور ذرا ذرا سے واہموں پر انسان کا قیمتی خون بے دریغ بہایا جانے لگے گا،اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ کون شخص حق پر ہے اور کون باطل پر، بلاتشخیص وتمیز جو جس کو چاہے گا گھاٹ اتار دے گا،موجودہ زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ صورت حال کا ظہار نہیں ہوگا۔

''ہرج کے سبب'' کا مطلب یہ ہے کہ اس اندھے قتل وغارت گری کا باعث جہالت ونادانی کی وہ تاریکی ہوگی جو پورے ماحول کو فتنہ وفساد اور بدامنی سے بھردے گی،شرارت پسندوں اور بلوائیوں کا عروج ہوگا،اخلاقی وسرکاری قوانین کی گرفت ڈھیلی پڑجائے گی،اچھے برے کاموں کی تمیز مٹ جائے گی،حق وباطل باہم خلط ملط ہوجائیں گے اور دل ودماغ سے انسانی خون کی حرمت کا احساس مٹ جائے گا۔

''دنوں دوزخ میں جائیں گے'' سے یہ واضح ہوا کہ نیت کا فتور اس قدر عام ہوجائے گا کہ بظاہر مقتول اور مظلوم نظر آنے والا شخص بھی اپنے اندر ظلم وطغیان کا فتنہ چھپائے رہا ہوگا،اس کا مقتول ومظلوم ہونا اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہ واقعۃً کسی ظالمانہ قتل کا شکار ہوا ہے بلکہ اس اعتبار سے ہوگا کہ وہ موقع پر چوک گیا اور خود وار کرنے سے پہلے دوسرے کا وار کرنے کا شکار ہوگیا؛چنانچہ مذکورہ جملے کا مطلب یہ ہے کہ قاتل تو دوزخ میں جائے گا کہ وہ واقعۃً قتل عمد کا گناہگار ہوا ہے اور مقتول اس وجہ سے دوزخ میں جائے گا کہ وہ خود بھی اس (قاتل) کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اس کو تباہ وہلاک کرنے کی خواہش اور ارادہ رکھتا تھا،اور چونکہ آدمی کسی گناہ کا عزم رکھنے کی وجہ سے بھی ماخوذ

ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی دوزخ کا مستوجب قرار دیا جائے گا، لیکن واضح رہے کہ یہ حکم جہالت کے طاری ہونے اور حق و باطل کے درمیان تمیز مفقود ہونے کی صورت کا ہے، ہاں اگر اس مقتول کی مذکورہ نیت وارادہ کا تعلق جہالت و نادانی اور عدم تمیز سے نہ ہو بلکہ اس بات سے ہو کہ وہ بسبب اشتباہ، خطاء اجتہادی میں پڑ گیا ہو تو اس پر مذکورہ حکم کا اطلاق نہیں ہوگا اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ (مقتول) اپنے قاتل کے تئیں جو عداوت ونفرت رکھے ہوئے تھا اور اس کو قتل کے ساتھ مقتول کے بھی مستوجب عذاب ہوگا لیکن اگر وہ (مقتول) اس جہالت و نادانی کی بناء پر نہیں بلکہ وہ ازروئے دین ودیانت اس شخص یعنی قاتل کو قتل کرنے کا عزم رکھتا تھا، نیز اس عزم تک وہ دین وشریعت کے اپنے علم کی روشنی میں غور وفکر کرنے کے بعد اور نیت کے اخلاص کے ساتھ پہنچا تھا اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے اس عزم تک اس کا پہنچنا غیر صحیح کیوں نہ ہو، اس کو محض اس عزم کی وجہ سے مستوجب عذاب قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اجتہاد اور صحیح نتیجے تک پہنچنے کی کوشش میں خطا کرنے والا شخص عنداللہ ماخوذ قرآن میں دیا جاتا، واضح رہے کہ مذکورہ ارشاد گرامی اس مشہور اور صحیح مسلک کی دلیل ہے کہ جو شخص کسی گناہ کی نیت کرے اور اس نیت پر قائم رہے تو وہ گنہگار ہی کے حکم میں ہوگا، اگرچہ وہ اپنے اعضاء اور زبان سے عملی طور پر اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

پرفتن ماحول میں دین پر قائم رہنے والے کی فضیلت

حضرت معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

فتنے کے زمانہ میں اور مسلمانوں کے باہمی محاذ آرائی اور قتل وقتال کے وقت پوری استقامت اور مداومت کے ساتھ دین پر قائم رہنے اور عبادت ونیکی کرنے کا ثواب، میری ہجرت کرنے کے ثواب کی مانند ہے۔'' (مسلم شریف)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ سے پہلے، دارالحرب سے ہجرت کر کے مدینہ آجانے اور آنحضرت ﷺ کی رفاقت وصحبت کا شرف رکھنے والے کو جو عظیم ثواب ملتا تھا اسی طرح کا عظیم ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو فتنہ وفساد کی جہالت وتاریکی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی سے اپنا دامت بچا کر مولیٰ کی عبادت میں مشغول اور اپنے دین پر قائم رہے۔

مظالم پر صبر کرو اور یہ جانو کہ آنے والا زمانہ موجودہ دور سے بھی بدتر ہوگا

حضرت زبیر ابن عدی ؒ (تابعی) کہتے کہ ایک دن ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حجاج ابن یوسف کے مظالم اور ایذاء رسانیوں کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا کہ صبر کرو، اور ضبط وتحمل سے کام لو، کیونکہ آئندہ جو بھی زمانہ آئے گا وہ گزشتہ زمانے سے بدتر ہوگا پس تمہیں کیا معلوم کہ آنے والے زمانے میں کیسے کیسے حکمراں وعمال ہوں گے جو شاید حجاج سے بھی زیادہ ظالم وجابر ثابت ہوں، اس لئے تم حجاج کے مظالم اور ایذاء رسانیوں پر صبر کرو، یہاں تک تم روز آخرت اپنے پروردگار سے ملاقات کرو اور پھر تم دیکھنا کہ تمہارا پروردگار تمہارے ظالموں کو کس طرح عذاب میں مبتلا کرتا ہے، یہ بات میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح...... اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر آنے والا زمانہ گزشتہ زمانہ سے بدتر ہوگا، تو اس پر اس صورت میں اشکال واقع ہوگا جب کہ ''آنے والے زمانہ'' سے مراد بلا استثناء ہر آنے والا زمانہ ہو۔ اور اشکال یہ واقع ہوگا کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ کے بعد حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کا زمانہ آیا، یا بعد میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدیؓ کا زمانہ آئے گا تو کیا ان زمانوں پر بھی مزکورہ بات کا اطلاق ہوگا اور بلا استثناء یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر آنے والا زمانہ حجاج کے زمانہ سے بھی بدتر ہوگا، ہاں

اگر یہ باتیں استثناء کے ساتھ فرمائی گئی ہیں تو پھر اشکال پیدا نہ ہوگا۔

چنانچہ شارحین حدیث نے وضاحت کی ہے کہ آنے والے زمانوں کے بدتر ہونے کی خبر دینا اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے، یعنی آنے والے زمانوں میں اکثر و غالب زمانے ایسے ہی ہوں گے جو پچھلے زمانہ سے بدتر ماحول میں سے بھرے ہوں گے، نیز آنے والے زمانہ سے مراد حجاج کے زمانہ سے زمانہ دجال تک کے زمانے ہیں جن میں سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدیؑ کے زمانے مستثنیٰ ہیں، علاوہ ازیں اس حدیث کا اصل مقصود امت کے لوگوں کو تسلی دینا، ظلم وجور پر صبر کرنے کی تلقین کرنا، آنے والے زمانوں کے بارے میں باخبر کرنا، اور اس بات کی طرف راغب کرنا ہے کہ اپنے زمانہ کو غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ اخروی فائدے حاصل کرنے میں مشغول رہو، کیا خبر کہ آنے والے زمانوں میں کسی کو اتنا بھی موقع مل سکے یا نہیں۔

بعض حضرات نے اس وضاحت کو زیادہ مناسب کہا ہے کہ آنے والے زمانوں کے بارے میں جہاں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ تو مستثنیٰ ہے، باقی تمام زمانے، کسی نہ کسی اعتبار سے کسی نہ کسی جگہ کے حالات کے مطابق اور کسی نہ کسی معاملہ میں ازروئے علم وعمل اور استقامت واخلاص دین پہلے زمانے سے بدتر ہی حالت کے حامل رہے ہیں یا حامل رہیں گے اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے بعد ودوری کا تقاضا بھی ہے کہ زمانہ جوں جوں آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے دور ہوتا جاتا ہے، اسی اعتبار سے بدی اور خرابی بڑھتی جاتی ہے، اور اس کا سلسلہ ذات رسالت ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے فوراً بعد شروع ہوگیا تھا، چنانچہ صحابہؓ تک نے، اپنی صفائی باطن اور پاکیزگی نفس کے باوجود، آنحضرت ﷺ کو تدفین کے بعد اپنے قلوب کی حالت وکیفیت میں تبدیلی محسوس کی تھی۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

پرفتن ماحول میں نجات کی راہ

حضرت عبداللہ بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ”اس وقت تم کیا کرو گے جب تم اپنے آپ کو ناکارہ لوگوں کے زمانے میں پاؤ گے، جن کے عہد و پیمان اور جن کی امانتیں خلط ملط ہوں گی اور جو آپس میں اختلاف رکھیں گے، گویا وہ لوگ اس طرح کے ہوجائیں گے یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کیا“ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ آپ مجھے ہدایت فرمایئے کہ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”اس وقت تم پر لازم ہوگا کہ اس چیز کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو جس کو تم (دین ودیانت کی روشنی میں) حق جانو اور اس چیز سے اجتناب ونفرت کرو جس کو تم ناحق اور برا جانو، نیز صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھو خود کو عوام الناس سے دور کرلو۔“ اور ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ ”اپنے گھر میں پڑے رہو (بلاضرورت باہر نکل کر ادھر ادھر نہ جاؤ) اپنی زبان کو قابو میں رکھو، جس چیز کو حق جانو اس کو اختیار کرو اور جس چیز کو برا جانو اس کو چھوڑ دو، صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھو اور عوام الناس کے معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھو۔“ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح...... ”حثالۃ“ کے معنی ہیں چاول اور جو وغیرہ کا چھلکا، جس کو بھوسی کہتے ہیں اسی طرح کسی بھی چیز کے ناکارہ اور بے فائدہ حصے کو بھی حثالہ کہا جاتا ہے پس ”حثالۃ من الناس“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو انسانی واخلاقی قدروں کے اعتبار سے ادنیٰ درجے کے ہوں، جو انسانیت کا جوہر نہ رکھنے کے سبب نہایت پست ہوں اور جو دین وآخرت کے اعتبار سے بالکل ناکارہ اور بے فائدہ ہوں۔

جن کے عہد و پیمان اور جن کی امانتیں خلط ملط ہوں گی“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل بے اعتبار اور ناقابل اعتماد لوگ ہوں گے ان کے کسی عمل اور کسی قول کا کوئی

بھروسہ نہیں ہوگا،ان کے کسی اقدام اور کسی معاملہ میں پختگی واستقلال نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی اوران کے عہد و پیمان اور فیصلے لحہ بہ لحہ شکل وصورت میں بدلتے رہیں گے، دین ودیانت کے تقاضوں سے بے پرواہ ہوں گے اورامانتوں میں خیانت کریں گے۔

''اپنی انگلیوں کودوسرے کے اندرداخل کیا''یعنی آپ ﷺ نے یہ سمجھانے کے لئے کہ وہ آپس میں کس طرح ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہوں گے،اوران کے باہمی اختلاف ونزاعات کی کیا صورت ہوگی،اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کرکے دکھایا اوربطورتمثیل واضح فرمایا کہ جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کا ساتھ گتھم گتھا ہیں اسی طرح ان کی اختلاقی وسماجی حیثیت اس درجے الجھی ہوئی اوران کی دینی معاملات واعمال اس قدر خلط ملط ہوں گے کہ امین وخائن ونیک وبد کے درمیان تمیزکرنا ممکن نہیں رہے گا۔

واضح رہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کوایک دوسرے کے اندرداخل کرنا جس طرح باہمی اختلاف ونزاع کوبطورتمثیل بیان کرنے کے لئے ہوتاہے اسی طرح کبھی دو چیزوں کے باہمی ربط واتصال اوراتفاق ویگانگت کوظاہر کرنے کے لئے بھی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کوایک دوسرے میں داخل کرکے دکھایا جاتاہے جیسا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بیان میں حضور ﷺ نے مال غنیمت کے خمس کی تقسیم کے تعلق سے بنو ہاشم اوربنوعبدالمطلب کے باہمی ربط واتصال اوران کی ایک دوسرے کے ساتھ قربت ویکجائی کوظاہرکرنے کے لئے بطورتمثیل اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کوایک دوسرے میں داخل کرکے دکھایا تھا دونوں صورتوں پراس تمثیلی عمل کا اطلاق معنوی طور پربھی کوئی تضادنہیں رکھتا بلکہ تشبیک کے جواصل معنی ہیں،یعنی باہم مختلط ہونا دوچیزوں کا ایک دوسرے میں داخل ہونا،وہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔

''اپنی بھلائی سے مطلب رکھواورخودکوعوام الناس سے دورکرلو'' کا مطلب یہ

ہے کہ پرفتن دور میں سب سے زیادہ ضرورت خوداپنے نفس کی اصلاح اوراپنے دین وکردار کی حفاظت کی ہوتی ہے،لہٰذا اس وقت تم بھی بس اپنے دین اوراپنی اخروی بھلائی کے کاموں کی تکمیل وحفاظت میں مشغول رہنا اوردوسرے لوگوں کی طرف کسی فکروخیال میں نہ پڑنا۔یہ حکم ایسے ماحول میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ پر عمل نہ کرنے کی ایک درجہ میں اجازت کے طور پر ہے جب کہ شریر وبدکارلوگوں کی کثرت اوران کا غلبہ ہواورصالح ونیک لوگوں کی طاقت بہت کم ہو۔

''اپنی زبان کوقا گو میں رکھو'' کا مطلب یہ ہے کہ جب پورے ماحول میں برائیوں کا دوردورہ ہوجاتاہے اورشروبدکارلوگوں کے اثرات غالب ہوتے ہیں تو زبان سے اچھی بات نکالنا بھی ایک جرم بن جاتاہے لہٰذاتم اس وقت لوگوں کے احوال ومعاملات کے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کئے رکھنا،کسی کی برائی یا بھلائی میں اپنی زبان نہ کھولنا تاکہ تمہاری بات کا برامانننے والے لوگ تمہیں تکلیف وایذا نہ پہنچائیں۔

اس موقع پرایک خاص بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ پرفتن دور کے سلسلے میں ایک حدیث تو یہ ہے اورایک حدیث وہ ہے جس کوحذیفہؓ نے نقل کیا ہے،ان دونوں میں ایک طرح سے تضادنظرآتاہے اوروہ یہ کہ اس حدیث میں تو آنحضرت ﷺ نے گویا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو یہ اجازت دی ہے،کہ وہ اس پرفتن ماحول میں بھی لوگوں کے درمیان بودوباش نہ رکھیں اورلوگوں سے مکمل علیحدگی ویکسوئی اختیار کرکے کسی ویرانہ وجنگل میں چلے جائیں دونوں حدیثوں کے اسی ظاہری تضادکودورکرنے کے لئے علماء نے لکھا ہے کہ ایک صورت حال کے لئے اس دوطرح کے حکم کا تعلق دراصل شخصی حالت کی رعایت ومصلحت کے اعتبار سے ہے،یعنی آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے ہرایک کووہ حکم دیا جواس کی حالت وحیثیت کے مطابق تھا،جس میں اس کی اصلاح پوشیدہ تھی اورجس پرعمل کرکے وہ نجات وفلاح کی راہ پاسکتا تھا جیسا کہ مرشد ومصلح کا طرز اصلاح ہوتاہے کہ وہ اپنے پیر ومرید کے ذہن ومزاج اوراس کے طبعی وشخصی

حیثیت وحالت کے مطابق ہی اس کی تلقین وہدایت کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ جیسا کہ معلوم ہے نہایت اونچے درجے کے صحابی ہیں، ان کی زندگی پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی عظمت وفضیلت کے حامل تھے، منقول ہے کہ وہ اپنی جوانی کے دنوں میں بھی اتنے عابد وزاہد تھے کہ افطار کئے بغیر مسلسل روزے رکھا کرتے تھے، رات بھر سوتے نہیں تھے بلکہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، دنیاوی لذات وخواہشات سے اس قدر متنفر تھے کہ بیوی تک کی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے تھے، ایک دن ان کے والدمحترم حضرت عمرو بن عاصؓ ان کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے اور ان کی اس عبادت وریاضت کا حال بیان کیا، آنحضرت ﷺ نے ان کو اتنی سخت ریاضت اور اتنی زیادہ عبادت سے منع کیا اور حکم فرمایا کہ بلاافطار تین دن سے زیادہ روزے نہ رکھا کرو اور پوری رات کے بس تہائی یا چھٹے حصے میں شب بیداری کیا کرو، نیز آپ ﷺ نے ان کو یہ بھی نصیحت کی کہ اپنے بزرگوار باپ کی مرضی ومنشاء کا ہمیشہ لحاظ رکھنا، چنانچہ حضور ﷺ کی اس وصیت ونصیحت کی بنا پر انہوں نے ملت میں تفرقہ وانتشار کی سخت ترین فتنے کے دور میں بھی اپنے والد بزرگوار سے علیحدگی وجدائی اختیار نہیں کی، جو حضرت امیر معاویہؓ کے مشیر اعلیٰ اور وزیر تھے، اور جیسا کہ حضور ﷺ نے ان کو حکم فرمایا تھا، وہ لوگوں کے معاملات وحالات سے بے پرواہ ہو کر اپنی ذات کی اصلاح اور اپنی استقامت کی طرف متوجہ رہتے، جب ان کے والد حضرت عمروؓ ان سے کہا کرتے کہ تم ہم میں سے ہونے کے باوجود ہم سے الگ الگ کیوں رہتے ہو، اور ہماری کاروائیوں میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ تو جواب دیتے کہ ”آپ لوگوں کے اچھے کاموں میں تو شریک ہوں لیکن ان کاموں میں خود کو شریک نہیں کرسکتا جو میرے نزدیک خدا اور اس کے رسول کی مرضی ومنشاء کے منافی وملی مفاد کے خلاف ہیں، نیز ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بڑے سے بڑے فتنے کے وقت بھی ان کے دل سے اہل بیت نبوی ﷺ کی عزت واحترام کا جذبہ کسی بھی طرح سے کم ہوا

ہو، ان کا باطن ہمیشہ اہل بیت کی محبت وعظمت سے منور رہا۔

فتنوں کے وقت سب سے بہتر شخص کون ہوگا؟

حضرت ام مالک بہزیہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن جب رسول کریم ﷺ نے فتنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو قریب تر کیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس فتنے کے زمانے میں سب سے بہتر کون شخص ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس زمانے میں سب سے بہتر شخص وہ ہوگا جو اپنے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کے گھاس چارے کے انتظام میں مصروف رہے، ان کا حق ادا کرے یعنی ان پر جو زکوٰۃ اور شرعی ٹیکس وغیرہ واجب ہو، اس کو ادا کرے، اور اپنے رب کی بندگی میں مشغول رہے اور وہ شخص بھی سب سے بہتر ہوگا جو اپنے گھوڑے کا سر یعنی اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار اس کی باگ پکڑے کھڑا ہوا اور دشمنان دین کو خوف زدہ کرتا ہو اور دشمن اس کو ڈراتے ہوں۔

(ترمذی شریف)

تشریح...... ”بھزیۃ“ (ب کے زبر کے جزم کے ساتھ) ابن امراء القیس کی طرف منسوب ہے، حضرت ام مالکؓ ایک صحابیہ ہیں اور حجازیہ کہلائی جاتی ہیں۔

”اور اس کو قریب تر کیا“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب اس فتنہ کا ذکر فرمایا تو اس بات سے باخبر کیا کہ وہ فتنہ بالکل قریب ہے اور سامنے آنے والا ہے، اور طیبیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس فتنہ کو بہت تفصیل ووضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور چونکہ یہ ایک عالم کا اسلوب ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سامنے کسی چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اس کی خصوصیات وعلامات کو زیادہ اہمیت کے ساتھ واضح کرتا ہے تو گویا وہ اس چیز کو مخاطب کے ذہن، یا مشاہدہ کے قریب تر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ (مخاطب اس چیز کو نہ صرف اپنے ذہن وخیال میں جاگزیں پاتا ہے بلکہ وہ خارج میں بھی ایسا محسوس کرنے لگتا ہے جیسے وہ چیز اپنی شکل

وصورت کے ساتھ اس کے بالکل قریب موجود ہے۔

''جو شخص اپنے مویشیوں میں رہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کے زمانے میں جب کہ مسلمانوں کے باہمی قتل قتال اور محاذ آرائی کا بازار گرم ہوجائے گا، فلاح یاب شخص وہی ہوگا جو فتنوں کی باتوں سے لاتعلق، اور دنیا والوں سے بیگانہ رہ کر اور گوشہ عافیت اختیار کر کے بس اپنے جائز کاروبار میں مشغول اور اپنے معاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا، اس پر اس کے کاروبار اور معاملات کے تئیں شریعت کے جو حقوق عائد ہوتے ہوں ان کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے گا اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ اور اس کی عبادت میں منہمک رہے گا۔ یہ ارشاد گرامی گویا قرآن کریم کی ان آیات ففروا الی اللہ. وتبتل الیہ تبتیلا اور والیہ یرجع الامر کلہ فاعبدہ وتوکل علیہ ومابک بغافل عما تعملون کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

''جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہو...... الخ'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس فتنہ وفساد میں الجھنے اور آپس میں ہی ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونے کے بجائے، اپنی طاقت وتوانائی ان لوگوں کے خلاف استعمال کرنے کی طرف متوجہ ہو جو دین اسلام کے اصل دشمن ومخالف ہیں اور ان سے نبرد آزمائی میں لگ جائے، یہ چیز نہ صرف یہ کہ دین وملت کی اصل خدمت ہونے کی وجہ سے اجر وثواب کا مستحق بنائے گی بلکہ اس فتنہ سے بچانے کا بہترین ذریعہ بھی ثابت ہوگی۔

ایک بڑے فتنہ کا ذکر

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''عنقریب ایک بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے، جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور اس کے بڑے اثرات ہر ایک تک پہنچیں گے، اس فتنہ میں قتل ہوجانے والے

لوگ بھی دوزخ میں جائیں گے، نیز اس فتنہ کے وقت زبان کھولنا یعنی کسی کو برا بھلا کہنا اور عیب جوئی ونکتہ چینی کرنا تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت مضر ہوگا۔

(ترمذیؒ، ابن ماجہ)

تشریح...... اس فتنہ سے مراد باہمی قتل وقتال اور لوٹ مار کا وہ فتنہ ہے جو مختلف گروہ، حق وسچائی کو ثابت کرنے اور دین کا جھنڈا بلند کرنے اور حق وانصاف کی مدد کے لئے نہیں بلکہ محض جاہ اقتدار اور دولت وسلطنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہوں گے اور آپس میں قتل وقتال اور لوٹ مار کا بازار گرم کریں گے جیسا کہ کسی ملک میں خانہ جنگی کے وقت ہوتا ہے کہ لوگ کسی پاک مقصد اور دینی فرض کے بغیر ذاتی اغراض وخواہشات اور دیگر غیر دینی اسباب وعوامل کے تحت اندھا دھند آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ اس فتنہ کے مقتولین بھی دوزخ میں کیوں جائیں گے، چنانچہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص خانہ جنگی میں مبتلا ہوکر لوٹ مار کی خاطر کسی سے لڑے اور اس لڑائی کے دوران مارا جائے تو وہ شہید کہلاتا ہے اور نہ اس کی موت کوئی بامقصد موت کہلاتی ہے بلکہ وہ ایک ایسی موت کے ہاتھوں مرتا ہے جو دین وشریعت کے تقاضوں اور اسلامی احکام کے خلاف جنگ وجدل کی صورت میں آتی ہے لہٰذا جس طرح ناحق خون بہانے والا قاتل دوزخ میں جائے گا اسی طرح وہ مقتول بھی دوزخ کی آگ کا مستوجب ہوگا۔

عنقریب گونگے، بہرے اور اندھے فتنے کا ظہور ہوگا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''عنقریب گونگے، بہرے اور اندھے فتنے کا ظہور ہوگا، جو شخص اس فتنہ کو دیکھے گا اور اس کے قریب جائے گا وہ اس کو دیکھے گا اور اس کے قریب آجائے گا، نیز اس فتنہ کے وقت

زبان درازی، تلوار مارنے کی مانند ہوگی۔'' (ابوداؤدؒ شریف)

تشریح......فتنہ کو گونگا اور بہرہ کہنا، لوگوں کے اعتبار سے ہے، یعنی وہ فتنہ اتنا سخت اور اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ عام لوگ اس وقت حیران و سراسیمہ ہو کر رہ جائیں گے، نہ کوئی فریاد رس نظر آئے گا کہ جس سے کوئی شخص گلوخلاصی کی درخواست کر سکے اور نہ کسی کو نجات دلا سکے اور نہ کوئی ایسی راہ دکھائی دے گی جس کے ذریعے اس فتنہ سے نجات و خلاصی پائی جا سکے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس فتنے کے وقت لوگ حق و باطل اور نیک و بد کے درمیان تمیز نہیں کریں گے، وعظ و نصیحت کو سننا اور اس پر عمل کرنا گوارہ نہیں کریں گے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی باتوں پر دھیان نہیں دیں گے، جو شخص ان کو نیک باتوں کی طرف بلائے گا اور زبان سے حق بات نکالے گا اس کو روحانی و جسمانی اذیتوں میں مبتلا کریں گے اور اس کے ساتھ نہایت تکلیف دہ اور پریشان کن سلوک کریں گے۔

''جو شخص اس فتنہ کو دیکھے گا......الخ'' کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس فتنہ کی باتوں کی طرف متوجہ رہے گا اور ان لوگوں کی قربت و ہمنشینی اختیار کرے گا جو اس فتنہ کا باعث ہوں گے، تو اس شخص کا اس فتنہ سے محفوظ رہنا اور اس کے برے اثرات کے چنگل سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوگا، اس کے برخلاف جو شخص اس فتنہ سے دور اور فتنہ پردازوں سے بے تعلق رہے گا وہ فلاح یاب ہوگا۔

''زبان درازی تلوار مارنے کی مانند ہوگی'' کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت چونکہ لوگوں میں تعصب و عداوت، ضد و ہٹ دھرمی اور حق کو قبول نہ کرنے پر اصرار بہت زیادہ ہوگا اس لئے وہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات سننا بھی گوارا نہیں کریں گے جو ان کی مرضی و منشاء کے خلاف ہوگی، لہٰذا اس فتنہ میں زبان کھولنے والا گویا خون ریزی کی دعوت دے گا، اور یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ بعض وقت زبان سے نکلا ہوا لفظ اپنی تاثیر کے اعتبار سے تلوار کی دھار سے بھی زیادہ سخت وار کر جاتا ہے، کسی نے کیا خوب

کہا ہے۔

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

''نیزے کے پھل کا زخم مندمل ہو جاتا ہے، لیکن زبان کے گھاؤ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔'' (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

زمانہ نبوی ﷺ کے بعد عرب میں ظہور پذیر ہونے والے فتنہ کی پیشگوئی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''افسوس اور بدنصیبی عرب کی کہ برائی کے فتنے کا ظاہر ہونا قریب آ گیا ہے، اس فتنہ میں وہی شخص نجات یافتہ اور فلاح یاب رہے گا، جس نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔'' (ابوداؤد شریف)

تشریح......کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد گرامی کے ذریعے عرب کے اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا جو حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں پیش آیا اور جس نے مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار، خراج و بغاوت اور بدامنی و خانہ جنگی کی صورت میں نہ صرف حضرت عثمان غنیؓ کو جام شہادت نوش کرنے پر مجبور کیا بلکہ اس کا سلسلہ بعد میں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی آویزش کی صورت میں بہت دنوں تک جاری رہا اور اسلام اور مسلمانوں کو کافی نقصانات برداشت کرنا پڑے، لیکن ملا علی قاریؒ کا کہنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مصداق حضرت امام حسینؓ کے خلاف یزید ابن معاویہؓ کی وہ کاروائی ہے جس کے نتیجے میں عالی مقام کربلا کے میدان میں شہید ہوئے، معنی کے اعتبار سے یہ قول زیادہ صحیح اور حدیث کے قریب تر ہے کیونکہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا سانحہ ایک ایسا فتنہ تھا جس کی برائی میں عرب و عجم میں سے کسی کو بھی کوئی شک و شبہ نہیں۔

فتنہ وفساد سے دور رہنے والا شخص نیک بخت ہے

حضرت مقداد بن اسودؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو گویا آپ نے بات کی اہمیت کو زیادہ موثر اور تاکیدی انداز میں بیان کرنے کے لئے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور یقیناً نیک بخت وہ شخص بھی ہے جو فتنہ میں مبتلا کیا گیا لیکن اس نے صبر وضبط کا دامن پکڑے رکھا اور قابل افسوس وہ شخص ہے جو نہ فتنوں سے محفوظ رکھا گیا اور نہ اس نے صبر وضبط اختیار کیا۔'' (ابوداؤدؒ شریف)

تشریح......''واھا'' کے معنی ہیں افسوس، حسرت اور کبھی یہ لفظ عجب یعنی خوشی ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، پس اگر یہاں یہ اظہار افسوس وحسرت کے معنی میں لیا جائے تو کہا جائے گا کہ ''فواھا'' کا لفظ ماقبل جملہ یعنی لمن ابتلی فصبر سے الگ ہے اور ایک ایسے جملے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو اگرچہ لفظوں میں مذکور نہیں ہے لیکن اس کا مفہوم مراد لیا گیا ہے، اس صورت میں پوری عبارت گویا یوں ہوگی کہ یہ اور قابل افسوس وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ نہ رکھا گیا ہو اور (فتنوں میں مبتلا ہونے کی صورت میں) اس نے صبر وضبط اختیار نہ کیا ہو'' اس طرح ماقبل جملہ لمن ابتلی فصبر میں لفظ لمن کے لام کو مفتوح قرار دیا جائے گا، اور اگر یہاں ''واھا'' کے معنی عجب یعنی خوشی کو ظاہر کرنا، مراد ہوں تو اس صورت میں ''فواھا'' کسی علیحدہ جملے کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے نہیں ہوگا، یہ کہ ماقبل جملہ لمن ابتلی فصبر سے جڑا ہوا سمجھا جائے گا اور اس جملے کا ترجمہ یوں ہوگا کہ فتنوں سے محفوظ رہنا اور (اگر فتنے میں مبتلا ہو جائے تو) صبر وضبط اختیار کرنا کتنی اچھی اور خوش کرنے والے بات ہے؟ چنانچہ بعض محدثین نے جو یہاں لمن ابتلی فصبر میں ''لمن'' کے لام کو زیر کے ساتھ پڑھا اور لکھا اور اس کو ''فواھا'' کے متعلق کہا ہے تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں واھا کا لفظ عجب

یعنی اظہار خوشی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

تین فتنے اور انکے نقصانات

حضرت ابن مسیّبؒ سے جو جلیل القدر تابعین میں سے تھے اور جنہوں نے چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ پایا تھا روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔''جب پہلا فتنہ کہ جس سے پہلے اسلام میں کوئی فتنہ ظاہر نہیں ہوا واقع ہوا یعنی حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا، پھر جب دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی حرہ کا واقعہ پیش آیا تو ان صحابہؓ میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو صلح حدیبیہ یعنی بیت الرضوان میں شریک ہوئے تھے پھر جب تیسرا فتنہ واقع ہوا تو اس کا خاتمہ اس حالت میں نہیں ہوا تھا کہ لوگوں میں قوت اور فربہی باقی رہی ہو۔ (بخاری شریف)

تشریح......''یعنی'' کا لفظ اس راوی کا ہے جس نے اس روایت کو حضرت مسیّب سے نقل کیا ہے، گویا اس راوی نے اس لفظ کے ذریعے وضاحت کی کہ حضرت ابن مسیّب نے جس فتنہ کو ذکر کیا اس سے ان کی مراد کس فتنہ سے تھی'' فلم یبق ......الخ کے الفاظ ابن مسیّب کے ہیں، جن سے مراد یہ ہے کہ اصحاب بدر اس وقت سے خدا کو پیارے ہونے لگے تھے جب کہ پہلا فتنہ یعنی ۳۵ھ میں دوسرا فتنہ یعنی حرہ کی جنگ کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت تک کوئی بھی بدری صحابی باقی نہیں رہا تھا پس مذکورہ الفاظ کی مراد یہ نہیں ہے کہ اصحاب بدر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے فتنہ میں مارے گئے تھے، اس وضاحت کو بعد کے جملے میں بھی ان الفاظ پر منطبق کرنا چاہئے اور حاصل یہ کہ غزوہ بدر میں شرکت کی برکت کے سبب اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہؓ کو محفوظ رکھا اور انہوں نے فتنے کا دوبارہ منہ نہیں دیکھا، اصحاب بدر میں سب سے آخر میں جن صحابی

کا انتقال ہوا ہے وہ حضرت سعد ابن ابووقاصؓ ہیں جو واقعہ حرہ سے چند سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔

''حرہ'' مدینہ کے ایک نواحی علاقے کو کہا جاتا تھا جہاں کی زمین سخت پتھریلی اور سیاہ رنگ کی تھی، یزید ابن معاویہؓ کی طرف سے جو لشکر مدینہ والوں پر چڑھ کر آیا تھا، اس کی جنگی کاروائیوں کی ابتداء اسی جگہ سے ہوئی تھی۔

''طباخ'' کے معنی ہیں مضبوطی، قوت موٹاپا، اور کبھی یہ لفظ اپنے برعکس معنی کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو طباخ نہیں ہے یعنی اس کو عقل نہیں ہے، اس میں خیر وبھلائی نہیں ہے، حدیث کے اس آخری جملے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فتنہ ظاہر ہو تو اس وقت لوگوں میں یعنی تابعین میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا تھا، بعض حواشی میں لکھا ہے کہ ابن مسیّب نے جس تیسرے فتنہ کی طرف اشارہ کیا، اس سے ابن حمزہ خارجی کا فتنہ خروج مراد ہے جو مروان ابن محمد ابن مروان ابن الحکم کے زمانے میں پیش آیا تھا، اور کرمانیؒ نے یہ لکھا ہے کہ اس تیسرے فتنہ سے مراد عبداللہ ابن زبیرؓ اور اہل مکہ کے خلاف حجاج ابن یوسف کی وہ جنگ ہے جو عبدالملک ابن مروان کے زمانے میں ۷۳ھ میں ہوئی تھی اور جس کے نتیجے میں کعبہ اقدس کی بھی تخریب ہوئی تھی لیکن یہ مراد اس صورت میں صحیح قرار نہیں پاسکتی جب کہ حدیث کے آخری جملہ کے مطابق یہ کہا جائے کہ اس فتنے کے وقت دنیا میں کوئی صحابی موجود نہیں تھا کیونکہ حجاج ابن یوسف کی جنگ کے وقت تو صحابہؓ کی اچھی خاصی تعداد بقید حیات تھی، لہٰذا پہلی مراد صحیح ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

آنے والے زمانے سے متعلق پیشنگوئی

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) کیا اس خیر کے بعد شر پیدا ہوگا جیسا کہ اب سے پہلے شر کا دور دورہ تھا یعنی جس طرح

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کفر وشرک اور برائیوں کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور پھر آپ ﷺ کے نور نبوت نے بدی وبرائی کی تاریکی کو ختم کرکے نیکی اور بھلائی کا اجالا پھیلایا، اسی طرح کیا خیر وبھلائی کے اس زمانے کے بعد شر وبرائی کا زمانہ بھی آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں اس کے بعد پھر بدی وبرائی کا زمانہ بھی آئے گا میں نے عرض کیا کہ پھر اس وقت بچنے کی کیا سبیل ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''تلوار'' یعنی اس فتنہ سے حفاظت، تلوار آزمائی کے ذریعے حاصل ہوگی یا یہ مراد ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کا راستہ یہی ہوگا کہ تم اس فتنہ کو پیدا کرنے والے لوگوں کا سر تلوار سے اڑادو، میں نے عرض کیا کہ پھر اس تلوار کے بعد اہل اسلام باقی رہیں گے یعنی جب مسلمان بدی اور برائی کی طاقتوں کو ختم کرنے کے لئے تلوار اٹھائیں گے اور قتل وقتال کریں گے تو کیا اس کے بعد اس زمانے کے مسلمانوں میں اتنی طاقت واجتماعیت باقی رہ جائے گی کہ وہ امانت ودیانت کے ساتھ اپنی سرداری وحاکمیت قائم کرلیں اور لوگ اس کی قیادت وامارت پر اتفاق کرلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں امارت یعنی حکومت وسلطنت تو قائم ہوجائے گی لیکن اس کی بنیاد فساد پر ہوگی اور صلح کی بنیاد کدورت پر ہوگی'' میں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کے بعد گمراہی کی طرف بلانے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ اگر اس وقت زمین پر کوئی خلیفہ یعنی امیر وبادشاہ ہو تو خواہ وہ تیری پیٹھ پر مارے ہی کیوں نہ اور تیرا مال کیوں نہ لے لے، یعنی وہ امیر وبادشاہ اگرچہ تمہیں ناحق ستائے تم پر ظلم وستم ڈھائے اور تمہارا مال واسباب چھین لے لیکن تم اس کی اطاعت سے منہ نہ پھیرنا تاوقتیکہ وہ تمہیں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی کام کرنے کو نہ کہے اور یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دین وملت میں افتراق وانتشار اور مملکت میں بدامنی وفساد پیدا نہ ہو اور اگر کوئی خلیفہ یعنی امیر وبادشاہ نہ ہو تو تمہاری موت ایسی حالت میں آنی چاہئے کہ تم کسی درخت کی جڑ میں پناہ پکڑے ہوئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا

اس کے بعد دنیا اور زیادہ فتنہ وانتشار اور برائیوں کی طرف بڑھتی رہے گی اور مسلمان بتدریج دینی وملی طور پر اور دنیاوی اعتبار سے بھی زوال پذیر ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ حضرت مہدیؓ کے زمانہ میں دجال کا ظہور ہوگا جس کے ساتھ پانی کی نہر ہوگی اور آگ کی خندق۔ پس جو شخص اس کی آگ میں پڑے گا اس کا اجر ثابت وقائم ہوگا اور اس کے گناہ (جو اس نے پہلے کئے ہوں گے) دور ہوجائیں گے اور جو شخص اس کی نہر میں پڑے گا وہ اس کا گناہ اس کے لئے باردوش بنے گا اور اس کا اجر (جو اس نے اچھے عمل کر کے حاصل کئے ہوں گے) جاتا رہے گا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''گھوڑے کا بچہ جنوایا جائے گا اور وہ سواری نہیں دینے پائے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔''

اور ایک روایت میں امارت تو قائم ہوجائے گی لیکن اس کی بنیاد فساد پر ہوگی کے بجائے یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کدورت پر صلح ہوگی یعنی اس وقت لوگ ظاہر میں تو صلح صفائی کا راستہ اختیار کریں گے لیکن ان کے باطن میں کدورت ہوگی اور وہ کسی معاہدہ وفیصلہ پر دلوں کی ناخوشی اور بخشش کے ساتھ متفق ومجتمع ہوں گے'' میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کدورت پر صلح سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دل اس حالت پر نہیں ہوں گے جس پر پہلے تھے یعنی جس طرح اسلام کے ابتدائی زمانے میں لوگوں کے دل بغض وکینہ سے صاف رہا کرتے تھے، وہ جو بات کہا کرتے یا جو معاملہ کرتے تھے اس میں صدق دلی شامل ہوتی تھی، اس طرح کے پاک وصاف دل اس وقت کے لوگوں کے نہیں ہوں گے کہ زبان سے کچھ کہیں گے، معاملہ کچھ کریں گے اور دل میں کچھ اور رکھیں گے، یا یہ مراد ہے کہ لوگوں میں باہمی صلح وصفائی ہوجانے کے باوجود ان کے دل اس طرح پاک وصاف نہیں ہوں گے جس طرح ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد میں مبتلا ہونے اور کدورت پیدا ہونے سے پہلے تھے۔'' میں نے عرض کیا کہ کیا اس بھلائی کے بعد کہ

جو آپس کے نفاق وکدورت کے بعد مذکورہ باہمی مصالحت ومفاہمت کی صورت میں ظاہر ہوگی اور جو اگرچہ برائی کی آمیزش سے پوری طرح صاف نہیں ہوگی کسی اور برائی کا ظہور ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں اس کے بعد پھر برائی کا ظہور ہوگا اور وہ ایک ایسے برے فتنہ کی صورت میں ہوگا جو اندھا اور بہرا ہوگا، یعنی وہ فتنہ لوگوں کی عقل وخرد اور نیکی وبدی کی قوت تمیز پر اس طرح اثر انداز ہوجائے کہ وہ حق اور سچائی کو نہ دیکھیں گے اور نہ سنیں گے، گویا فتنہ کی طرف اندھے پن اور بہرے پن کی نسبت مجازاً ہے، اصل مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہوکر بدی اور برائی کی انتہائی حدوں تک پہنچ جائیں گے اور اس کا نتیجہ، جیسا کہ آگے فرمایا جارہا ہے، یہ ہوگا کہ اس فتنہ کی طرف بلانے والے لوگ پیدا ہوجائیں گے، یعنی لوگ محض اس فتنہ میں مبتلا ہی نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوجائے گی جو اس فتنہ کو ہوا دے گی اور دوسروں کے اس فتنہ میں مبتلا ہونے کا باعث بنے گی اور اس جماعت کے لوگوں کا یہ عمل ایسا ظاہر کرے گا جیسے کہ وہ دوزخ پر کھڑے ہوکر مخلوق کو اس دوزخ کی طرف بلا رہے ہیں چنانچہ بلانے والے اور ان کے بلاوے کو قبول کرنے والے سب ہی دوزخ میں جائیں گے پس اے حذیفہ! اس وقت تمہاری موت اگر اس حالت میں آئے کہ تم کسی درخت کی جڑ میں پناہ پکڑے ہوئے ہو تو یہ اس سے بہتر ہوگا کہ تم اہل فتنہ میں سے کسی کی اتباع وپیروی کرو۔ (ابوداؤد شریف)

تشریح...... قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جس فتنہ سے بچاؤ کا ذریعہ تلوار کو قرار دیا تھا اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں اسلام سے پھر گئے تھے اور اپنے ارتداد بغاوت کے ذریعہ ایک بڑے فتنہ کا باعث بننے والے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت تدبر وہوشیاری کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور طاقت کے ذریعے ان کو دبایا۔

اقذاء'' اصل میں قذی کی جمع ہے اور قذاۃ کی جس کے معنی اس کیچڑ، کوڑے

اور تنکے کے ہیں جو آنکھ میں یا پانی وشربت وغیرہ میں پڑ جائے ، پس حضور ﷺ نے فرمایا
کہ اس وقت امارت وحکومت تو قائم ہو جائے گی اور مسلمانوں کا امیر وخلیفہ بھی ہوگا
لیکن لوگ اخلاص وحسن نیت کے ساتھ اپنی اس امارت وحکومت کے تئیں وفاداری نہ
رکھیں گے بلکہ ان کے دلوں میں بغض وعداوت ،عدم وفاداری اور مخالفت اور مخاصمت
کے جذبات ہوں گے ، جیسا کہ اگر کسی کی آنکھ میں کوئی ریزہ یا تنکا پڑ جائے تو گو وہ باہر
سے اچھی معلوم ہوتی ہو مگر اس کے اندر سخت سوزش اور دکھن ہوتی ہے اسی طرح وہ لوگ
گو ظاہر میں اپنی امارت وحکومت کے وفادار وبہی خواہ نظر آئیں گے مگر ان کے اندر غیر
وفاداری اور مخالفت وعداوت بھری ہوگی ، اور قاضیؒ نے اس کے دوسرے معنی بیان
کئے ہیں اور وہ یہ کہ اس وقت مسلمانوں کی حکومت وامارت تو قائم ہوگی لیکن وہ امارت
وحکومت بعض بدعتوں اور دین مخالف کارروائیوں کے ذریعے اپنی حیثیت کو بگاڑے
رکھے گی۔

''ھدنة'' ، مصالحت کے مفہوم میں ہے اور اصل میں اس کے معنی سکون وآرام
اور فراغت کے ہیں اور دخن دخان کے مفہوم میں ہے جس کے معنی ہیں ''دھواں'' اس
جملے ''ھدنة علی دخن'' ، صلح کی بنیاد کدورت پر ہوگی کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر
بیان کیا گیا کہ اس وقت باہم مخاصمت ومخالفت رکھنے والے فریقوں کے درمیان جو
مصالحت ہوگی وہ فریب ونفاق اور بدنیتی کے ساتھ ہوگی کہ اس اعتبار سے یہ جملہ ماقبل
کے جملہ کو مؤکد کرنے کے لئے ہے، اور شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ
کے اس ارشاد گرامی کا مصداق ومصالحت ومفاہمت ہے جو حضرت امام حسن
اور حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کردی تھی اور انہوں نے یعنی امیر معاویہؓ نے اپنی
امارت وسیادت کو مستحکم کرلیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات خصوصاً مورخین نے
یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ امیر معاویہؓ ، حضرت امام حسنؓ سے صلح وصفائی کرلینے کے بعد خلیفہ
ہوئے تھے اس معنی میں صحیح نہیں ہے کہ امام حسنؓ واقعۃً حضرت امیر معاویہؓ کو خلافت کا

اپنے سے زیادہ مستحق واہل جانتے تھے اس لئے انہوں نے صلح کر کے ان کے حق میں
خلافت سے دستبرداری دے دی تھی ، ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے سیاسی عناصر
نے حضرت امام حسنؓ کے خلاف جس طرح کا ماحول بنادیا تھا اور ان دونوں عظیم
المرتبت شخصیتوں کی باہمی آویزش کی وجہ سے دین وملت کو جو نقصان پہنچنے والا
تھا، حضرت امام موصوف نے اس سے بچنے کے لئے بادل نخواستہ مصالحت کی اور اپنی
خلافت وحکومت کو دین وملت کے وسیع تر مفاد پر ترجیح دینے کے بجائے اس سے
دستبرداری ہی کو بہتر سمجھا۔

''گمراہی کی طرف بلانے والے لوگ پیدا ہوں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ
مسلمانوں کے امراء اور ارباب حکومت میں سے ایسے لوگوں کی جماعت پیدا ہوگی جو
لوگوں کو بدعت وگناہ کی طرف مائل کرے گی اور برائی کے راستے پر لگائے گی۔

''کسی درخت کی جڑ میں پناہ پکڑے ہوئے ہو'' کے ذریعے اس امر کی تلقین کرنا
مقصود ہے کہ ایسے نازک حالات اور اس طرح کے سخت دین مخالف ماحول میں تمہیں
چاہئے کہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کہیں گوشہ نشیں ہو جاؤ اور اپنے آپ کو فتنہ
وفساد سے بچا کر اپنی باقی زندگی کو کسی ایسی جگہ گزار دو جہاں تک اس فتنہ کے برے
اثرات تم تک نہ پہنچ سکیں یہاں تک کہ اگر تمہیں ان نازک حالات اور اس پرفتن ماحول
سے دور رہنے کے لئے کہیں دور جنگل میں جا کر کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے
اور وہاں اتنی سخت اور صبر آزما زندگی گذارنی پڑے کہ گھاس پھوس اور لکڑی چبانے تک
کی نوبت آجائے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ مطلب یہ
ہے کہ اس امیر وبادشاہ کی طرف سے تمہارے حق میں کتنے ہی سخت حالات پیدا
کر دیئے جائیں تم اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ نہ پھیرنا ، کیونکہ اگر تم اس امیر
وبادشاہ کی اطاعت نہیں کرو گے تو پھر تمہیں اور زیادہ شدید حالات میں اور کہیں زیادہ
سخت اذیت کے ساتھ مرنا پڑے گا ، نیز بعض نے کہا مطلب یہ ہیکہ اگر ایسا نہ ہو یعنی تم

اس امیر و بادشاہ کے ظلم وستم کی وجہ سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے سے معذور ہوتو پھر نکل کھڑے ہواور کہیں دور جنگل میں جا کر کسی درخت کی جڑ میں پناہ لے لو یعنی اس امیر و بادشاہ کی زیرِ حکومت علاقہ سے نکل جاؤ اور کہیں دوسری جگہ جا کر پناہ گزین ہوجاؤ۔

جس کے ساتھ پانی کی نہر ہوگی اور آگ کی خندق'' کے بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ دونوں چیزیں حقیقی نہیں بلکہ محض خیالی ہوں گی اور ان کا تعلق سحر وطلسم سے ہوگا یعنی بظاہر نظر تو ایسا آئے گا کہ وہ دجال اپنے ساتھ پانی کی نہر اور آگ کی خندق لئے پھر رہا ہے لیکن حقیقت ان کے علاوہ کچھ اور ہوگی، جیسا کہ شعبدہ باز نظر بندی کر کے کچھ کا کچھ دکھا دیتے ہیں، اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس کے ساتھ پانی کی جو نہر ہوگی وہ نتیجہ وحقیقت کے اعتبار سے آگ ہوگی اور آگ کی خندق ہوگی وہ نتیجہ وحقیقت کے اعتبار سے پانی ثابت ہوگا، اور حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اس جملے کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات تو یہی ہے کہ یہ عبارت حقیقی معنی پر محمول ہے، یعنی اس کے ساتھ واقعۃً پانی کی نہر اور آگ کی خندق ہوگی، لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ ان چیزوں سے مراد لطف وقہر اور وعدہ و وعید ہو، یعنی پانی کی نہر سے مراد تو یہ ہے کہ اس کے پاس اپنے متعلقین کے لئے زبردست ترغیبات ولالچ اور آسائش وراحت کے سامان ہوں گے اور آگ کی خندق سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین ومنکرین کے لئے ڈرانے، دھمکانے اور مصیبت واذیت میں مبتلا کرنے کے ذرائع رکھے گا، پس جو شخص اس کی آگ میں پڑے گا، کا مطلب یہ ہے جو شخص دجال کی موافقت وتابعداری نہیں کرے گا وہ اس کو آگ میں ڈالے گا اور طرح طرح کی سختیوں اور آلام میں مبتلا کرے گا اور جو شخص اس کی آگ میں پڑے گا وہ خدا کے دین پر ثابت قدم رہنے اور خدا کی رضاء کی خاطر ہر مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے اجر پائے گا اور اس نے پہلے جو گناہ کئے ہوں گے وہ دھل جائیں گے، اسی طرح جو شخص دجال کی

موافقت وتابعداری کرے گا اس کو وہ پانی میں ڈالے گا یعنی اس کو طرح طرح کی آسائش وراحت زیادہ سے زیادہ دنیاوی فائدے پہنچائے گا، چنانچہ جو شخص اس کے پانی میں جائے گا وہ دنیاوی آسائش وراحت اور یہاں کی زندگانی کی محبت کے سبب اس پر ایمان لانے، اس کی اطاعت وفرمانبرادی کرنے کی وجہ سے سخت وبال مول لے لے گا اور اس نے پہلے جو اچھے کام کئے ہوں گے ان سب کا اجر ضائع ہوجائے گا۔

''ثم ینتھج المھر سے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ یہاں ''نتج'' کی اصل میں تولید کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی لوگ اپنی گھوڑیوں کے ہاں بچہ ہونے کی تدابیر اختیار کریں گے اور بچہ جننے کے وقت گھوڑیوں کی دیکھ بھال اور خدمت کریں گے جیسا کہ دایہ کسی عورت کے ہاں ولادت کے وقت خدمت انجام دیتی ہے اور ''مھر'' کے معنی بچھڑے کے ہیں اور اگر یہ لفظ ''ۃ'' کے ساتھ یعنی ''مہرۃ'' ہوتو اس کے معنی بچھڑی کے ہوتے ہیں، نیز ''یرکب'' کے معنی ہیں سواری دینے کی عمر کو پہنچ جانا یا سواری کے قابل ہوجانا، بہر حال جو یہ فرمایا گیا ہے کہ لوگ اپنی گھوڑیوں سے بچے جنوانے کی تدابیر کریں گے تا کہ ان کو سواری کے کام میں لاسکیں لیکن جب ان کی گھوڑیاں بچے جنیں گی تو وہ بچے ابھی سواری کے قابل بھی نہیں ہونے پائیں گے کہ قیامت آجائے گی، تو اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کی طرف اشارہ کرنا ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت سے قیامت کے دن تک گھوڑوں کی سواری کا موقع ہی نہیں آئے گا اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اس زمانے میں کفار کا وجود ہی نہیں ہوگا کہ جن سے جنگ کرنے کے لئے گھوڑوں کی سواری کی ضرورت پیش آئے۔ لیکن یہ مراد لینا اور مذکورہ تاویل کرنا اس زمانے میں تو صحیح تھا جب کہ گھوڑوں کی سواری صرف میدان جنگ تک محدود رہتی تھی اور گھوڑے کا اصل مصرف کفار کے مقابلے پر لڑنے کے لئے ان کو استعمال کرنا سمجھا جاتا تھا، ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں یہ بات کچھ زیادہ وزن دار معلوم نہیں ہوتی یا اس جملے کے ذریعے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دجال کے

ظاہر ہو جانے کے بعد سے قیامت آنے تک زمانہ طویل نہیں ہوگا، بہت مختصر ہوگا، گویا اس وقت سے قیامت آنے تک میں بس اتنا عرصہ رہ جائے گا ایک بچھڑے کے پیدا ہونے کے وقت سے اس سواری کے قابل ہونے تک کے درمیان لگتا ہے، یہ وضاحت نہ صرف یہ کہ زیادہ صاف وقرین قیاس ہے بلکہ ان احادیث کے مفہوم کے مطابق بھی ہے جو اس سلسلے میں منقول ہیں۔

امن وامان کی بشارت سے متعلق پیشگوئی

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو شخص آئے، ایک نے بھوک کی اور دوسرے نے رہزنی کی شکایت کی، آپ ﷺ نے عدی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔'' کیوں عدی؟ تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا، دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کو جانتا ہوں،'' آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا، اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کا خزانہ فتح کر لیا جائے گا، اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا چاندی لے کر نکلے گا کہ کسی کو خیرات دے لیکن دولت کی کثرت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔'' عدیؓ کے دل میں یہ بات کھٹکی تھی کہ آخر قبیلہ طے کے وہ ڈاکو کیا ہو جائیں گے جنہوں نے تمام ملک میں آگ لگا رکھی ہے، لیکن خود عدی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے واپس جاتی ہے اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا، ان کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے کسریٰ کا خزانہ فتح کیا ان میں میں بھی تھا، صرف تیسری پیشگوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی ہے، جو لوگ زندہ رہیں گے وہ اس کو بھی پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے، چنانچہ راویوں کا بیان ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانہ میں یہ واقعہ بھی بعینہ

گزرا۔

آخری زمانہ سے متعلق پیشگوئی

قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لاتذهب الدنیا حتی یمر الرجل علی القبر فیتمرغ علیه ویقول یلیتنی کنت مکان صاحب هذا القبر ولیس به الدین الاالبلاء. (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔'' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہیں ہوگی جب تک کہ ایسا زمانہ نہیں آجائے گا کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا اور پھر لوٹ کر قبر پر آئے گا اور حسرت سے کہے گا کہ کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا، اور یہ اس کا دین نہیں ہوگا بلکہ بلا ہوگی۔ (مسلم شریف)

تشریح......علماء نے اس حدیث کے آخری جملہ۔'' اور یہ دین اس کا دین نہیں ہوگا۔......الخ کے دو مطلب بیان کئے ہیں، ایک تو یہ کہ'' دین'' سے مراد عادت ہے اور ویسے 'دین'' عادت کے معنی میں بھی آتا ہے، لہٰذا مراد یہ ہے کہ وہ شخص جب قبر کے پاس سے گذرے گا اور پھر لوٹ کر قبر پر آئے گا اور اپنی مذکورہ خواہش وآرزو کا اظہار کرے گا تو اس کا وہ لوٹنا اور اس کا آرزو کا اظہار کرنا اس کی کسی عادت کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ اس فتنہ وبلا کی وجہ سے ہوگا جس میں وہ گرفتار ہوگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ'' دین'' سے مراد اس کے مشہور معنی دین ومذہب ہیں اس صورت میں اس جملہ کی وضاحت یہ ہوگی کہ اس کا قبر پر لوٹ کر آنا اور وہاں کھڑے ہو کر مذکورہ خواہش وحسرت کا اظہار کرنا کسی ایسے فتنہ وبلا میں گرفتار ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگا جو اس کے دین اور اس کے آخری معاملات کو نقصان پہنچانے یا تباہ کرنے کا سبب بنا ہو بلکہ کسی ایسی مصیبت وبلا میں گرفتاری کی وجہ سے ہوگا جس نے اس کی دنیا کو نقصان پہنچایا یا تباہ کیا

ہوگا ان دونوں وضاحتوں کے علاوہ ایک اور وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ اس کا قبر پر لوٹ کر آنا اور مذکورہ حسرت کے اظہار کی صورت میں گویا موت کی آرزو کرنا ایک ایسے وقت کی بات ہوگی جب کسی فتنہ وبلا کے سبب اس کا دین جاتا رہا ہوگا اور اس وقت اس کے پاس فتنہ وبلاء کے مضر اثرات کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

حجاز کی ایک آگ سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ حجاز سے ایک آگ نہ بھڑک لے گی اور اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح...... ''بصریٰ'' ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے جو دمشق سے تین منزل کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے اور حجاز جزیرۃ العرب کے اس علاقہ کو کہا جاتا ہے جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہیں، اس حدیث میں جس آگ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے متعلق تواتر کے ساتھ یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ اس آگ کے نمودار ہونے کا حادثہ پیش آچکا ہے اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس آگ کے زیر اثر آنے والا زیادہ تر حصہ مدینہ منورہ ہی کے علاقہ پر مشتمل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سرور کائنات ﷺ کی برکت سے مدینہ کے شہریوں کو اس آگ کی آفت وتباہ کاری سے محفوظ وماموں رکھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ۳ جمادی الثانی ۶۵۰ھ جمعہ کے دن وہ آگ نمودار ہوئی اور ۲۷ رجب ۶۵۰ھ بروز اتوار تک یعنی مسلسل بارہ دن تک ظاہر رہی، راویوں نے اس کی کیفیت یہ لکھی ہے کہ اچانک حجاز کی جانب سے وہ آگ نمودار ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے تھا کہ آگ کا ایک پورا شہر ہے جس میں قلع یا برج اور کنگورے جیسے چیزیں

موجود ہیں اور انسانوں کا اژدہام اس شہر کو کھینچے چلا آرہا ہے، اس آگ کا سلسلہ جس پہاڑ تک پہنچتا اس کو شیشے اور موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتا تھا، اس کے شعلوں میں بجلی کی کڑک جیسی آواز اور دریا کے تموج جیسا جوش تھا، اور یہ محسوس ہورہا تھا کہ جیسے اس کے اندر سے سرخ اور نیلے رنگ کے دریا نکل رہے ہوں، وہ آگ اس کیفیت کے ساتھ مدینہ منورہ تک پہنچی مگر عجیب تر بات یہ تھی کہ اس کے شعلوں کی طرف سے جو ہوا مدینہ تک آرہی تھی وہ ٹھنڈی تھی علماء نے لکھا ہے کہ اس آگ کی لپیٹیں مدینہ کے تمام جنگلوں تک کو منور کیے ہوئے تھیں یہاں تک کہ حرم نبوی اور مدینہ کے تمام گھروں میں سورج کی طرح روشنی پھیل گئی تھی، لوگ رات کے وقت اسی کی روشنی میں اپنے سارے کام کاج کرتے تھے بلکہ ان دنوں میں اس پورے علاقہ پر سورج اور چاند کی روشنی معطل اور ماند ہوگئی تھی، مکہ معظّمہ کے بعض لوگوں نے یہ شہادت دی کہ انہوں نے وہ روشنی یمامہ اور بصریٰ تک دیکھی، اس آگ کی عجیب خصوصیات میں سے ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ پتھروں کو تو جلا کر کوئلہ کردیتی تھی مگر درختوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، کہتے ہیں کہ جنگل میں ایک بہت بڑا پتھر پڑا تھا جس کا آدھا حصہ حرم مدینہ کی حدود میں تھا اور آدھا حصہ حدود حرم سے باہر تھا آگ نے پتھر کے اس آدھے حصہ کو جلا کر کوئلہ کردیا جو حدود حرم سے باہر تھا، لیکن جب اس آدھے حصہ تک آگ پہنچی جو حدود حرم میں تھا تو ٹھنڈی پڑگئی اور پتھر کا وہ آدھا حصہ بالکل محفوظ رہا، بہرحال اس عجیب وغریب ہیبت ناک آگ نے اہل مدینہ پر بڑا خوف وہراس طاری کردیا، لوگوں نے رو روکر خدا سے اس آتشی فتنہ کے دفعیہ کے لئے دعا کی اپنی عملی اور دینی کوتاہیوں کی طرف متوجہ ہوئے جس کے ذمہ جس کا جو حق تھا وہ اس کی ادائیگی میں لگ گیا صدقہ وخیرات اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کردیا اور جمعہ کی رات میں تمام اہل مدینہ یہاں تک کہ عورتیں اور بچے حرم شریف میں جمع ہوگئے اور سب لوگ حجرہ شریف (روضہ اقدس) کے چاروں طرف ننگے سر بیٹھے روتے اور گڑگڑاتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے

حفظ وامان کی دعائیں مانگتے رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آگ کا رخ شمال کی جانب پھیر دیا اور مدینہ منورہ کو اس سے محفوظ و مامون کر دیا علماء لکھتے ہیں کہ اس آگ کا نمودار ہونا قدرت الٰہی کی ایک عبرت انگیز نشانی تھی، اس سال تمام دنیا میں مختلف قسم کے عجیب وغریب حادثات وقائع کا ظہور ہوا اور اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد مختلف علاقوں میں خون ریز جنگ اور قتل وقتال کی وہ مہیب آگ بھڑکی جس نے بغداد جیسے عظیم شہر کو تاراج کر دیا اور تاتاریوں کے فتنہ کی صورت میں عالم اسلام کو سخت نقصان سے دوچار کیا۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

شراب سے متعلق ایک پیشنگوئی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ۔سب سے پہلے جس کام کو اوندھا کر دیا جائے گا۔ حدیث کے راوی حضرت زید ابن یحییٰ نے وضاحت کی کہ یعنی اسلام میں سب سے پہلے جس کام کو اوندھا کر دیا جائے گا جیسے برتن اوندھا کر دیا جاتا ہے وہ شراب ہوگی، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا جب کہ شراب کے متعلق اللہ کے وہ احکام بیان ہو چکے ہیں جو سب پر ظاہر بھی ہو گئے ہیں؟ یعنی جب شراب کی حرامت نازل ہو چکی ہے اور نہایت سختی کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس حرمت اجتناب کا یہ حکم اتنا واضح ، اتنا عام اور اس قدر تاکید کے ساتھ ہے کہ سب مسلمان اس سے واقف وآگاہ ہو گئے ہیں تو پھر ایسا کس طرح ہوگا کہ اس کا حکم بدل دیا جائے گا اور وہ مسلمانوں کو اسلام کی مخالفت کی راہ پر لیجائے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''لوگ حیلوں اور بہانوں کے ذریعہ اس کو پینا شروع کر دیں گے اور طریقہ یہ اختیار کریں گے کہ اس کا نام بدل دیں گے اور اس کو حلال قرار دے لیں گے۔''

تشریح...... یعنی الاسلام کے الفاظ حدیث کے ایک راوی زیدؒ نے بیان کئے

ہیں اور ان میں بھی الاسلام سے پہلے ''فی'' کا لفظ تھا جو راوی سے ساقط ہو گیا ہے۔ کسی مجلس یا خطبہ میں حضور ﷺ شراب کا ذکر اور اس کا حکم بیان فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے اس اثناء میں اول ما یکفاء ارشاد فرمایا۔ چنانچہ دارمی نے اس ارشاد کو واضح کرنے کیلئے اس جملہ کی خبر، جو محذوف تھی، اپنے الفاظ الخمر کے ذریعہ بیان کی ''پس'' ''یعنی الخمر'' کا لفظ بھی راوی کا ہے جو یہ مراد بیان کرتا ہے کہ اسلام میں جس چیز کو سب سے پہلے الٹ دیا جائے گا وہ شراب ہے، بہرحال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب آخر زمانہ میں مسلمانوں کی دینی زندگی میں بہت الٹ پھیر ہو جائے گا اور اسلام کے احکام میں سے سب سے پہلے جس حکم کو ساقط کر دیا جائے گا وہ شراب اور اس کا حکم ہے کہ لوگ نہ صرف شراب نوشی اختیار کریں گے بلکہ مختلف حیلوں بہانوں اور تاویلوں کے ذریعہ اس کو حلال وجائز قرار دینے کی سعی بھی کریں گے، مثلاً اس کا نام بدل کر کسی ایسی مشروب کے نام پر رکھ دیں گے جس کا پینا ناجائز ہے، جب کہ حقیقت میں وہ شراب ہوگی، یا اس کو کسی دوسرا اجزاء جیسے شہد اور چاول وغیرہ کے ساتھ بنائیں گے اور کہیں گے کہ اسلام میں جس چیز کو ''خمر'' یعنی شراب کہا گیا ہے اور جس کا پینا حرام ہے وہ انگور کا پانی ہے کہ اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور یہ مشروب چونکہ انگور سے نہیں بنایا گیا ہے، اس لئے اس کو پینا حرام نہیں ہے، حالانکہ وہ نہیں جانیں گے کہ جو اچھی چیز نشہ پیدا کرنے والی ہے وہ حرام ہے اور ''خمر'' کے حکم میں ہے۔

اور اس کو حلال قرار دے لیں گے۔'' کی دو صورتیں ہوں گی ایک تو یہ کہ وہ لوگ واقعتاً اس کو حلال جانیں گے، اس صورت میں وہ کافر ہو جائیں گے کیونکہ شریعت نے جس چیز کو وضاحت کے ساتھ حرام قرار دیا ہے اس کو حلال جاننا کفر ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس کو واقعتاً حلال قرار نہیں دیں گے بلکہ اس کو اسی طرح کھلم کھلا پئیں گے اور یہ ظاہر کریں گے کہ گویا ہم حلال چیز پیتے ہیں، اس صورت میں ان پر کفر کا نہیں بلکہ فسق کا حکم لگے گا۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

قتل وقتال سے متعلق پیشگوئی

حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔''جب میری امت میں آپس میں تلوار چل جائے گی تو پھر قیامت تک امت کے لوگوں میں قتل وقتال سے باز نہیں رہے گی ،اوراس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے بعض قبائل مشرکوں کے ساتھ نہ جاملیں گے،اوراس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے بعض قبائل بتوں کو پوجنے لگیں گے۔اور حقیقت یہ ہے کہ میری امت میں سے تیس جھوٹے یعنی نبوت کے دعویٰ کرنے والے ظاہر ہوں گے ان میں سے ہرایک یہ گمان کرے گا کہ وہ خدا کا نبی ہے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں ،میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا،اور میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر ثابت قدم رہے گی یعنی عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی دین کے صحیح راستے پر چلنے والی ہوگی اور دشمنان دین پر غالب رہے گی اس جماعت کا کوئی بھی مخالف و بدخواہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ اس جماعت کے لوگ دین پر ثابت قدم اور برحق ہونے کی وجہ سے خدا کی مدد ونصرت کے سایہ میں ہوں گے تا کہ خدا کا حکم آئے۔ (ابوداؤد،ترمذی)

تشریح......حدیث کے پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ کو بعض مسلمانوں کی وجہ سے میری امت میں باہمی محاذ آرائی آپس میں قتل وقتال کی سیاست کو عمل ودخل کا موقع مل گیا تو پھر مسلمانوں کی باہمی خونریزی اور ایک دوسرے کے خلاف تشدد وطاقت کے استعمال کا ایسا سلسلہ شروع ہوجائے گا کہ جو قیامت تک ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ میری امت کے لوگ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی صورت میں اپنی ہی صفوں کے خلاف لڑتے رہیں گے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بالکل صحیح ثابت ہوا اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے مسلمانوں کی جو باہمی محاذ آرائی شروع ہوئی

تھی ،اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

''جب تک میری امت کے بعض قبائل مشرکوں کے ساتھ نہ جاملیں گے۔''

حضور ﷺ کی اس پیشین گوئی کا کچھ حصہ تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ہی سامنے آ گیا تھا جب حضرت صدیقؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں عرب کے چند قبائل کچھ شرپسندوں اور منافقین کے فریب میں آکر ارتداد میں مبتلا ہوگئے تھے اور کفر وشرک کی طاقتوں کے ساتھ مل گئے تھے،لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فراست ودانش مندی اور قوت فیصلہ کی مضبوطی واولوالعزمی نے ان مرتدین کا استیصال کر دیا تھا۔

''جب تک میری امت کے بعض قبائل بتوں کو پوجنے لگیں گے''میں بتوں کا پوجنا اگر حقیقی معنی میں مراد ہے تو کہا جائے گا کہ شاید آئندہ زمانے میں کوئی وقت ایسا بھی آئے جب مسلمانوں کے کچھ طبقے ایمان واسلام کا دعویٰ رکھنے کے باوجود، واقعۃً بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے، ویسے موجودہ زمانے میں بھی ایسے مسلمانوں کا وجود بہر حال پایا جاتا ہے جو قبر پرستی اور تعزیہ کی پرستش وغیرہ کی صورت میں اپنی پیشانیاں غیراللہ کے آگے سجدہ ریز کرتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اس جملے میں بتوں کو پوجنے والی بات اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مجازی اور معنوی صورت مراد ہے تو پھر اس کے محمول کی بہت صورتیں ہوسکتی ہیں، جو زمانے میں پائی جاتی ہیں،ان میں سے ایک صورت مال ودولت اور جاہ واقتدار وغیرہ کے حصول کو اپنی زندگی کا اصل مقصد اور اپنی امیدوں اور آرزوؤں کی واحد آماجگاہ بنالینا ہے،اس صورت میں اس ارشادگرامی کا ایک محمول وہ لوگ بھی ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

﴿تعس عبدالدینار عبدالدرھم﴾

''درہم ودینا (یعنی مال ودولت) کے غلام ہلاک ہوں۔''

لفظ''خاتم''ت کے زیر اور زبر دونوں کے ساتھ آتا ہے،اور وانا خاتم النبیین ،کا جملہ نحوی قاعدہ کے اعتبار سے حال واقع ہوا ہے، نیز لا نبی بعدی کا جملہ اپنے پہلے جملے

یعنی انا خاتم النبیین کی تفسیر و وضاحت کے طور پر ہے۔

''تا آنکہ خدا کا حکم آئے'' میں ''خدا کے حکم'' سے مراد قیامت ہے یا دین کا اس طرح تسلط وغلبہ پالینا مراد ہے کہ روئے زمین پر کفر کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہے۔

قیامت تک پیدا ہونے والے اس امت کے فتنہ پردازوں سے متعلق پیشگوئی

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے یہ رفقاء یعنی صحابہ کرامؓ بھول گئے ہیں یا وہ بھولے تو نہیں ہیں مگر اپنی بعض مصلحتوں کی وجہ سے ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے بھول گئے ہیں، خدا کی قسم، رسول کریم ﷺ نے کسی بھی ایسے فتنہ پردازوں کو ذکر کرنے سے نہیں چھوڑا تھا جو دنیا کے ختم ہونے تک پیدا ہونے والا ہے اور جس کے تابعداروں کی تعداد تین سو تک یا تین سو سے زائد تک ہوگی، آپ ﷺ نے ہر فتنہ پرداز کا ذکر کرتے وقت ہمیں اس کا اور اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ تک کا نام بتایا تھا۔ (ابوداؤد شریف)

تشریح...... ''فتنہ پرداز'' سے مراد وہ شخص ہے جو فتنہ وفساد اور تباہی اور خرابی کا باعث ہو، جیسے وہ عالم دین جو دین میں بدعت پیدا کرے دین کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑائے، امت میں افتراق وانتشار پیدا کر کے اسلام کی شوکت کو مجروح کرے اور جیسے وہ ظالم بادشاہ وامیر جو مسلمانوں کے باہمی قتل وقتال کا باعث ہو۔

''تین سو'' کے عدد کی قید بظاہر اس لئے لگائی گئی ہے کہ کم سے کم اتنی تعداد میں آدمیوں کا کسی فتنہ پرداز کے گرد جمع ہو جانا، اس فتنہ پرداز کی فتنہ پردازیوں کو پھیلانے، فتنہ وفساد کی کارروائیوں کو اثر انداز ہو جانے اور دین وملت کو نقصان پہنچ جانے کے لئے عام طور پر کافی ہو جاتا ہے، اگر کسی فتنہ پرداز کے تابعداروں کی تعداد اس سے کم ہوتی ہے تو گو وہ انفرادی اور جزوی طور پر فتنہ پردازی میں کامیاب ہو جائے مگر اجتماعی طور پر

اثر انداز ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

اور حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی امت کے حق میں جن لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے امام ہیں (یاد رکھو) جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر قیامت تک نہیں رکے گی۔'' (ابوداؤد شریف)

تشریح...... ''ائمۃ'' اصل میں امام کی جمع ہے اور امام قوم وجماعت کے سردار، پیشوا اور اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو اپنے قول وفعل یا عقیدے کی اتباع کی طرف بلائے، پس اس ارشاد کا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی اور ملی حیثیت نیز ان کے دین کے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی اور تباہی کی طرف لے جانے والی جو چیز ہے وہ مسلمانوں کی قیادت اور رہبری اور پیشوائی کرنے والے لوگوں کا گمراہ ہونا ہے کیونکہ انفرادی حیثیت میں کسی بھی شخص کے گمراہ ہونے کا نقصان اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے، لیکن قائد وپیشوا کی گمراہی ونقصان ضرر پوری قوم وجماعت کو متاثر کرتا ہے۔

''جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی...... الخ'' کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک دوسرے کے خلاف تلوار وطاقت آزمائی کی سیاست کی ابتداء ہو جائے گی اور باہمی مسائل ومعاملات کو افہام وتفہیم اور دین ودیانت کی روشنی میں حل کرنے کی بجائے تشدد وخونریزی کے راستے کو اختیار کر لیا جائے گا تو پھر طاقت آزمائی اور تشدد خونریزی کا وہ فتنہ قیامت تک ٹھنڈا نہیں ہوگا اور مسلمان کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہیں گے، واضح رہے کہ حضور ﷺ نے اس ارشاد گرامی کے ذریعے امت میں خونریزی کی ابتداء ہو جانے کے جس خوف کی طرف اشارہ فرمایا تھا اس کا مصداق امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے واقعہ شہادت کی صورت میں سامنے آیا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے مسلمان نے مسلمان کے خلاف جو تلوار اٹھائی

اورخون بہایا وہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہے اور پھر ان کے سانحہ شہادت کے بعد مسلمانوں میں باہمی خونریزی کا جوسلسلہ شروع ہوا وہ آج تک باقی ہے جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

تین عظیم واقعات سے متعلق پیشگوئی

حضرت عبداللہ ابن مسعود نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اسلام کی چکی پینتیس برس یا چھتیس برس یا سینتیس برس تک گھومتی رہے گی پھر اگر لوگ ہلاک ہوں گے تو اس راستے پر چلنے کی وجہ سے ہلاک ہوں گے جس پر چل کر پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور اگر ان کا نظام کامل و برقرار رہا تو ان کے دینی نظام کی تکمیل و برقراری کا وہ سلسلہ ستر برس تک رہے گا۔'' حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ (سن کر) پوچھا کہ یہ ستر برس بقیہ میں سے ہوں گے یا اس عرصہ سمیت ہوں گے جو گزرا، یعنی آپ ﷺ نے دین کے نظام کی تکمیل و برقراری کے لئے جس ستر سال کے عرصے کا ذکر فرمایا ہے آیا اس سے ستر سال کا وہ عرصہ مراد ہے جس کی ابتداء ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال کا مذکورہ زمانہ گزرنے کے بعد ہوگی، یا وہ مذکورہ سال بھی اس ستر سال کے عرصے میں شامل ہیں اور اس کی ابتداء اسلام کے ابتدائی زمانہ یا ہجرت کے وقت سے مراد لی گئی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ مذکورہ سال بھی ان ستر سالوں میں شامل ہیں اور ستر سال کا عرصہ اس عرصہ سمیت ہے جو اسلام کے ابتدائی زمانہ یا ہجرت کے وقت سے اب تک گزر چکا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

تشریح......اسلام کی چکی گھومتی رہے گی، سے حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ وہ زمانہ کہ جس میں دین کا نظام مستحکم واستوار رہے گا، احکام شریعت کی بھرپور حکمرانی ہوگی، مسلمانوں کے تمام دینی ودنیاوی معاملات قرآن وسنت کے مطابق خوش اسلوبی

کے ساتھ چلتے رہیں گے اور دین وآخرت کی زندگی فتنہ وفساد سے محفوظ و مامون رہے گی، ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال پر مشتمل ہوگا اور اس زمانے کی ابتداء ہجرت کے سال ہے کہ اسلام کے ملی وسیاسی ظہور اور ملکی فتوحات کا سلسلہ سال ہجرت ہی سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا سانحہ اسلام کی تاریخ کا وہ پہلا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کی دینی وملی زندگی کو سخت دھچکا لگایا اور اسلام کی سیاسی طاقت باہمی افتراق وانتشار کی وجہ سے بہت مضمحل ہوگئی، یہ فتنہ ۳۵ھ میں ظاہر ہوا، اس کے بعد ۳۶ھ میں جنگ جمل اور ۳۷ھ میں جنگ صفین کے فتنے پیش آئے، جس نے مسلمانوں کے دینی وملی نظام اور سیاسی استحکام کو ہلا کر رکھ دیا اور اس کے نہایت روح فرسا نتائج نکلے۔

۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ کے تعین کے سلسلے میں ایک وضاحت تو وہ ہے جو اوپر بیان کی گئی یعنی ابتداء تو سال ہجرت سے شمار کی جائے اور انتہا حضرت عثمانؓ کی شہادت اور پھر جنگ جمل اور جنگ صفین کو قرار دیا جائے تو بالترتیب ۳۵ھ، ۳۶، اور ۳۷ھ کے واقعات ہیں، لیکن اس بارے میں ایک احتمال یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ کلام اس سال ارشاد فرمایا تھا جب کہ آپ ﷺ کی زندگی کے چند ہی سال باقی رہ گئے تھے اور اگر ان چند سالوں کو خلفاء اربعہ کی مدت خلافت کے ساتھ جوڑا جائے تو ان سب کی مجموعی مدت اتنے ہی سالوں پر مشتمل ہے جو حضور ﷺ نے اس ارشاد گرامی میں ظاہر فرمائی، گویا اس قول کے مطابق ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال کا ابتدائی سال تو اس کو قرار دیا جائے گا جس میں حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اور ان سالوں کا آخری سال حضرت علیؓ کی خلافت کے سال آخر کو قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا دین کے نظام کے استقرار وتکمیل سے اگر یہ مراد لیا جائے کہ ان مذکورہ سالوں میں دین پوری طرح محفوظ و مامون رہے گا تو پھر مذکورہ سالوں کے تعین کے سلسلے میں یہی وضاحت مناسب تر اور اولیٰ ہوگی اور اگر ''دین کے استقرار وتکمیل'' سے مراد لیا جائے کہ ملک وملت کے

تمام انتظام فتنہ وفساد سے پاک ہوں گے خلافت کا مسئلہ خوش اسلوبی اور اتفاق واتحاد کے ساتھ طے پاتا رہے گا اور مسلمانوں کے درمیان کوئی محاذ آرائی اور مخالفت وعناد کی صورت پیدا نہیں ہوگی تو پھر مذکورہ سالوں کے تعین میں وہ وضاحت مناسب تر ہوگی جو پہلے نقل کی گئی، ایک اور احتمال بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مذکورہ سالوں کی ابتداء اس وقت سے لگائی جب کہ آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونے کا سلسلہ شروع ہوا تھا، یعنی نبوت کا پہلا سال اس صورت میں ۳۵ برس کی مدت کا اختتام حضرت عمرؓ کی خلافت کے اختتام پر ہوگا یہ احتمال اس اعتبار سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد دین وایمان کی سلامتی سنت کی اتباع، جماعتی اتحاد واتفاق، مسلمانوں کی باہمی قلبی محبت ورواداری اور دین وملت کا اخلاقی وسیاسی استحکام جس زمانے میں بہت عمدہ اور نہایت خوبی کے ساتھ تھا وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ایک دوسال کے بعد ہی جو صورت پیدا ہوگئی اور دین وملت کے نظم واستحکام کے منافی جو حادثات وواقعات ظاہر ہونے شروع ہوئے وہی ان فتنوں کا باعث بنے جن کی حشر سامانیوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو نہایت مکدر کر کے رکھ دیا۔

’’پھر اگر لوگ ہلاک ہوں گے......الخ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ سالوں میں دین وملت کے اخلاقی وسیاسی ونظام میں استحکام واستقرار کے بعد اگر لوگ اپنے دینی وملی معاملات میں اختلاف وانتشار کا شکار ہوجائیں دین وآخرت کے امور میں سستی وکوتاہی کا شکار اور گناہ ومعصیت کا ارتکاب کرنے لگیں تو سمجھو کہ وہ اس خطرناک راستے پر پڑ گئے ہیں جس پر چل کر پچھلی امتوں کے لوگوں نے تباہی وبربادی اور ہلاکت مول لی تھی، چنانچہ پچھلی امتوں کے لوگ اسی لئے تباہ وبرباد اور ہلاک کردیئے گئے تھے کہ انہوں نے کجروی اختیار کرلی تھی، حق سے دور ہٹ گئے تھے، شرعی احکام اور اپنے ملی معاملات میں اختلاف وانتشار کا شکار ہوگئے تھے، اپنے دین پر عمل کرنے اور اپنے

پیغمبر کی تعلیمات کو ماننے میں سستی وکوتاہی اور لاپرواہی برتنے لگے تھے اور گناہ ومعصیت سے اجتناب نہیں کرتے تھے، واضح رہے کہ جو چیزیں انسان کی ہلاکت وتباہی کا سبب بنتی ہیں اور جن کو اختیار کر کے کوئی شخص ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے ان ہی اسباب کو ’’ہلاکت‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

’’اور اگر ان کے دین کا نظام کامل وبرقرار رہا......الخ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان پہلے کی طرح اپنے امیر وخلیفہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر قائم رہے، احکام شریعت اور دینی نظام کو برقرار رکھنے اور ان کی اتباع کرنے پر عامل رہے اور ملی اتحاد واتفاق کے ذریعے اسلام کی شوکت کو بحال رکھنے میں مصروف رہے تو ان کے ملی اور سیاسی استحکام وبرقراری کا سلسلہ ستر برس تک جاری رہے گا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ستر برس کی تحدید سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا حقیقی مفہوم پوری وضاحت کے ساتھ سامنے نہیں ہے، تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ دینی وملی نظام کے اخلاقی وسیاسی استحکام کے سلسلے میں جو بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ وہ (یعنی دینی وملی استحکام) ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سا تک تک قائم رہے گی تو اسی کے اعتبار سے یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کے ملی وملکی امور اور سیاسی وانتظامی معاملات آنے والے زمانہ کی بہ نسبت ان ستر سالوں میں زیادہ عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پاتے رہیں گے۔

بہرحال اس حدیث کی تشریح میں یوں تو شارحین نے بہت زیادہ بحث کی ہے اور لمبی چوڑی باتیں لکھی ہیں لیکن قابل اعتماد واعتبار مسلک وعقیدے کے مطابق نیز حدیث کے الفاظ کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر طور پر جو تشریح کی جاسکتی تھی وہ یہاں نقل کردی گئی جو انشاءاللہ کافی ہوگی۔

لیکن اگر اسی اختصار کے ساتھ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ان منقولات وفرمودات کو بھی بیان کردیا جائے جو اس حدیث کی تشریح سے متعلق رکھتے ہیں تو حدیث کے فرمودات اور اس کے مصداق کی کچھ اور وضاحت ہوجائے گی چنانچہ

شاہ صاحبؒ کے مطابق جو حدیث کا حاصل اور مصداق ہے یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ زمانہ ہجرت کے بعد اسلام کی پیش قدمی اور مسلمانوں کے حالات میں جو مضبوطی واستحکام پیدا ہوتا ہے، وہ ۳۵، ۳۶ سالوں تک یوں ہی چلتا رہے گا اور تمام دینی وملی معاملات خوش اسلوبی کے ساتھ طے پاتے رہے ہیں گے، پھر اسلام کے دائرہ میں کچھ اضطراب واقع ہوجائے گا اور باہمی افتراق وانتشار کی وجہ سے مسلمانوں کے دینی وملی معاملات میں خرابی پیدا ہونی شروع ہوجائے گی، چنانچہ اس بگاڑ اور خرابی کی ابتداء ۳۵ھ سے ہوئی جب کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، پھر ۳۶ھ میں مزید بگاڑ واقع ہوا جب کہ ام المومنین عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان محاذ آرائی ہوئی اور جس کو جنگ جمل کہا جاتا ہے اور اس کے بعد ۳۷ھ میں حالات بالکل ہی قابو سے باہر ہوگئے اور اسلام ومسلمانوں کو سخت نقصان وتباہی سے دوچار ہونا پڑا۔ جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان بڑی خوف ناک جنگ جنگ صفین کے نام سے ہوئی، اس کے بعد گویا حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مسلمانوں کے دینی وملی نظام میں اس خرابی کے واقع ہونے کے بعد اور باغیوں کے غالب آجانے اور خلیفہ برحق کی مغلوبیت کی وجہ سے اگر لوگ دینی وملی نظام کو تباہ کرنے والے ان اعمال واطوار کو اختیار کرکے ہلاک ہوں گے تو وہ اس راستے پر چلنے کی وجہ سے ہلاک ہوں گے جس پر پچھلی امتوں کے لوگوں نے چل کر اپنے آپ کو تباہ وبرباد کرلیا تھا، چنانچہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام حسنؓ کو نہایت مجبوری اور ناگواری کے ساتھ اپنی خلافت سے دست کش ہونا پڑا اور جس طرح ان کو گویا مغلوب ہونا پڑا جس کے نتائج آگے چل کر باہمی افتراق وانتشار اور جاہ واقتدار کی خاطر ایک دوسرے کے خلاف قتل وقتال کی صورت میں رونما ہوئے اور اگر خلیفہ برحق کا اقتدار وتسلط قائم رہا اور باغیوں کو غالب آنے کا موقع نہ مل سکا تو مسلمانوں کا دینی وملی نظام آنے والے زمانوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ عمدگی کے

ساتھ چلتا رہے گا اور یہ نظام ستر برس تک یوں ہی قائم رہے گا۔

حدیث مذکورہ کی تفصیلی وضاحت

حدیث کی تشریح میں تین ایسے واقعات کا ذکر آیا ہے جو اسلامی تاریخ میں نہایت روح فرسا نتائج کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں، اور جن کی طرف حضور ﷺ نے گویا پہلے ہی اشارہ فرمادیا تھا، یہ تینوں واقعات ہیں، شہادت عثمانؓ، جنگ جمل، اور جنگ صفین، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں واقعات پر مختصر انداز میں روشنی ڈالی جائے، چنانچہ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ اور اس کے پس منظر کو بیان کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عثمانؓ اسلام کے تیسرے خلیفہ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بعد مسلمانوں کے امیر وحکمراں بنے تھے، حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک مسلمانوں کے عام دینی وسیاسی اور ملکی وملی معاملات ایک مستحکم خلافت کے تحت عمدگی اور خوبی کے ساتھ چلتے رہے اور ان عوامل واسباب کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا جو خلافت کے استحکام اور ملی نظم واتحاد کے خلاف کسی محاذ آرائی کا باعث بنتے، حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ابتدائی نصف حصہ بھی اسی نہج پر استوار رہا لیکن اس کے بعد کچھ ایسے اندرونی عوامل واسباب پیدا ہوگئے اور اس کے ساتھ بعض ایسی بیرونی سازشیں حرکت میں آگئیں جن سے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا استحکام ڈانوں ڈول ہوگیا اور ملک وملت کے دینی وسیاسی معاملات پر حضرت عثمانؓ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، حضرت عثمانؓ کے جہاں بے شمار اوصاف ان کی زندگی میں مابہ الامتیاز حیثیت رکھتے ہیں وہاں ان میں ایک بڑا وصف علم ومروت، چشم پوشی ودرگزر اور خاص طور پر اپنے عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک کا جذبہ بھی تھا، انہوں نے اخلاص نیت کے ساتھ اپنے ان عزیز واقارب کو اونچے عہدوں اور مناصب پر فائز کیا جن کو وہ ان عہدوں کے لئے واقعۃً اور دیانۃً اہل

اورمناسب جانتے تھے، نیز وہ چونکہ ذاتی طور پر بہت مالدار تھے اس لئے اپنے مال ودولت کے ذریعے اپنے عزیزوں کی خبر گیری رکھتے تھے اوران کی مالی معاونت فرمایا کرتے تھے ادھر مسلمانوں کے ذہنی وفکری حالات میں بھی زمانہ کے تغیرات اوروسیع تر ماحول میں عام خلط ملط کے اثرات سے کافی حد تک تبدیلی آگئی تھی، چنانچہ کچھ مسلمانوں میں اورخاص طور پر ان مسلمانوں میں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے، اور جو قدیم قبائلی وعلاقائی عصبیت کی گرفت سے پوری طرح آزادنہیں ہوئے تھے، یہ شکوک پیدا ہونے شروع ہوگئے کہ امیر المؤمنین اپنی خلافت کے ذریعے اپنے قبیلے اوراپنے خاندان کے لوگوں ہی کومنفعت پہنچارہے ہیں، اگرچہ اس طرح کے لوگ ابھی بہت کم تھے اورعام لوگوں میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوئی بدگمانی اورشکایت پیدانہیں ہوئی تھی لیکن عین اسی وقت عبداللہ ابن سبا نے اپنی مکروہ سازش کا جال پھیلانے کا کام شروع کردیا، عبداللہ ابن سبا شہر صنعاء کا رہنے والا ایک یہودی تھا اس نے حضرت عثمانؓ کی خلافت میں یہ دیکھ کر کہ مسلمان ہی دنیا کی سب سے فاتح قوم بن گئی ہے اوراس قوم کو بہت زیادہ مال وحشمت حاصل ہے، مدینہ میں آیا اور بظاہر مسلمان بن کر رہنے لگا، اس کا اصل مقصد محض دولت وحشمت کا حصول ہی نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ذہن میں مسلمانوں کی طاقت کمزور کرنے اوراسلام کی شوکت وحشمت کوختم کرنے کی سازش بھی پنہاں رکھتا تھا، چنانچہ وہ مدینہ میں اپنی اس سازش کی تکمیل میں مصروف ہوگیا، وہاں جب کچھ کامیابی نہیں ہوئی تو بصرہ پہنچا۔

بصرہ میں اس نے مختلف مکروفریب اورترغیبات ولالچ کے ذریعے لوگوں کواپنا گرویدہ بنالیا اورطرح طرح کی بدعقیدگیوں کا پرچار شروع کیا، جب بصرہ کے گورنر کو اس کے حالات اوراس کی اصل حقیقت کاعلم ہوااورانہوں نے بازپرس کی تو وہاں اپنے حامیوں کی ایک جماعت چھوڑ کر کوفہ آگیا جہاں پہلے ہی سے ایک جماعت حضرت عثمانؓ اوران کے عامل کے خلاف تھی یہاں عبداللہ ابن سبا کو اپنی سازش پھیلانے کا

موقع ملا اس کوایک طرف تواسلام سے مخالفت تھی، دوسری طرف وہ حضرت عثمانؓ سے کوئی ذاتی عداوت وعناد بھی رکھتا تھا اوران سے انتقام لینے کی خواہش رکھتا تھا کچھ دنوں کے بعد اس کو کوفہ بھی چھوڑنا پڑا اور پھر دمشق پہنچ گیا دمشق میں اس کی دال زیادہ نہ گلی اورجلد ہی اسے یہاں سے بھی شہر بدر ہونا پڑا، یہاں سے نکل کر وہ مصر پہنچا اوروہاں اس نے زیادہ ہوشیاری اوراطاعت کے ساتھ کام شروع کیا، اورایک باقاعدہ خفیہ جماعت کی تنظیم کی چونکہ وہ اہل بیت کی محبت اور حضرت علیؓ کے ساتھ تعلق کا دعویٰ بھی کرتا تھا، لہٰذا اس فریب آمیز دعویٰ کے ذریعے مصر میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی اورلوگوں نے اس کے گرد جمع ہونا شروع کردیا یہاں بیٹھ کر اس نے اسلامی سلطنت کے ان تمام علاقوں سے رابطہ قائم کیا، جہاں جہاں وہ گیا تھا اوراپنے کچھ حامیوں کی جماعت چھوڑ کر آیا تھا، اپنے ان حامیوں کے ذریعے ایک طرف تو اس نے مختلف علاقوں سے اہل مدینہ کے پاس یہ شکایتیں پہنچوائیں کہ عثمانؓ کے عامل اورگورنر اپنے اپنے علاقوں کے لوگوں پر سخت ظلم وستم کررہے ہیں، دوسری طرف اس نے عام مسلمانوں میں حضرت عثمانؓ کی خویش پروری اوران کے عاملوں اورگورنروں کے ظلم وستم کے فرضی واقعات کا پروپیگنڈہ کرکر کے خلافت عثمانؓ کے خلاف ناراضگی اورشورش پیدا کردی، جب حضرت عثمانؓ کو اس شورش کا علم ہوا تو انہوں نے صورت حال کی طرف توجہ دی اوراپنے عاملین اورمشیروں کو جمع کر کے مشورہ کیا، کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ جو افراد یہ شورش پھیلانے کے ذمہ دار ہیں ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کردیا جائے اورمجرمین کے ساتھ کوئی رعایت روانہ رکھی جائے لیکن حضرت عثمانؓ نے اپنی مروت وبردباری کی وجہ سے اس مشورے کو قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ میں قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق کسی شخص کو اس وقت تک قتل نہیں کرسکتا جب تک کہ علانیہ مرتد ہوتے نہ دیکھ لوں اوراس کا جرم ثابت نہ ہوجائے غرض معمولی تدابیر کے علاوہ سازشیوں کے خلاف کوئی سخت کارروائی نہیں ہوئی جس سے ان کے حوصلے اور بلند ہوگئے اور وہ نہایت

زور وشور کے ساتھ اپنی تخریبی کاروائیوں میں مصروف رہے اور اکثر علاقوں خاص طور پر مصر میں شورش پسندوں کے گروہ کے گروہ تیار ہوگئے جن کو مدینہ پر دھاوا بولنے اور حضرت عثمانؓ کو قتل کردینے کی تربیت دی جانے لگی۔

ادھر عبداللہ ابن سبا کے لوگ مختلف علاقوں کے گورنروں وعاملوں کے خلاف جو فرضی شکایتیں اہل مدینہ کے پاس بھیجتے تھے ان کو اہل مدینہ صحیح سمجھ کر حضرت عثمانؓ سے ان گورنروں اور عاملوں کی معزولی کا مطالبہ کرتے تھے، مگر حضرت عثمانؓ کو تفتیش وتحقیق سے چونکہ معلوم ہوجاتا تھا کہ تمام شکایتیں فرضی ہیں اس لئے وہ ان گورنروں اور عاملوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مدینہ میں حضرت عثمانؓ اور ان کی حکومت کے خلاف بدگمانیوں اور شکایتوں کی ایک فضا بن گئی اور جا بجا خلیفہ وقت کی نسبت سرگوشیاں ہونا شروع ہوگئیں بلکہ لوگوں کی زبان سے اعلانیہ شکایتیں آنے لگیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عبداللہ ابن سبا کے ایجنٹ تمام ممالک اسلامیہ اور تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں پہنچ چکے تھے اور ان کے حامیوں کے گروہ ہر جگہ پیدا ہوچکے تھے جب اس نے دیکھ لیا کہ اس کی سازش آخری مرحلوں میں پہنچ گئی ہے، تمام علاقوں میں خلافت عثمانؓ کے خلاف بدگمانیوں اور شکایتوں کا جال پھیلا دیا گیا ہے اور ہر جگہ میرے حامیوں کی خاصی تعداد جمع ہوگئی ہے تو اس نے ہر ہر علاقے سے اپنے مسلح آدمیوں کی بڑی تعداد، چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں اور خفیہ طور پر مدینہ روانہ کی، اور پھر کچھ دنوں کے بعد مدینہ والوں نے دیکھا کہ باغیوں اور بلوائیوں کی ایک بڑی جماعت نعرہ تکبیر بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوگئی ہے، عبداللہ ابن سبا نے حضرت علیؓ کی محبت اور ان کو خلیفہ بنانے کا دعویٰ کرکے جن لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا تھا ان تک اس نے حضرت علیؓ کا ایک جعلی خط بھی گشت کرایا تھا جس میں گویا انہوں نے باغیوں کی حمایت کا اعلان کیا تھا، چنانچہ بلوائیوں نے مدینہ پہنچ کر حضرت علیؓ سے مدد کی درخواست کی تو انہوں نے ان کی کسی بھی طرح سے مدد کرنے سے صاف انکار کردیا

انہوں نے ان سے اس بات کا انکار کیا کہ میں نے تم لوگوں کی حمایت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے کبھی بھی تم لوگوں کو خط نہیں لکھا۔ حضرت علیؓ نے بلوائیوں کو ان کی سازش سے دور رکھنے کی بہت کوشش کی۔ دوسرے صحابہؓ نے بھی معاملے کو سلجھانے کی بہت کوشش کی۔ حضرت عثمانؓ نے بلوائیوں کے مطالبے پر مصر کے گورنر کو معزول بھی کردیا لیکن اصل تحریک کا مقصد ہی محض شورش وبغاوت پھیلانا تھا اس لئے بلوائیوں کے لیڈروں نے صورت حال کو معمول پر لانے اور شورش کو دبانے کی تمام تدابیر کو ناکام بنادیا، حضرت عثمانؓ نے یہ رنگ اور مدینہ کے گلی کوچوں کو بلوائیوں سے پر دیکھ کر مختلف بلاد اسلامیہ کے گورنروں کو خط لکھ کر امداد طلب کی، اور ان بلاد سے سرکاری فوجیں بلوائیوں کی سرکوبی کے لئے مدینہ کی طرف روانہ بھی ہوگئیں لیکن بلوائیوں نے ان فوجوں کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر کر ان کا محاصرہ کرلیا، اس موقع پر یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ اس صورت حال کو بگاڑنے میں بڑا دخل مروان ابن حکم کا تھا جو حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی اور ان کا امیر منشی ووزیر تھا، اس نے حضرت عثمانؓ کی مروت وچشم پوشی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی بداطواریوں، جعل سازیوں اور عوام مخالف اقدامات کے ذریعے عام مسلمانوں اور خصوصاً اہل مدینہ کو بہت زیادہ برہم کررکھا تھا، اہل مدینہ نے اس موقع پر فائدہ ضرور اٹھانا چاہا کہ مروان کے خلاف وہ بھی بلوائیوں کے شریک حال ہوگئے لیکن ان کا مطالبہ صرف مروان کو اس کے عہدے سے معزول کرکے اہل مدینہ کے سپرد کردینے کا تھا اور اگر حضرت عثمانؓ اہل مدینہ کا مطالبہ مان لیتے تو شاید بلوائیوں کو اپنے اصل مقصد میں زیادہ کامیابی نہ ہوتی کیونکہ پھر مدینہ کے لوگ بلوائیوں کی حمایت ترک کرکے پوری طاقت سے ان کا مقابلہ کرتے لیکن حضرت عثمانؓ کی مروت نے گوارہ نہ کیا کہ وہ مروان کو اہل مدینہ کے حوالے کرکے ان کے ہاتھوں اس کے قتل ہوجانے کا منظر دیکھیں، بہرحال جب بلوائیوں نے زیادہ شورش برپا کی یہاں تک کہ ان کے مکان کا پانی جانے تک پر پابندی عائد کردی

اور جب حضرت علیؓ ودیگر جلیل القدر صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ اب بلوائی حضرت عثمانؓ کے مکان کا دروازہ توڑ کر ان کو قتل کر دینا چاہتے ہیں تو ان سب نے اپنے صاحبزادوں اور دوسرے متعدد آدمیوں کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر معمور کیا، اور ان لوگوں نے بڑی جوانی مردی سے بلوائیوں کا مقابلہ کر کے حضرتؓ عثمانؓ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا اور دروازے پر جم کر کھڑے ہو گئے، کچھ حضرات نے ان کے مکانوں کی چھتوں پر پہرہ دینا شروع کیا بلوائیوں نے یہ سوچ کر کہ باہر سے سرکاری فوجوں کی آمد سے پہلے بہت جلد حضرت عثمانؓ کا کام کسی نہ کسی طرح تمام کر دینا چاہیئے، یہ چال چلی کہ خفیہ طور پر ایک پڑوسی کے مکان میں گھس گئے اور دیوار پھاند کر حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے اس وقت حضرت عثمانؓ کے جو محافظین تھے ان میں سے کچھ تو کوٹھے پر چڑھے ہوئے باغیوں کی کوشش اور نقل وحرکت کی نگرانی کر رہے تھے، اور کچھ دروازے پر جمے ہوئے بلوائیوں کو اندر گھسنے سے روک رہے تھے، مکان کے اندر صرف عثمانؓ تھے اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ، بلوائیوں نے گھستے ہی حضرت عثمانؓ پر تلوار چلائی جو قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے، ان کی بیوی نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا، ان کی انگلیاں کٹ کر الگ جا پڑیں، پھر دوسرا وار ہوا جس سے حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے ایک بلوائی نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں، پھر تمام بلوائیوں نے زبردست ریلے کے ذریعے مکان کے اندر دھاوا بول دیا، گھر کا سامان لوٹ لیا اور بڑی وابتری مچائی، یہ المناک حادثہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے روز ہوا تین روز تک حضرت عثمانؓ کی لاش بے گوروکفن پڑی رہی، پورے شہر پر بلوائیوں کا تسلط تھا، آخر بعض حضرات نے کوشش کر کے تین دن کے بعد رات کے وقت ان کی نعش مبارک کو بغیر غسل کے دیئے ہوئے کپڑوں میں دفن کر دیا، نماز جنازہ حضرت جبیر ابن مطعمؓ نے پڑھائی اور حضرت عثمانؓ کی اس ہولناک اور مظلومانہ شہادت کے ذریعے ان کا دور خلافت ختم ہو گیا اور بدبخت

یہودیوں کی ایک تباہ کن سازش کو کامیاب ہونے کا موقع مل گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ میں قاتلین عثمانؓ اور بلوائیوں ہی کا دور دورہ تھا اس لئے سب سے پہلے انہوں نے اہل مدینہ کو ڈرا دھمکا کر انتخاب خلیفہ کے کام پر آمادہ کیا، عبداللہ ابن سبا نے چونکہ اپنی پوری سازش اور تحریک میں حضرت علیؓ کا نام اچھالا تھا اور ان ہی کی خلافت قائم کرنے کے نام پر لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کیا تھا اس لئے قدرتی طور پر بلوائیوں کی کثرت حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کرنے کی حامی تھی، اگرچہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پہلے ہی خلافت کے باغیوں سے اپنے تعلق کا انکار کیا تھا اور ان کی مدد کی درخواست کو ٹھکرا دیا تھا لیکن جب بلوائیوں نے ان سے اصرار کیا ادھر انہوں نے اہل مدینہ کی بھی کثرت آراء اپنے بارے میں دیکھی تو وہ خلافت کا بار سنبھالنے کے لئے تیار ہو گئے، تاہم جب لوگ بیعت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے صفائی سے کہہ دیا کہ جب تک اصحابؓ بدر مجھ کو خلیفہ نہ تسلیم کر لیں میں بیعت نہیں لوں گا، یہ سن کر ان لوگوں نے جہاں تک ممکن ہو سکا اصحابؓ بدر کو جمع کر کے حضرت علیؓ کی خدمت میں لائے اور اس طرح ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، خلیفہ بننے کے بعد حضرت علیؓ کو سب سے پہلے جس مطالبے کا سامنا کرنا پڑا وہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا تھا، انہوں نے حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے صرف دو اشخاص کا حلیہ بتایا لیکن ان کا نام نہ بتا سکیں، ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ بلا تشخیص اور تعین اور ثبوت فراہم ہوئے بغیر قاتلین عثمانؓ کو سزا کیسے دے سکتے تھے، اس لئے قصاص کے مطالبے کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی، جب لوگوں نے بالخصوص حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے صرف حضرت علیؓ سے اس مطالبہ پر اصرار کیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں قاتلین عثمانؓ سے قصاص ضرور لوں گا اور حضرت عثمانؓ کے معاملے میں پورا پورا انصاف کروں گا لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے اور ادھر خلافت کا زور پوری

طرح مستحکم نہیں ہوا ہے اس لئے فی الحال میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا، اطمینان اور استحکام حاصل ہونے کے بعد سب سے پہلے اسی معاملے کی طرف توجہ کروں گا، بس اسی جگہ سے حضرت علیؓ کے خلاف بدگمانی کی فضا پیدا ہونا شروع ہوگئی، مسلمانوں بالخصوص بنوامیہ کے لوگوں کو یقین ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ نہیں لیا جائے گا، اور قاتلان عثمانؓ مزے اڑاتے پھریں گے، ادھر سبائیوں نے اس خوف سے کہ کہیں حضرت علیؓ قتل عثمانؓ کے بدلے میں ہمیں سزا نہ دینے لگیں، اپنی سازش میں لگ گئے اور کوشش کرنے لگے کہ خلافت کو استحکام نصیب نہ ہو اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی اور عداوت میں مبتلا ہو جائیں، ام المومنین حضرت عائشہؓ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئی تھیں وہاں سے مدینہ واپس آ رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ سن کر پھر مکہ لوٹ آئیں ان کو حضرت علیؓ کی خلافت کی خبر بھی ملی ساتھ ہی انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ قاتلان عثمانؓ کو سزا دینے میں تامل کر رہے ہیں، چنانچہ وہ مکہ آئیں اور لوگوں کو ان کی اس طرح واپسی کا حال معلوم ہوا تو وہ آکر ان کی سواری کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے مجمع کے روبرو تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ میں خود خون عثمانؓ کا بدلہ لوں گی، بنوامیہ کے تمام لوگوں اور مکہ کے عثمانی گورنر نے ان کی حمایت کا اعلان کیا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مدینہ سے مکہ آئے تو وہ دونوں بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہو گئے، کچھ عرصہ تیاریوں میں لگا اور پھر حضرت عائشہؓ اپنے تمام حامیوں کو لے کر بصرہ روانہ ہوئیں تاکہ وہاں سے فوجی امداد لے کر آگے کی کارروائی شروع کریں راستے میں کچھ لوگ ان سے جدا بھی ہو گئے، خود حضرت عائشہؓ نے ایک مقام پر یہ ارادہ کر لیا کہ اپنے ارادہ سے باز آکر واپس ہو جائیں مگر مسلمانوں کو باہم محاذ آراء کرنے پر سازشیوں کے جو لوگ متعین تھے انہوں نے کچھ ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ کارواں کو پھر آگے بڑھنا پڑا بصرہ کے قریب پہنچ کر ام المومنین خیمہ زن ہو گئیں، گو امیر بصرہ نے ان کی مدد کرنے سے انکار کیا مگر عام لوگوں نے ان کی حمایت

کی اور ان کے لشکر میں شامل ہو گئے، حضرت عائشہؓ اپنا وہ لشکر لے کر مقام امربد تک آ پہنچیں، اس کے بعد امیر بصرہ بھی اپنا لشکر لے کر وہاں آ گیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہو گئے، دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور گورنر بصرہ کی فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور ام المومنینؓ وغیرہ کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا، حضرت علیؓ کو جب یہ صورت حال معلوم ہوئی تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر بصرہ روانہ ہوئے ادھر بعض دور اندیش اور صاحب بصیرت حضرات کی طرف سے ام المومنینؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش ہونے لگی چونکہ ام المومنینؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے قلوب صاف تھے، اور دونوں ہی اس باہمی محاذ آرائی پر سخت دل گرفتہ تھے، اس لئے جب مصالحین نے دونوں کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں دور کرا کے باہمی صلح وصفائی کا میدان ہموار کر لیا اور مصالحت یقینی ہو گئی تو عین موقع پر عبداللہ ابن سبا جو اپنے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود تھا اپنی پرانی یہودی سازش کے تحت متحرک ہو گیا اور جس دن صلح نامہ پر دستخط ہونے والے تھے اس کی صبح سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے پہلے سپاہیوں نے اچانک ام المومنینؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس طرح دونوں طرف کی فوجیں اس بدگمانی میں پڑ کر کہ فریق مخالفت نے مصالحت کی کوشش ٹھکرا کر جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، باہم برسرپیکار ہو گئیں، ام المومنینؓ نے اس موقع پر بھی جنگ رکوانے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے اونٹ پر ہودج میں بیٹھ کر میدان جنگ میں آئیں لیکن چونکہ دونوں طرف کے جذبات بھڑک اٹھے تھے اس لئے میدان جنگ میں ان کی بہ نفس نفیس آمد دونوں طرف سے جنگ کے شعلے کو بھڑکانے کا مزید سبب بن گئی جم کر لڑائی ہوئی اور جنگ کا سارا زور حضرت ام المومنینؓ کے اونٹ کے ارد گرد رہا، اسی مناسبت سے اس جنگ کو جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، سازشیوں کی سازش لوگوں کو بھڑکاتی رہی اور مسلمانوں کی تلوار اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹنے میں

مصروف رہی ،حضرت عائشہؓ نے آخری طور پر جنگ بند کرانے کی ایک اور کوشش کی لیکن عبداللہ ابن سبا کے لوگوں کی وجہ سے وہ کوشش بھی ناکام ہوگئی ،ام المومنینؓ کا اونٹ لڑائی اور کشت وخون کا مرکز بنا ہوا تھا ،چاروں طرف سے حضرت عائشہؓ کے کجاوہ پر تیروں کی بارش ہورہی تھی ،اہل بصرہ پوری جان نثاری کے ساتھ ان تیروں کو اپنے اوپر لے رہے تھے اور اونٹ کے چاروں طرف لاشوں کے انبار لگ گئے ،آخر حضرت علیؓ کے لشکر والوں نے ایک زور کا دھاوا بولا اور ایک شخص نے موقع پاکر اونٹ کے پاؤں میں تلوار ماری اور وہ چلا کر سینہ کے بل بیٹھ گیا ،اونٹ کے گرتے ہی اہل بصرہ منتشر ہوگئے اور جنگ ختم ہوگئی ،اس جنگ میں حضرت عائشہؓ کی طرف سے لڑنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی جن میں سے نو ہزار آدمی میدان جنگ میں کام آئے ،اس کے بعد اگلے دن حضرت علیؓ بصرہ میں داخل ہوئے تمام اہل شہر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد میں حضرت علیؓ نے ام المومنینؓ کو پورے ادب واحترام کے ساتھ بصرہ روانہ فرمایا ،اور طرفین کے درمیان ہر طرح کی صلح وصفائی ہوگئی ،یہ واقعہ ۳۶ھ کے وسط میں پیش آیا اور یہ یہودیوں کی گھناؤنی سازش کا دوسرا حملہ تھا جس سے اہل اسلام کو زبردست دھکا لگا اور مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

حضرت امیر معاویہؓ ،حضرت عثمانؓ کی طرف سے ملک شام کے گورنر مقرر ہوئے تھے ،ان کا حضرت عثمانؓ سے خاندانی اور قرابتی تعلق بھی تھا ،جب حضرت علیؓ نے دوسرے ملکوں اور شہروں میں خلافت عثمانیؓ کے مقررہ گورنروں اور عاملوں کو سبکدوش کرکے اپنے معتمد لوگوں کو ان کی جگہوں پر بھیجا تو حضرت امیر معاویہؓ کی معزولی کا فرمان بھی صادر ہوا اور ان کا عہدہ سنبھالنے کے لئے سہل ابن حنیف کو روانہ فرمایا لیکن سہل ابن حنیف کو راستے ہی سے واپس ہونا پڑا ،اور وہ حضرت امیر معاویہؓ سے شام کی گورنری کا عہدہ سنبھالنے میں ناکام رہے ،اس طرح یہ بات سامنے آگئی کہ حضرت امیر معاویہؓ نے گویا حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا ہے اور وہ بنوامیہ کے معتمد

ہونے کی حیثیت سے خون عثمانؓ کے قصاص کے مسئلہ پر نہایت مضبوطی سے حضرت علیؓ کے مخالف ہیں ،اس موقع پر پھر یہودیوں نے سبائیوں کی صورت میں سازش کا جال پھیلایا اور حضرت علیؓ وامیر معاویہؓ کے درمیان خلیج کو وسیع تر کرنے میں مصروف ہوگئے ،یہاں تک کہ حضرت علیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف ملک شام پر لشکر کشی کا ارادہ کرنے لگے ،لیکن درمیان میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آگیا ،اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے سامنے سب سے بڑا کام ملک شام کو قابو میں لانا اور امیر معاویہؓ سے بیعت لینے ہی کا تھا ،چنانچہ انہوں نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور اس مسئلے کی طرف متوجہ ہوگئے اور شام کی طرف لشکر کشی کا کام شروع ہوگیا ،ادھر حضرت امیر معاویہؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بھی مقابلے کے لئے تیار ہوئے ،کوفہ سے حضرت علیؓ کا لشکر روانہ ہوا اور دریائے فرات کو عبور کرکے اس پار خیمہ زن ہوا ،ادھر دمشق سے حضرت امیر معاویہؓ کا لشکر نکلا اور حضرت علیؓ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے چل پڑا پہلے دونوں لشکروں کے مقدمۃ الجیش کے درمیان مقابلہ ہوا ،اس کے بعد دونوں طرف کی پوری فوجیں میدان جنگ میں پہنچ کر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوگئیں ،حضرت علیؓ اپنی فوج کی کمان کررہے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ اپنے لشکر کے سپہ سالار تھے ،پھر بعض حضرات نے مصالحت کی کوشش شروع کی لیکن سازشیوں کا جال چونکہ دونوں طرف پھیلا ہوا تھا اس لئے یہ کوشش ناکام ہوگئی اس کے بعد مجبوراً لڑائی شروع ہوگئی ،تقریباً ایک مہینے تک تو جنگ کا رخ بالکل انفرادی رہا اور باقاعدہ جنگ سے گریز کیا جاتا رہا ،اس کے بعد ایک مہینے تک کے لئے یہ انفرادی لڑائی بھی معطل کردی گئی اور اس عرصے میں مصالحت کی کوششیں پھر شروع ہوگئیں لیکن مصالحت کی یہ دوسری کوشش بھی کامیاب نہیں ہوسکی اور آخر کار یکم صفر ۳۷ھ سے جنگ کا آغاز ہوگیا ،اور ایک ہفتے سے زائد تک بڑی خوفناک جنگ ہوتی رہی حضرت علیؓ کی فوج کا پلڑا بھاری تھا ،اور جنگ کے آخری دن وہ مرحلہ بھی آگیا تھا کہ حضرت

امیر معاویہؓ کو پوری طرح شکست ہوجاتی لیکن عین موقع پر امیر معاویہؓ کے مشیر خاص حضرت عمرو بن العاصؓ کی حکمت عملی نے فوری جنگ بندی کرادی ،اس کے بعد فریقین نے یہ طے کرلیا کہ حکم کے ذریعے قرآن مجید کی روشنی میں صلح صفائی کرلی جائے۔

امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعریؓ کو ثالث بنانے پر اتفاق ہوگیا، گو آگے چل کر بعض اسباب وعوامل کی بنا پر جس کی تفصیل بہت طویل ہے، یہ ثالثی کامیاب نہیں ہوئی اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان اس آویزش واختلاف کا سلسلہ ختم نہیں ہوا لیکن یہ بھیانک جنگ ،جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہوئی، مزید تباہی وبربادی اور خونریزی پھیلائے بغیر بند ہوگئی اس جنگ نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اور اسلام کی شوکت کو زبردست دھکا لگا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس باہمی محاذ آرائی کے دوران مجموعی طور پر ستر ہزار کے قریب مسلمان جنگ میں کام آئے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف)

خلافت راشدہ کے بعد پیش آنے والے واقعات سے متعلق پیش گوئی

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن (کسی سفر کے موقع پر) میں گدھے پر رسول کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا یعنی رسول ﷺ نے ابوذرؓ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا، گویا یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ ورفقاء کے ساتھ کسی قدر تواضع ومحبت اور حسن سلوک کا رویہ اختیار فرماتے تھے، نیز اس سے حضرت ابوذرؓ کی اس خصوصیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں حضور ﷺ سے کس قدر قریب کا مقام حاصل تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کے فرمودات کو نہایت توجہ وہوشیاری کے ساتھ سنتے

اور اچھی طرح یاد رکھتے تھے، بہر حال حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ کے گھروں سے (یعنی آبادی سے باہر) نکل گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوذرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں بھوک کا دور دورہ ہوگا (یعنی خاص طور پر تمہیں اس قدر اسباب معیشت حاصل نہیں ہوسکیں گے کہ تم اپنا پیٹ بھی بھر سکو، یا یہ کہ اس وقت مدینہ میں قحط پھیل جائے گا اور تم لوگوں کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ملے گا یہاں تک کہ تم اپنے بستر سے اٹھ کر اپنی مسجد تک پہنچنے میں بھی مشکل محسوس کروگے اور بھوک کی شدت تمہیں سخت پریشانی اور اذیت میں مبتلا کردے گی یعنی بھوک کی وجہ سے تم پر اس قدر ضعف غالب ہوجائے گا کہ تم اپنے گھر سے نکل کر نماز پڑھنے کے لئے مسجد تک جانے میں بھی سخت مشکل اور دقت محسوس کروگے۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں یعنی میں نہیں بتا سکتا کہ اس وقت کیا کروں گا، ہاں آپ وہی ہدایت فرمائیے کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے، آپ ﷺ فرمایا ''ابوذر پارسائی اختیار کرنا'' یعنی اس بھوک پر صبر کرنا، صبر وتحمل کے ساتھ اس سخت حالت کا مقابلہ کرنا۔ اپنے آپ کو حرام ومشتبہ مال سے محفوظ رکھنا، طمع ولالچ رکھنے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے، اور مخلوق کے سامنے ذلت ورسوائی اختیار کرنے سے اجتناب کرنا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''ابوذرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب قحط یا کسی وبا کے پھیل جانے کی وجہ سے مدینہ میں موت کی گرم بازاری ہوگی اور مکان (یعنی قبر) کی قیمت غلام تک پہنچ جائے گی یعنی کثرت اموات سے یہ حال ہوجائے گا کہ لوگوں کو اپنے مردے دفن کرنے کے لئے قبر کی جگہ ملنی مشکل ہوجائے گی اور ایک قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے برابر پہنچ جائے گی چنانچہ آگے جملے کے ذریعے اسی بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں فرمایا کہ یہاں تک کہ قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے برابر فروخت ہوگی، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ ہی ہدایت فرمائیے کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

''ابوذر! صبر کا دامن ہرگز نہ چھوڑنا'' اور پھر فرمایا ابوذر اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب مدینہ میں قتل عام ہوگا اور اس کا خون احجار الزیت کو ڈھانک لے گا؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ ہی فرمائیے، مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم اس کے پاس چلے جانا، جس سے تم تعلق رکھتے ہو'' میں نے عرض کیا کہ، تو کیا میں اس وقت ہتھیار باندھ لوں اور فتنہ پھیلانے والی جماعت کے خلاف برسرپیکار ہوجاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس طرح تو تم بھی جماعت کے شریک کار ہوجاؤ گے،'' میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) پھر مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں خوف ہو کہ تلوار کی چمک تم پر غالب آجائے گی یعنی تم یہ دیکھو کہ کوئی شخص تمہیں مار ڈالنے کے لئے اپنی تلوار سے تم پر وار کرنا چاہتا ہے تو اس وقت تم اپنے کپڑے کا کونا اپنے منہ میں ڈال لینا، تاکہ وہ تمہارا گناہ یعنی تمہارے قتل کا گناہ اور اپنا گناہ لے کر واپس ہو۔

(ابوداؤد شریف)

تشریح...... تصبر کے جملے کا حاصل یہ ہے کہ تم اس آفت و بلا پر صبر کرنا جزع فزع سے اجتناب کرنا، تقدیر الٰہی پر راضی و شاکر رہنا، اور مدینہ سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا، ''احجار الزیت'' نواح مدینہ میں بجانب غرب ایک جگہ کا نام تھا، وہاں کی زمین نہایت پتھریلی تھی اور وہ پتھر بھی اس قدر سیاہ اور چمکدار تھے کہ جیسے کسی نے ان پر زیتون کا تیل مل دیا ہو، اسی مناسبت سے اس جگہ کو احجار الزیت کہا جاتا تھا، حضور ﷺ نے اس ارشاد گرامی ''ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل عام ہوگا'' کے ذریعے بطور پیشگوئی اس خونچکاں واقعہ کی طرف اشارہ کیا جو مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں مدینہ منورہ میں پیش آیا اور واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہوا، مستند کتابوں میں اس واقعہ کی جو تفصیل مذکور ہے وہ اتنی لرزہ خیز، اتنی دردناک اور اتنی بھیانک ہے کہ نہ تو اس کو بیان کرنے کا زبان و قلم کو یارا ہے اور نہ کوئی آسانی کے ساتھ

اس کو پڑھنے اور سننے کی تاب لاسکتا ہے! تاہم اجمالی طور پر اتنا بتادینا ضروری ہے کہ جب یزید ابن معاویہؓ کی فوج نے میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کردیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست تہلکہ مچ گیا اور یزید کے خلاف عام مسلمانوں میں نہایت نفرت کے جذبات پیدا ہوگئے ادھر اس کی بدکاریوں، بے اعتدالیوں اور بدمست زندگی کے واقعات نے اس کی طرف سے لوگوں کو پہلے ہی بدظن کر رکھا تھا، چنانچہ اہل مدینہ نے متفقہ طور پر اس کی خلافت وحکومت سے بیزاری کا اظہار اور اس کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا، جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے مسلم ابن عقبہ کی کمان میں ایک بہت بڑا لشکر اہل مدینہ کو کچلنے کے لئے روانہ کیا، چنانچہ مسلم نے مدینہ پہنچ کر مغربی حرہ (یعنی حرہ الوبرہ) کی جانب سے شہر پر دھاوا بول دیا، گو اہل مدینہ نے بڑی بہادری اور بے جگری کے ساتھ یزید کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن اول تو تربیت یافتہ فوج اور دیگر وسائل وذرائع کی کمی کی وجہ سے اور دوسرے مسلم ابن عقبہ جیسے ہوشیار و تجربہ کار کمانڈر کا مقابلہ نہ کرسکنے کی وجہ سے شکست کھا گئے پھر تو مسلم ابن عقبہ اور اس کی فوج نے شہر میں گھس کر قتل عام اور خونریزی کا بازار گرم کردیا اور قتل عام ولوٹ مار کا یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا، ہزاروں مسلمان نہایت سفاکی اور بے دردی کے ساتھ قتل کردیئے گئے جن میں صحابہ کرامؓ اور تابعین کی بھی بہت بڑی تعداد تھی، شہر مقدس اور مسجد نبوی ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا اور دیگر ناقابل بیان تباہیوں اور بربادیوں کا بازار گرم کیا گیا، صرف مدینہ ہی کی پامالی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بعد یزید کی وہ فوج مکہ کی طرف روانہ ہوئی جہاں کے لوگوں نے بہت پہلے سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو خلیفہ تسلیم کر رکھا تھا، یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ میں بھی بے پناہ تباہی مچائی اور خانہ کعبہ تک کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا، اسی سال یزید کی موت ہوئی۔

''تم اس کے پاس چلے جانا جس سے تعلق رکھتے ہو'' کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت جو لوگ تمہارے دین ومسلک کے ہمنوا اور تمہارے خیالات واعمال کے موافق ہوں

ان کے پاس چلے جانا، اور قاضیؒ نے اس جملے کی یہ مراد بیان کی ہے کہ تم اپنے اہل واقارب کے پاس چلے جانا اور یہ کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہنا، اور طیبیؒ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تم اپنے اس امام وامیر کی طرف رجوع کرنا جس کی تم اتباع اور فرمانبرداری کرتے ہو، یہ مطلب زیادہ صحیح اور حضرت ابوذرؓ کے اس جملے ''تو کیا میں ہتھیار باندھ لوں'' کے زیادہ مناسب ہے۔

''اس طرح تم بھی جماعت کے شریک کار ہو جاؤ گے'' کا مطلب، جو طیبیؒ کے منقولات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے، یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ فتنہ وفساد پھوٹ پڑا ہو اور قتل وخونریزی کا بازار گرم ہو مسلح اور ہتھیار بند ہونا گویا اس خونریزی میں شرکت کرنا اور فتنہ پردازی کے گناہ گاروں کی صف میں شامل ہونا ہے لہٰذا تم نہ ہتھیار باندھنا اور نہ کسی کے خلاف جنگ میں شریک ہونا بلکہ اپنے امام ومقتدا اور صلح جو وامن پسند لوگوں کے ساتھ رہنا یہاں تک کہ تم صلح جوئی اور امن پسندی کی راہ میں فلاح یاب ہو، لیکن اس وضاحت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت ابوذرؓ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے امام وامیر کے ساتھ رہیں جو یقیناً اس وقت اس قتل وقتال اور خونریزی میں ایک فریق کی حیثیت رکھے گا دوسری طرف یہ حکم دیا گیا کہ وہ قتل وقتال سے دور رہیں، تو یہ دونوں باتیں ایک ساتھ کس طرح ممکن ہوں گی؟ اس کا جواب ابن ملکؒ نے اس طرح دینے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کا حکم تو یہی ہے کہ اگر کوئی شخص ناحق اور از راہ ظلم، خونریزی کا ارتکاب کرنا چاہے تو اس کا دفاع کرنا اور اس کی فساد انگیزی کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کی سعی کرنا واجب ہے، لیکن حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اس وقت ہتھیار بند ہونا، گویا فتنہ پردازوں کی جماعت کا شریک کار ہونا، تو اس کا اصل مقصد خونریزی کی برائی کو واضح کرنا اور آنے والا دشمن اگر مسلمان ہو تو طاقت کے ذریعے اس کا دفاع کرنا اور اس سے لڑنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے مقابلہ آرائی کی صورت میں فتنہ وفساد کے زیادہ بڑھ جانے کا خوف نہ ہو اور اگر وہ دشمن، کوئی غیر مسلم

ہو تو پھر اس کا ہر ممکن ذریعے مقابلہ کرنا اور اس کے ساتھ ہر صورت میں لڑنا واجب ہے۔

''اپنے کپڑے کا کونہ اپنے منہ میں ڈال لینا'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر قتل وقتال کرنے والے لوگ تم پر حملہ بھی کریں تو تم ان سے نہ لڑو۔ بلکہ ان کے حملے کے وقت کسی بھی ذریعے سے اپنے آپ کو غافل وغیر متعلق بنالو تا کہ تمہیں اس حملے سے خوف محسوس نہ ہو، اس سے گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ تم ان لوگوں سے اس حالت میں بھی نہ لڑنا اور ان کے خلاف تلوار نہ اٹھانا جب کہ وہ تم سے لڑنا اور تمہیں قتل کرنا چاہیں بلکہ تمہارے لئے فلاح کا راستہ یہی ہوگا کہ اس وقت مظلوم بن جانا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھوں شہید ہو جانے پر تیار کر لینا کیونکہ وہ لوگ بہرحال مسلمان ہوں گے اور مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہیں ہے، اگر وہ تمہیں قتل کریں گے تو وہ ان کا عمل ہوگا اور خدا خود ان سے نبٹ لے گا، بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا اصل مقصد مسلمانوں کی باہمی خونریزی کی برائی اور اس سے بچنے کی فضیلت کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ چاہے اپنی جان سے ہاتھ بھی دھونا پڑے مگر کسی مسلمان کے خلاف ہتھیار اٹھانا گوارہ نہ کرنا چاہئے ورنہ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ فتنہ کا سر کچلنے کے لئے اور ناحق خونریزی پر آمادہ شخص کا دفاع کرنے کے لئے لڑنا جائز ہے اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا جب کہ حضرت ابوذرؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری زمانے میں ۳۲ھ میں ہو چکی تھی، پس آنحضرت ﷺ پر یہ تو منکشف ہو گیا تھا کہ مدینے میں ایسا المناک واقعہ پیش آئے گا لیکن یہ منکشف نہیں ہوا تھا کہ یہ واقعہ کب پیش آئے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو اس کے متعلق باخبر کیا اور گویا یہ وصیت فرمائی کہ اگر وہ خونریزی تمہارے سامنے پیش آئے اور تمہاری زندگی اس وقت تک باقی رہے تو صبر وثبات کی

راہ اختیار کرنا اوراس خونریزی میں ہرگز شامل نہ ہونا جہاں تک بھوک کی حالت اورکثرت اموات کے واقعہ کاتعلق ہے تو ہوسکتا ہے کہ مدینہ والوں کوان دونوں باتوں کا سامنا کرنا پڑا ہواورحضرت ابوذرؓ کی زندگی ہی میں یہ دونوں پیشگوئیاں بھی پوری ہوگئی ہوں جیسا کہ عام الرمادمیں پیش آنے والی صورت حال سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ قتل عام اورخونریزی کے فتنہ کی طرح یہ دونوں باتیں بھی حضرت ابوذرؓ کی وفات کے بعدظاہرہوئی ہیں۔

(بحوالہ جستہ جستہ ازمظاہرحق جدیدشرح مشکوۃ شریف)

قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں سے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوموسیٰؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔قیامت آنے سے پہلے فتنے ظاہر ہوں گے جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے،ان فتنوں کے زمانے میں آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اورشام کو کافر ہوجائے گا،شام کومومن ہوگا توصبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔(ان فتنوں کے وقت) بیٹھا ہوا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا پس جب تم ان فتنوں کا زمانہ پاؤ تو اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا،کمانوں کے چلوں کو کاٹ ڈالنا اوراپنی تلواروں کو پتھر پردے مارنا یعنی ان کے دھار کو کند و بیکار کردینا اور جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو مارنے کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ (حملہ آور کا مقابلہ کرنے اوراس سے لڑنے کے بجائے) آدم کے دو بیٹوں میں سے بہترین بیٹے کی مانند ہوجائے۔ (ابوداؤدشریف)

اورابوداؤد کی ایک اورروایت میں چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا کے الفاظ نقل کرنے کے بعد پھر یوں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے (یہ ارشاد گرامی سن کر) عرض کیا کہ تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ (یعنی ہمیں ہدایت دیجئے کہ اس وقت

ہم کیا کریں اوران فتنوں میں کس طرح زندگی گزاریں؟) آپ ﷺ نے فرمایا۔”تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا“نیز ترمذیؒ کی روایت اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے فتنہ کے بارے میں یہ ہدایت فرمائی کہ ”تم فتنوں کے زمانے میں اپنی کمانوں کوتوڑ ڈالنا اوران کے چلے کاٹ ڈالنا،گھروں میں پڑے رہنے کو لازم کرلینا(یعنی اشدضرورت کے علاوہ ،نہ نکلنا اوراپنا سارا وقت گھروں میں گذارنے کے ذریعے لوگوں سے یکسوئی اختیار کئے رہنا تاکہ ان فتنوں کے برے اثرات سے محفوظ رہو)اورتم آدم کے بیٹے (ہابیل) کی طرح (مظلوم) بننا گوارہ کرلینا (لیکن دفاع کی خاطر بھی کسی پرتلوار نہ اٹھانا)اس روایت کو ترمذیؒ نے نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

تشریح......”جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے“ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی قتل وقتال اورخونریزی کی صورت میں وہ فتنے اتنے زیادہ ہیبتناک اوراس قدر شدید ہوں گے کہ دین وملت کا مستقبل تاریک تر نظر آنے لگے گا،اوراس وقت نیک وبد کے درمیان امتیاز کرنا اس طرح ناممکن ہوجائے گا جس طرح کہ اندھیری رات میں کسی کو شناخت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

”آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا......الخ“ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عقائد ونظریات اقوال واحوال اورطور طریقوں میں ساعت بساعت تبدیلی ہوتی رہے گی،کبھی کسی نظریہ وعقیدہ کے حامل ہوں گے،کبھی کسی کے،ایک وقت میں کوئی عہدوپیمان کریں گے اوردوسرے وقت میں اس سے منحرف ہوجائیں گے،کبھی دیانت وامانت پر چلنے لگیں گے اورکبھی بددیانتی وخیانت پر اترآئیں گے اورکسی وقت تشکیک واوہام اورکفر کے اندھیروں میں بھٹکنے لگیں گے،غرض یہ کہ ہرساعت اور ہرلمحہ تبدیلی پیدا ہوتی نظر آئی گی اوراس امر کا یقین کرنا دشوار ہوگا کہ کسی شخص کی اصل کیفیت وحالت کیا ہے۔

''بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا......الخ'' کا اصل مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جو شخص ان فتنوں سے جتنا زیادہ دور ہوگا وہ اس شخص سے اتنا ہی زیادہ بہتر ہوگا جو ان فتنوں کے قریب ہوگا۔

''کمانوں کے چلوں کو کاٹ ڈالنا'' یہ حکم گویا پہلے حکم ''یعنی کمانوں کو توڑ ڈالنا'' کو مؤکد کرنے اور مقصد کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ اور پرزور انداز میں بیان کرنے کے لئے ہے، کیونکہ کمانوں کے ٹوٹ جانے کے بعد ان کے چلے اگر باقی بھی رہیں تو وہ (کمانیں) قطعی کارگر نہیں ہوسکتیں، لہٰذا کمانوں کے توڑ دینے کے حکم کے بعد ان کے چلوں کو کاٹ دینے کا حکم، محض زور بیان اور تاکید حکم کے لئے ہے۔

''آدم کے دو بیٹوں میں سے بہترین بیٹے کی مانند ہوجانے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح آدم کے ایک بیٹے ہابیل نے مظلومیت کی موت کو گوارا کرلیا تھا لیکن اس نے آدم کے دوسرے بیٹے (یعنی اپنے بھائی قابیل کے جملے کا جواب نہیں دیا اور سارا ظلم اور تمام زیادتی اسی کے سر ڈال دی تھی، اسی طرح فتنوں کے وقت کوئی شخص تم پر حملہ بھی کرے اور تمہیں قتل بھی کردینا چاہے تو تم اس کا مقابلہ ہرگز نہ کرنا اور اس کے ہاتھوں مرجانے کو صبر وضبط کے ساتھ گوارا کرلینا، کیونکہ اگر تم اس کا مقابلہ کروگے تو اس کی وجہ سے فتنہ میں زیادہ شدت پیدا ہوجائے گی اور خونریزی بڑھ جائے گی، پس اس وقت اپنے حملہ آور کا مقابلہ کئے بغیر شہید ہوجانا، مقابلہ کرنے اور خونریزی میں کسی بھی طرح سے شرکت کرکے اپنی جان کو بچالینے سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا۔

''تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی اچھے فرش، جیسے قالین وغیرہ کے نیچے جو ٹاٹ بچھا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنی جگہ پڑا رہتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں پڑے رہا کرنا، اور مکان کی چار دیواری سے باہر نکل کر ادھر ادھر نہ جانا تاکہ تم اس فتنے میں مبتلا نہ ہوجاؤ اور اس کے اثرات

تمہارے دین کو تباہ نہ کردیں حاصل یہ کہ فتنہ انگیزی کی جگہ سے دور رہنا، لوگوں کے معاملات وکاروبار سے بے تعلقی ویکسوئی اختیار کرلینا، اور گوشہ عافیت میں پڑے رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرنا، اس وقت نجات کی یہ بہترین راہ ہوگی جب کہ مسلمانوں کے باہمی قتل وقتال، افتراق وانتشار اور مناقشت ومنافقت کا فتنہ پھیل جائے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

فتنہ احلاس سے متعلق پیشگوئی

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے (آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والے) فتنوں کا ذکر شروع فرمایا اور بہت سارے فتنوں کو بیان کیا، یہاں تک کہ فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ احلاس کا فتنہ کیا ہے (یعنی اس فتنہ کی کیا نوعیت ہوگی اور وہ کس صورتحال میں ظاہر ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ بھاگنا، اور مال کا ناحق لینا ہے (یعنی اس فتنہ کی صورت یہ ہوگی کہ لوگ آپس میں سخت بغض وعداوت رکھنے اور باہمی نفرت ودشمنی کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھاگیں گے، کوئی کسی کی صورت دیکھنے اور کسی کے ساتھ نباہ کرنے کا روادار نہیں ہوگا، ایک دوسرے کے مال کو زبردستی چھین لینے اور ایک دوسرے کا ہڑپ کرلینے کا بازار گرم ہوگا) اور پھر سراء کا فتنہ ہے، اس فتنہ کی تاریکی اور تباہی اس شخص کے قدموں کے نیچے سے نکلے گی یعنی اس فتنہ کا بانی وہ شخص ہوگا) جو میرے اہل بیت سے ہوگا اس شخص کا گمان تو یہ ہوگا کہ وہ فعل وکردار کے اعتبار سے بھی میرے اہل بیت میں سے ہے لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ وہ خواہ نسب کے اعتبار سے بھلے ہی میرے اہل بیت میں سے ہو مگر فعل وکردار کے اعتبار سے میرے اپنوں میں سے ہرگز نہیں ہوگا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے دوسرے اور میرے اپنے تو وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو پرہیزگار رہوں، پھر اس فتنہ کے بعد لوگ

ایسے شخص کی بیعت پر اتفاق کریں گے جو پسلی کے اوپر کولہے کی مانند ہوگا، پھر دہیماء کا فتنہ ظاہر ہوگا اور وہ فتنہ اس امت میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑے گا جس پر اس کا طمانچہ، طمانچہ کے طور پر نہ لگے یعنی وہ فتنہ اتنا وسیع وہمہ گیر ہوگا کہ امت کے ہر شخص تک اس کے برے اثرات پہنچیں گے اور ہر مسلمان اس کے ضرر ونقصان میں مبتلا ہوگا اور جب کہا جائے گا کہ یہ فتنہ ختم ہوگیا ہے تو اس کی مدت کچھ اور بڑھ جائے گی یعنی لوگ یہ گمان کریں گے کہ فتنہ ختم ہوگیا ہے مگر حقیقت میں وہ ختم ہوجانے کا گمان کرنے لگیں لیکن بعد میں پھر بڑھ جائے گا اس وقت آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہوجائے گا یعنی اس فتنہ کے اثرات سے لوگوں کے دل ودماغ کی حالت وکیفیت میں اس قدر تیزی کے ساتھ تبدیلی پیدا ہوتی رہے گی کہ مثلاً ایک شخص صبح کو اٹھے گا تو اس کا ایمان وعقیدہ صحیح ہوگا اور اس پختہ اعتقاد کا حامل ہوگا کہ کسی مسلمان بھائی کا خون بہانا یا اس کی آبروریزی کرنا اور یا اس کے مال واسباب کو ہڑپ کرنا ونقصان پہنچانا، مطلقاً حلال نہیں ہے مگر شام ہوتے ہوتے اس کے ایمان وعقیدہ میں تبدیلی آجائے گی اور وہ اپنے قول وفعل سے یہ ثابت کرنے لگے گا کہ گویا اس کے نزدیک کسی مسلمان بھائی کا خون بہانا، اس کی آبروریزی کرنا اور اس کے مال وجائیداد کو ہڑپ کرنا ونقصان پہنچانا جائز وحلال ہے، اس طرح وہ جو صبح کے وقت مومن تھا شام کو اس عقیدے کی تبدیلی کی وجہ سے کافر ہوجائے گا، اور یہ صورت حال جاری رہے گی تاکہ لوگ خیموں میں تقسیم ہوجائیں گے، ایک خیمہ ایمان کا ہوگا کہ اس میں نفاق نہیں ہوگا اور ایک خیمہ نفاق کا ہوگا کہ اس میں ایمان نہیں ہوگا، جب یہ بات ظہور میں آجائے تو پھر اس دن یا اس کے اگلے دن دجال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہنا۔

(ابوداؤد شریف)

تشریح......''فتنہ احلاس'' سے مراد یہ ہے کہ وہ فتنہ عرصہ دراز تک قائم رہے گا اور اس کے اثرات امت کے لوگوں کو بہت طویل عرصے تک مختلف آفات اور

پریشانیوں میں مبتلا رکھیں گے، واضح رہے کہ احلاس اصل میں حلس کی جمع ہے اور حلس اس ٹاٹ کو کہتے ہیں جو کسی عمدہ فرش جیسے قالین وغیرہ کے نیچے زمین پر بچھا رہتا ہے، اور وہ ہمیشہ اپنی جگہ پڑا رہتا ہے، یا حلس اس کملی کو کہتے ہیں جو پالان کے نیچے اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے پس اس فتنہ کو فتنہ احلاس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کسی اچھے فرش کے نیچے کا ٹاٹ مستقل طور پر اپنی جگہ پڑا رہتا ہے وہاں سے اٹھایا نہیں جاتا، اسی طرح وہ فتنہ بھی لوگوں کو چھوڑنے والا نہیں، بلکہ برابر قائم رہے گا اور اس کے برُے اثرات بہت دنوں تک لوگوں کو مبتلا رکھیں گے، یا یہ کہ اس فتنہ کو ظلمت وتاریکی اور برائی کے طور پر حلس سے تشبیہ دی گئی ہے اور یا یہ کہ اس فتنہ کو فتنہ احلاس فرما کر، اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح ٹاٹ ہمیشہ بچھا رہتا ہے اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جاتا اسی طرح لوگوں کو بھی چاہئے کہ اس فتنہ کے دوران اپنے گھروں میں پڑے رہنے کو لازم کرلیں اور گوشہ نشینی اختیار کرلیں۔

جب کسی نے آپ ﷺ سے یہ پوچھا کہ فتنہ احلاس کی نوعیت وصورت کیا ہوگی تو آپ ﷺ نے گویا یہ فرمایا کہ وہ ہرب وحرب اور سراء کی صورت میں ہوگا اور ہرب اور حرب کے معنی تو اوپر ترجے میں واضح کئے جاچکے ہیں، یعنی باہمی عداوت ودشمنی اور بغض ونفرت کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا، اور سراء کے معنی یہ ہیں کہ وہ فتنہ اندر ہی اندر اسلام کی بیخ کنی کرے گا، یعنی کچھ لوگ ایسے پیدا ہوجائیں گے جو ظاہر میں اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کا دعویٰ کریں گے مگر باطن میں اسلام اور مسلمانوں کی تباہی وبربادی چاہیں گے اور اپنی اس ناپاک خواہش کی تکمیل کے لئے طرح طرح کی سازشوں کے جال پھیلا کر مسلمانوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کریں گے نہایہ میں لکھا ہے کہ سراء سے کنکریلا پتھریلا میدان مراد ہے، اس صورت میں فتنہ سراء سے واقعہ حرا کی طرف اشارہ مراد ہوگا جو یزید کی حکومت میں ہوا اور اس کی وجہ سے اہل مدینہ کا قتل عام ہوا، سینکڑوں صحابہ اور تابعین کو جام

شہادت نوش کرنا پڑا اور حرم محترم کی سخت بربادی ہوئی یہ معنی اس صورت میں ہوں گے جب کہ سراء کو پوشیدہ کے مفہوم میں لیا جائے، اگر یہ لفظ سرور وشادمانی کے مفہوم میں ہو تو اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ فتنہ ایسے حالات میں پیدا کردے گا جس میں عیش وعشرت کی چیزوں کی فروانی ہوجائے گی، اور لوگ اسراف وتنعم کے ذریعے راحت وآرام اور سرور وشادمانی کی زندگی میں پڑ کر خدا اور آخرت کے خوف سے بے نیاز ہوجائیں گے یا یہ کہ اس فتنہ کی وجہ سے چونکہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت کو دھچکا لگے گا اور ملت اسلامیہ بہت زیادہ نقصان وتباہی میں مبتلا ہوجائے گی لہٰذا یہ صورت حال اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے خوشی وشادمانی کا باعث بنے گی اور ایک نسخے میں ''فتنہ السراء'' کا لفظ نصب کے ساتھ ہے، اس صورت میں اس کا عطف فتنہ الاحلاس پر ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ آپ نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد فتنہ سراء کا ذکر کیا۔

''مگر وہ مرے اپنوں میں سے نہیں ہوں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ میرے اہل بیت میں سے ہونے کا کتنا ہی گمان رکھیں اور اگرچہ نسب اور خاندان کے اعتبار سے وہ واقعۃً میرے اہل بیت میں سے کیوں نہ ہوں لیکن وہ اپنے طور طریقوں اور اپنے فعل وکردار کے لحاظ سے میرے اپنوں میں سے یقیناً نہیں ہوگا کیونکہ وہ میرے اپنوں میں سے ہوتا تو روئے زمین پر فتنہ وفساد کے ذریعے میری امت کو نقصان وضرر میں مبتلا نہیں کرتا، اس ارشاد گرامی کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ **انہ لیس من اھلک** یقیناً یہ تمہارے اپنوں میں سے نہیں ہے یا یہ کہ اس جملے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص خواہ نسب کے اعتبار سے میرے خاندان سے کوئی تعلق کیوں نہ رکھے لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ میرے محبوب اور دوستوں میں سے نہیں ہوگا کیونکہ میرا محبوب اور دوست صرف وہی مسلمان ہوسکتا ہے، جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے اور کبھی بھی ایسے قول وفعل کا ارتکاب نہ کرے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ذرہ برابر بھی

نقصان پہنچ سکتا ہو۔ اس کی تائید حدیث کے اگلے جملے سے ہوتی ہے۔

''جو پسلی کے اوپر کولہے کی مانند ہوگا'' اس جملے کے ذریعے گویا اس شخص کی ذہنی وعملی کج روی اور غیر پائیداری کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح اگر کولہے کی ہڈی کو پسلی کی ہڈی پر چڑھا دیا جائے تو وہ کولہا اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتا اور پسلی کی ہڈی کے ساتھ اس کا جوڑ نہیں بیٹھ سکتا اسی طرح اگرچہ لوگ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرکے اس کو اپنا امیر وحکمراں تسلیم کرلیں گے لیکن حقیقت میں وہ امارت وسرداری کے لائق نہیں ہوگا کیونکہ وہ علم ودانائی سے محروم ہوگا، آئین حکمرانی سے بے بہرہ ہوگا، قوت فیصلہ کی کمی ورائے کی کمزوری میں مبتلا ہوگا، پس اس کا کوئی حکم اور کوئی فیصلہ محل موقع کے مطابق نہیں ہوگا اور جب یہ صورت حال ہوگی تو سلطنت ومملکت کا سارا نظام انتشار وبدامنی اور سستی وکمزوری کا شکار ہوکر رہ جائے گا۔

''پھر دہیما کا فتنہ ظاہر ہوگا'' کے سلسلے میں پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ جس طرح فتنہ احلاس کے دونوں اعراب یعنی رفع اور نصب ذکر کئے گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے مطابق معنی بیان کئے گئے تھے، اسی طرح **فتنة الدھیما** میں بھی فتنہ کے لفظ کے دونوں اعراب، یعنی رفع اور نصب میں دہیما (دال کے پیش اور ہ کے زبر کے ساتھ) اصل میں لفظ دھیماء کی تصغیر ہے جس کے معنی سیاہی اور تاریکی کے ہیں ور یہاں تصغیر کا اظہار مذمت وبرائی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، حاصل یہ کہ احلاس کے بعد جو فتنہ ظاہر ہوگا وہ اپنے اثرات کی ظلمت کی اور قتل وغارت گری کی شدت کے اعتبار سے ایک سیاہ اور تاریک شب کی مانند ہوگا، اور جس کی سیاہ رات کی تاریکی ہر شخص کو اندھیرے میں مبتلا کردیتی ہے اس طرح فتنہ کی ظلمت ہر شخص کے دل ودماغ پر اثر انداز ہوگی اور ہر ایک کے قوائے فکر وعمل پر تاریک سایہ بن کر چھا جائے گی۔

''تا آنکہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہوجائیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے، ایک گروہ تو خالص ایمان والوں کا ہوگا کہ جن

میں کفر اور نفاق کا نام نہ ہوگا اور ایک گروہ خالص کفر والوں کا ہوگا اور ان میں ایمان واخلاص کا نام نہ ہوگا۔ اور بعض حضرات نے یہاں فسطاط کا ترجمہ ''خیمہ'' کے بجائے ''شہر'' کہا ہے یعنی اس زمانے کے لوگ دو شہر یا دو ملکوں میں تقسیم ہو جائیں گے کہ ایک شہر یا ایک ملک میں صرف خالص مسلمان واہل ایمان ہوں گے اور ایک شہر یا ملک میں خالص کافر ہوں گے، واضح رہے کہ ''فسطاط'' اصل میں تو خیمے کو کہتے ہیں لیکن ''شہر'' پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث میں اس لفظ کا استعمال گویا اس اسلوب کے طور پر ہے کہ ذکر تو محل (رہنے کی جگہ) کا ہو، لیکن مراد حال (یعنی رہنے والوں کی حالت وکیفیت) ہو پس ''لوگ دو خیموں یا دو شہروں میں تقسیم ہو جائیں گے'' کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا کے لوگ واضح طور پر دو طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک طبقہ اہل ایمان کا ہوگا اور ایک طبقہ اہل کفر کا ہوگا، اور ان دونوں طبقوں کے لوگ خواہ دنیا کے کسی حصے اور شہر میں سکونت پذیر ہوں۔ اس موقع پر ایک یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک خیمہ نفاق کا ہوگا تو اس خیمہ (یا اس طبقہ) کے لوگوں میں اس سے ایمان کی نفی، یا تو اصل کے اعتبار سے ہے یعنی اس خیمہ کے لوگوں میں سرے سے ایمان نہیں ہوگا یا کمال ایمان کی نفی بھی مراد ہے یعنی اس خیمہ (یا اس طبقہ) میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر کے اعتبار سے ایمان رکھتے ہوں گے مگر اہل نفاق کے سے اعمال اختیار کرنے، یعنی جھوٹ بولنے، خیانت کرنے اور عہد شکنی وغیرہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے مخلص اہل ایمان کے زمرے سے خارج ہوں گے۔

''دجال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہنا'' کا مطلب یہ ہے کہ جب فتنہ دہیما ظاہر ہو جائے تو سمجھنا کہ دجال کا ظہور ہوا ہی چاہتا ہے، چنانچہ اس فتنہ کے فوراً بعد دجال ظاہر ہوگا، اس وقت حضرت مہدیؓ دمشق میں ہوں گے، دجال دمشق کے شہر کو گھیر لے گا، پھر حضرت عیسیٰؑ اس کو اپنے نیزے سے موت کے گھاٹ اتاریں گے اور اس کی

موت سے ان کو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔

طیبیؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ''فسطاط'' شہر یا خیمے کو کہتے ہیں جس میں لوگ جمع ہوتے اور رہتے ہیں، نیز حدیث کے اس آخری جزو سے (کہ جس میں فسطاط کا ذکر ہے) یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ فتنہ آخر زمانے میں ظاہر ہوگا لیکن علماء نے پہلے ذکر کئے گئے فتنوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور کہا ہے کہ یہ فتنے کب ظاہر ہوں گے اور کون سے واقعات ان کا مصداق ہیں خصوصاً فتنہ سراء کے بارے میں تو مکمل سکوت اختیار کیا گیا ہے اور اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے کہ اہل نبوی ﷺ میں سے کون شخص ہے جس کو اس فتنہ کا بانی کہا گیا ہے۔

حضرت عبداللہؓ ابن زبیرؓ کی شہادت کا سانحہ اور اس کی تفصیل

یہ بات تو طیبیؒ نے لکھی ہے لیکن بعد کے علماء میں سے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس حدیث میں مذکوہ فتنوں کے مصداق کا تعین کیا ہے، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ''فتنہ احلاس'' کے ذریعے جس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جب کہ وہ یزید ابن معاویہؓ کی خلافت کے اعلان کے بعد اس کی بیعت سے گریز کر کے مع اہل وعیال مدینہ سے نکل گئے اور مکہ آ گئے تھے پھر جب ۶۲ ھ میں یزید ابن معاویہؓ نے اپنے خلاف اہل مدینہ کی تحریک کو کچلنے کے لئے مسلم ابن عقبہ کی کمان میں شامیوں کی ایک بڑی فوج مدینہ کی طرف روانہ کی تو مسلم نے اس شہر مقدس میں پہنچ کر بڑی تباہی پھیلائی اور اہل مدینہ کا قتل عام کرایا ''یہ واقعہ حرہ'' کے نام سے مشہور ہے، مسلم نے شامیوں کی یہ فتح یاب فوج لے کر پھر مکہ کا رخ کیا، مسلم اگرچہ خود مکہ تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ وہ راستے میں ہی مر گیا تھا، البتہ اس کی فوج حصین ابن نمیر کی سرکردگی میں مکہ پہنچ گئی اور اس نے ایک دن کی جنگ کے بعد مکہ کا محاصرہ کر لیا، حصین ابن نمیر نے کوہ ابن قیس پر منجنیق نصب

کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اس محاصرے اور سنگ باری کے دوران، کہ جس کا سلسلہ ایک ماہ سے بھی زائد عرصے تک جاری رہا، اہل مکہ کو بڑی سخت تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اتفاق کی بات کہ اسی اثناء میں دمشق میں یزید کا انتقال ہوگیا اور ابن نمیر نے اس خبر کو سن کر محاصرہ اٹھالیا اور اپنی فوج کو لے کر دمشق کی طرف واپس روانہ ہوگیا، اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت نہ صرف پورے حجاز میں قائم ہوگئی، بلکہ عراق اور مصر تک کے لوگوں نے ان کی خلافت کو تسلیم کرلیا یہاں تک کہ یزید ابن معاویہ کے جانشین معاویہ ابن یزید کی تقریباً دو ماہ کی مختصر خلافت کے بعد (جب کہ اس کا انتقال ہوگیا تھا) تو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ پورے عالم اسلام کے خلیفہ تسلیم کر لئے گئے لیکن پھر چھ سات ماہ کے بعد مروان ابن حکم نے اپنی سازشوں اور کوششوں میں کامیاب ہوکر شام پر قبضہ جمالیا اور دمشق میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، شام کے بعد مصر اور عراق بھی حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت سے نکل گئے اور اسی دوران مروان ابن حکم مرگیا اور اس کا بیٹا عبدالملک ابن مروان اس کا جانشین ہوا، عبدالملک نے زبردست جنگی طاقت کے ذریعے تقریباً تمام ہی علاقوں سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کو ختم کر دیا اور آخر میں حجاج ابن یوسف کی کمان میں ایک لشکر جرار مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا اور ۷۲ھ کے ماہ رمضان میں حجاج نے شہر مکہ کا محاصرہ کرلیا اور کوہ ابوقبیس پر منجنیق لگا کر سنگ باری شروع کر دی، اور محاصرہ سنگ باری کا یہ سلسلہ ذی الحجہ تک جاری رہا، اس عرصے میں اہل مکہ کو بڑی زبردست مصیبت و پریشانی اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا حج کے دنوں میں کچھ عرصہ کے لئے سنگ باری بند ہوگئی اور حج ختم ہوتے ہی یہ سلسلہ پھر شروع ہوگیا جس کا نشانہ براہ راست خانہ کعبہ تھا جہاں حضرت عبداللہ محصور تھے اور آخری مرحلے پر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے خانہ کعبہ سے نکل کر محض چند ساتھیوں کے ہمراہ شامیوں کے اس عظیم لشکر پر حملہ کیا اور بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے جب وہ چند ساتھی بھی

ایک ایک کر کے کام آگئے اور خود ان کے دشمنوں نے چاروں طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی تو دنیا کا یہ عظیم الشان بہادر و متقی انسان داد شجاعت دیتا ہوا بڑی مظلومیت کے ساتھ جمادی الثانی ۷۳ھ کی ایک خوں آشام تاریخ میں اس طرح شہید ہوا کہ اس وقت میدان جنگ میں بہادری وعظمت، زہد وعبادت اور عظمت وشرافت کے علاوہ کوئی انسان ان کی مبارک لاش پر کف افسوس ملنے والا بھی موجود نہیں تھا، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت کا یہ وہ واقعہ ہے جس کو حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فتنہ احلاس کا مصداق قرار دیا ہے۔

فتنہ مختار کی تفصیل

''فتنہ ''سراء'' کے بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ یہ فتنہ بھی مختار کی صورت میں ظہور پذیر ہو چکا ہے مختار وہ شخص تھا جس نے پہلے تو مکر وفریب کے ذریعے پھر باقاعدہ جنگ کر کے اہل عراق پر تسلط حاصل کرلیا تھا اور اپنی اس کاروائی کے لئے حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی اجازت اور اہل بیت نبوی ﷺ کی تائید ونصرت کا دعویٰ رکھتا تھا، اس کا واقعہ بھی تھوڑی سی تفصیل کا متقاضی ہے، اس شخص کا اصل نام مختار ابن عبیدہ ابن مسعود ثقفی تھا، کوفہ (عراق) میں رہتا تھا اور شیعان علی میں سے تھا حضرت امام حسینؓ نے اہل کوفہ کی دعوت پر جب کوفہ جانا طے کرلیا اور پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا تاکہ وہ پوشیدہ طور پر کوفہ میں کام کر کے لوگوں سے ان کے نام پر بیعت لیں تو مسلم ابن عقیل کوفہ پہنچ کر اسی مختار ابن عبیدہ کے مکان پر فروکش ہوئے تھے پھر اس سلسلے میں جو کچھ پیش آیا اور حادثہ کربلا واقع ہوا وہ سب بہت مشہور واقعات ہیں، کربلا میں شہادت حسینؓ کے سانحہ کے بعد کوفہ میں ایک جماعت توابین کے نام سے معرض وجود میں آئی جس کا سردار سلیمان ابن صرد تھا، یہ جماعت کوفہ کے ان لوگوں پر مشتمل تھی جو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم لوگوں کی بے وفائی کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کو

کربلا میں جام شہادت نوش کرنا پڑا اور ہم اپنے اس جرم کا اعتراف کرتے ہوئے تائب ہوتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ اس جرم کی تلافی کے طور پر خون حسین کا انتقام لیں گے اور ہر اس شخص کو موت کے گھاٹ اتاریں دیں گے، جس نے قتل حسین میں ذرا بھی حصہ لیا ہے، مختار ابن عبیدہ چونکہ پہلے ہی سے اپنی مختلف سازشوں کے ذریعے عراق پر قبضہ جمانے کی کوشش کررہا تھا اور اس مقصد کے لئے قاتلان حسینؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکا کر انہیں اپنے گرد جمع کررہا تھا، اس لئے اس نے توابین کی جماعت سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرلیا اور جماعت کے لوگوں اور ان کے ہمنواؤں کو جمع کرکے کہا کہ تمہارا سردار سلمان تو ایک پست آدمی ہے لڑنے سے جان چراتا ہے، لہٰذا امام مہدی محمد بن الحنفیہؒ نے جو حضرت امام حسینؓ کے بھائی ہیں مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے، تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرلو اور خون حسین کا بدلہ لینے کے لئے میرے جھنڈے تلے جمع ہوجاؤ، چنانچہ کوفہ کے وہ تمام لوگ جو شیعان حسین کہلاتے تھے، مختار کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے اس وقت عراق پر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کا قبضہ تھا اور کوفہ میں ان کی طرف سے عبداللہ ابن یزد گورنر تھے انہیں جب مختار کی سرگرمیوں اور اس کے حقیقی ارادوں کا علم ہوا تو انہوں نے مختار کو گرفتار کرکے جیل میں بند کردیا، لیکن توابین کی جماعت کا سردار سلمان ابن صرد بہرحال اپنی جنگی تیاریوں میں پہلے ہی سے مصروف تھا، وہ سترہ ہزار مسلح افراد کا لشکر لے کر عبداللہ ابن زیاد کے خلاف جنگ کرنے چلا جو کربلا میں حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے والی کاروائیوں کا تمام ذمہ دار تھا اور مروان ابن حکم کی طرف سے موصل میں بحیثیت گورنر تعینات تھا، پھر عین الوردہ کے مقام پر عبداللہ ابن زیاد کی فوجوں سے اس کا مقابلہ ہوا اور کئی دن کی جنگ کے بعد خود سلیمان ابن صرد اور جماعت توابین کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے فوج میں جو لوگ باقی بچے وہ وہاں سے بھاگ کر کوفہ واپس آگئے، کوفہ میں مختار نے جیل سے (جہاں وہ قید تھا) ان لوگوں کو ہمدردی کا پیغام بھیجا

اور تسلی دلائی کہ تم لوگ غم نہ کرو، اگر میں زندہ رہا تو خون حسین کے ساتھ تمہارے مقتولین کے خون کا بدلہ بھی ضرور لوں گا، اس کے بعد اس نے کسی ذریعے سے جیل کے اندر ہی سے ایک خط حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے نام مدینہ بھیجا جس میں یہ درخواست کی کہ عبداللہ ابن یزید گورنر کوفہ سے سفارش کرکے مجھے رہائی نصیب فرمائیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے گورنر کوفہ کو سفارشی خط لکھ دیا اور گورنر نے ان کی سفارش کی تکریم میں مختار کو اس شرط پر جیل سے رہا کردیا کہ وہ کوفہ میں کوئی شورش نہیں پھیلائے گا اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا، اس مکار نے جیل سے آنے کے بعد کوفہ والوں اور بالخصوص شیعان حسینؓ پر یہ ظاہر کیا کہ یہ میری روحانی طاقت و کرامت تھی جس نے جیل کے دروازے وا کردیئے اور میں باہر آگیا، ادھر کسی وجہ سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے عبداللہ ابن یزید کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرکے ان کی جگہ عبداللہ ابن مطیع کو مقرر کردیا، مختار نے اس عزل و نصب کو بھی اپنی کرامت ظاہر کیا اور حاکم کوفہ سے چلے جانے کے بعد تمام پابندیوں کو توڑ کر آزادانہ طور پر اپنی سازشی کاروائیوں میں مصروف ہوگیا، اس نے مکروفریب اور عیاریوں کے ذریعے کوفہ والوں پر اپنی روحانی بزرگی و کرامت کا کچھ ایسا سکہ جمایا کہ لوگ دھڑا دھڑ اس کے مرید ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کرگئی، کوتوال شہر نے اس کی جماعت کو ترقی اور اس کی سازشی تحریک سے گورنر کو مطلع کیا اور دارالامارۃ (گورنر ہاؤس) سے اس کے خلاف کاروائی کرنے کی تیاری بھی ہوئی مگر وقت گزر چکا تھا اور مختار بہات عیاری کے ساتھ حکام کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا اور روپوش ہوکر اپنی جماعت کو ایک باضابطہ فوج میں تبدیل کردیا اور کوفہ پر قبضہ کرنے کے منصوبے کی تکمیل میں مصروف ہوگیا، ادھر اس نے محمد بن الحنفیہؒ کو پوری طرح شیشے میں اتار ہی رکھا تھا چنانچہ جب مختار نے کوفہ کے بعض دوسرے بااثر حضرات کو قاتلان حسینؓ کے خلاف بھڑکا کر اپنے ساتھ ملانا چاہا اور محمد بن الحنفیہؒ کی نیابت کا دعویٰ کیا اور ان لوگوں نے کچھ

آدمیوں کو اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لئے محمد بن الحنفیہؒ کے پاس بھیجا تو انہوں نے کہا ہاں، مختار کو خونِ حسینؓ کا بدلہ لینے کی ہم نے اجازت دی ہے، اس تصدیق نے مختار کو بہت تقویت پہنچائی آخر کار ایک دن رات کے اندھیرے میں مختار نے اپنی جماعت کے مسلح افراد کے ساتھ خروج اختیار کیا، اور کوفہ کی گلی کوچوں سے لڑائی چھڑ گئی، کافی سخت مقابلہ آرائی کے بعد سرکاری فوج کو شکست ہوگئی اور عبداللہ ابن مطیع گورنر کوفہ کو دارالامارۃ میں محصور ہونا پڑا اور پھر تین دن کے بعد وہ کسی نہ کسی طرح دارالامارۃ سے چھپ کر نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ مختار نے سرکاری دفاتر اور بیت المال پر قبضہ کرلیا اور کوفہ کے لوگوں سے محمد بن الحنفیہؒ کے نام پر بیعت لینے لگا اور پورے شہر پر اس کا تسلط قائم ہوگیا، کچھ ہی دنوں کے بعد کوفہ کے لوگ مختار کے خلاف ہوگئے مگر مختار نے بڑی چالاکی کے ساتھ ان پر بھی قابو پالیا اور پورے شہر میں اس طرح قتل عام کرایا کہ کوفہ کا کوئی بھی ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک یا دو یا اس سے زائد آدمی قتل نہ کئے گئے ہوں، اس نے قاتلان حسینؓ سے بھی انتقام لیا اور جس جس نے میدان کربلا میں کوئی حصہ لیا تھا ان میں سے ہر ایک کا سر تن سے جدا کرادیا ایک طرف تو وہ کوفہ پر تسلط پانے کے بعد دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کاروائیوں میں مصروف رہا اور دوسری طرف حضرت علیؓ کی کرسی کا کھڑاک کھڑا کرکے لوگوں کو اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا معتقد بنانے میں لگا رہا اور رفتہ رفتہ نبوت کے دعوؤں تک پہنچ گیا، جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو معلوم ہوا کہ مختار نہ صرف یہ کہ کوفہ میں لوگوں کا قتل عام کررہا ہے اور اہل کوفہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور دوسرے علاقوں کو بھی ہتھیانے کے منصوبے بنا رہا ہے، بلکہ یہ مشہور کرنے لگا ہے کہ میرے پاس جبرئیل امین آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتے ہیں اور میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں تو انہوں نے اس کے استیصال میں مزید تاخیر کرنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا اور اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کرکے مختار کے فتنہ کی سرکوبی کی مہم ان کے سپرد کی، چنانچہ حضرت

مصعبؓ اپنی فوج کو لے کر کوفہ کی طرف چلے، ادھر جب مختار کو اس فوج کشی کا علم ہوا تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر کوفہ سے نکلا، دونوں فوجوں کا مدار نامی گاؤں کے قریب مقابلہ ہوا اور خوب زور وشور کی لڑائی ہوئی آخر کار مختار شکست کھا کر کوفہ بھاگا اور دارالامارۃ میں قلعہ بند ہوگیا، حضرت مصعبؓ نے کوفہ پہنچ کر دارالامارۃ کا محاصرہ کرلیا، مختار سامان رسد کی کمی سے مجبور ہوکر قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر آیا اور آخری مرتبہ مقابلہ کیا لیکن جلد ہی موت کے گھاٹ اتر گیا اور اس طرح کوفہ کا یہ فتنہ ختم ہوگیا۔

مروان ابن حکم کے فتنے کی تفصیل

حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کے بعد لوگ ایک ایسے شخص کی بیعت پر اتفاق کرلیں گے جو پسلی کی ہڈی کے اوپر کولہے کی مانند ہوگا، تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا مصداق مروان ابن حکم کو قرار دیا ہے، مروان ابن حکم کی خلافت کا قصہ اگرچہ مختار کے فتنہ سے پہلے ہی ہوچکا تھا، اور جس وقت حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی فوج نے اس کو کوفہ میں قتل کرکے اس فتنہ کی سرکوبی کی اس وقت مروان ابن حکم کا انتقال ہوچکا تھا اور بنوامیہ کی خلافت کا جانشین عبدالملک ابن مروان مقرر ہوچکا تھا لیکن اگر اس لفظی تقدیم وتاخیر سے صرف نظر کرکے نفس حقیقت کو دیکھا جائے تو حضرت شاہ صاحب کے بیان کردہ اس مصداق کو صحیح ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، یہ مروان ابن حکم ہی تھا جس نے معاویہ ابن یزید ابن معاویہؓ کے انتقال کے بعد پورے عالم اسلام پر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی قائم ہوجانے والی خلافت کو چیلنج کیا اور مختلف سازشوں کے ذریعے دمشق میں اپنی خلافت پر بیعت کرنے کے لئے لوگوں کو مجبور کردیا، چنانچہ بنو امیہ کے علاوہ شام کے دیگر قبائل بنوکلب اور عنان وطے وغیرہ نے اس کی خلافت پر اتفاق کرلیا، اور پھر اسی وقت سے انتشار وافتراق اور فتنہ وفساد کا سلسلہ شروع ہوگیا جس نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا اور ملی طاقت کو اس طرح منتشر کردیا

کہ کافی عرصے تک مسلمان آپس میں برسرِ پیکار رہے اور جس قوت کو دشمنانِ دین کے خلاف استعمال ہونا چاہئے تھا وہ مختلف علاقوں میں مسلمان بھائیوں کا خون بہانے کے لئے استعمال ہوتی رہی، مروان ابن حکم عیار و چالاک ہونے کے باوجود قوت فیصلہ ،بصیرت وتدبر اور رائے ومزاج کے استقلال واستحکام جیسے اوصاف نہیں رکھتا تھا جو ملی نظم ونسق او مملکت کے سیاسی استحکام کے لئے اشد ضروری تھے، اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ جس زمانے میں معاویہ ابن یزید کی وفات کے بعد دمشق میں انتخاب خلیفہ کے متعلق اختلاف ہوا اور شام میں بنو امیہ کے حامی ومددگار وطاقتور اور مقتدر قبائل بنوکلب اور بنوقیس کے درمیان رقابتیں آشکار ہونے لگیں تو مروان نے یہ دیکھ کر کہ نہ صرف عراق بلکہ شام کا بھی ایک بڑا حصہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کرچکا ہے، ارادہ کیا تھا کہ دمشق سے روانہ ہو کر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان کی خلافت کا وفادار ہوجائے بلکہ اس نے سفر کا سامان بھی درست کرلیا تھا، لیکن اس دوران عبیداللہ ابن زیاد دمشق آگیا جب اس کو مروان کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مروان کو بااصرار اس ارادے سے باز رکھا اور اس بات پر ہموار کرلیا کہ وہ خلافت کے امیدوار کی حیثیت سے بیعت لینا شروع کردے، چنانچہ مروان کی خلافت دراصل عبیداللہ ابن زیاد کی کوششوں کا نتیجہ تھی اگر مروان میں مستقل مزاجی رائے کی پختگی اور تدبر ودور اندیشی کا جوہر ہوتا تو وہ کسی قیمت پر ابن زیاد کی رائے نہ مانتا اور اپنے ارادے میں اٹل رہ کر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی خدمت میں چلا جاتا اور اس کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوئے اور پوری ملت کو جس نقصان وضرر میں مبتلا ہونا پڑا شاید اس کی نوبت نہ آتی۔

فتنہ دہیما کے مصداق کی تفصیل

فتنہ دہیما کے بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ اس کے ذریعے

حضور ﷺ نے ترکوں (تاتاریوں) کے اس قبضہ وتسلط کی پیشین گوئی فرمائی جس نے اسلامی شہروں کو تاراج کیا اور مسلمانوں کو سخت تباہی وبربادی سے دوچار کیا، چنانچہ اس وقت جس جس نے ترکوں کی حمایت کی اور ان کی معاون بنے وہ منافقین کے زمرے میں شمار کئے گئے، یہ ساتویں صدی ہجری کے وسط کا واقعہ ہے جب کہ خلافت عباسیہ کا اخری فرمانروا معتصم باللہ بن مستنصر اللہ بغداد کے تخت خلافت پر متمکن تھا، یہ انتہائی کم ہمت، بے حوصلہ اور غیر مدبر خلیفہ تھا اس نے اپنا وزیر مؤید الدین علقمی کو بنا رکھا تھا جو نہایت متعصب اور بدباطن شیعہ تھا علقمی نے عہد وزارت پر فائز ہوتے ہی اپنی عیاریوں اور چالاکیوں سے خلیفہ کو عضو معطل بنا کر خود سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا، اس کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ کسی طرح عباسیوں کا نام ونشان ختم کرکے بغداد میں علویوں کی خلافت قائم ہوجائے اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے ایک غیر ملکی طاقت یعنی تاتاریوں سے ساز باز کرلی اور چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کو دعوت دی کہ تم اپنی فوج لے کر بغداد پر حملہ کردو، میں نہایت آسانی کے ساتھ تمہیں بغداد کی خلافت اور اس کے زیر تسلط دوسرے علاقوں اور ممالک پر قبضہ کرادوں گا، ہلاکو خاں کو شروع میں تو اس کی دعوت قبول کرنے میں تامل ہوا کیونکہ وہ اہل بغداد کی شجاعت وبہادری اور خلافت کی ہیبت سے مرعوب تھا لیکن جب علقمی نے مختلف حیلوں اور سازشوں کے ذریعے بغداد کی فوج کا بہت بڑا حصہ دور دراز کے علاقوں اور شہروں میں منتشر کرادیا اور باقی ماندہ فوجیوں کے ذریعے شہر میں بعض اقدامات کرا کے لوٹ مار کا بازار گرم کرادیا جس سے سخت ابتری اور انتشار پھیل گیا اور ہلاکو خاں کو معلوم ہوگیا کہ خلافت کی طاقت بہت کمزور ہوگئی ہے اور خلیفہ کی فوج کسی بڑے حملے کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہی تو ہلاکوں خاں نے اس دعوت کو قبول کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کی، علقمی نے ایک چال اور اختیار کی اس نے بغداد کے شیعوں کی طرف سے ہلاکو خاں کو کثیر تعداد میں بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی، مختلف خطوط

روانہ کردادیئے جن میں یہ لکھا گیا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے بطور پیشین گوئی ہمیں خبر دی تھی کہ فلاں ابن فلاں تاتاری سردار بغداد وعراق پر قبضہ کرلے گا ور ہمارا یقین ہے کہ وہ فاتح سردار آپ ہی ہیں اس بات سے ہلاکوخاں کے ارادے کو اورتحریک ملی،ادھر خود ہلاکوخاں کے دربار میں ایک شیعہ نصیرالدین طوسی پہلے سے موجود تھا اور علقمی کی طرح وہ بھی عباسیوں کی خلافت ختم کرانے کے درپے تھا،اس نے بھی مختلف ترغیبات اور لالچ کے ذریعے ہلاکوخاں کے ارادے کو بہت تقویت پہنچائی۔

چنانچہ ہلاکوخاں نے پہلے تو ایک زبردست فوج ہراول دستے کے طور پر بغداد کی طرف روانہ کی جس کا مقابلہ خلیفہ کی کمزور فوج سے ہوا اور شروع میں اس فوج نے کچھ کامیابی بھی حاصل کی مگر انجام کار شکست سے دوچار ہوئی اور تاتاریوں کا ہراول دستہ کامیاب رہا، پھر ہلاکوں خاں ایک بہت بڑی فوج لے کر بغداد کے اوپر چڑھ آیا اور شہر کا محاصرہ کرلیا، اہل شہر نے اس کا مقابلہ کیا اور پچاس روز تک تاتاریوں کو شہر میں گھسنے نہیں دیا، لیکن بغداد کے شیعوں نے نہ صرف یہ کہ خفیہ طور پر ہلاکوں خاں سے اپنے لئے امن وتحفظ کی ضمانت حاصل کرلی تھی بلکہ شہر کے حالات اور فوجی اطلاعات بھی ہلاکوں خاں کو پہنچاتے رہے، پھر علقمی نے ایک اور سازش کی، اس نے خلیفہ سے کہا کہ میں نے آپ کے لئے امن وتحفظ کی ضمانت حاصل کرلی ہے۔

آپ ہلاکوخاں کے پاس چلیں وہ آپ کے ساتھ اعزاز وتکریم سے پیش آئے گا اور مفاہمت کرکے آپ کو بغدا اور عراق کا حکمراں باقی رکھے گا خلیفہ علقمی کے بہکاوے میں آکر اپنے بیٹے کے ساتھ شہر سے نکل کر ہلاکوں خاں کے لشکر میں پہنچا، ہلاکوں خاں نے خلیفہ کو دیکھ کر کہا کہ آپ اپنے اراکین سلطنت اور شہر کے علماء وفقہاء کو بھی یہیں بلوالیجئے۔

چنانچہ خلیفہ نے ان سب کو حکم بھیج کر وہاں بلوالیا۔۔جب سب لوگ آگئے تو ہلاکوخاں نے خلیفہ کے سامنے ہی ان سب کو ایک ایک کرکے قتل کروادیا اس کے بعد

ہلاکوں خاں نے خلیفہ سے کہا کہ تم شہر میں پیغام بھیج دو کہ اہل شہر ہتھیار رکھ کر شہر سے باہر آجائیں، خلیفہ نے یہ پیغام بھی شہر میں بھیج دیا، اہل شہر باہر نکلے اورتاتاریوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا شہر کے تمام سوار پیادے اور شرفا، کھیر ککڑی کی طرح کئی لاکھ کی تعداد میں کاٹ ڈالے گئے، شہر کی خندق ان کی لاشوں سے بھر گئی اور اس قدر خون بہا کہ اس کی کثرت سے دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہوگیا، تاتاری لوگ شہر میں گھس پڑے عورتیں اور بچے اپنے سروں پر قرآن شریف رکھ کر نکلے مگر تاتاریوں کی تلوار سے کوئی بھی بچ نہ سکا اور ان ظالموں نے بغداد اور اس کے مضافات میں چن چن کر لوگوں کو قتل کیا، شہر بغداد میں صرف چند شخص جو کنویں اور دوسری پوشیدہ جگہوں میں چھپے ہوئے رہ گئے، زندہ بچے، باقی کوئی متنفس زندہ نہیں چھوڑا گیا، اگلے دن یعنی ۹ صفر ۶۵ھ کو ہلاکوخاں معتصم کوہمراہ لے کر بغداد میں داخل ہوا اور قصر خلافت میں پہنچ کر دربار کیا، خلیفہ سے تمام خزانوں کی کنجیاں لے لیں، جتنے دفینے تھے سب حاصل کئے، پھر خلیفہ کو نظر بند کردیا گیا اور بھوکا پیاسا رکھا گیا اس کے بعد ہلاکوخاں نے خلیفہ معتصم کے مستقبل کے بارے میں اپنے اراکین سے مشورہ کیا تو سب نے رائے دی کہ اس کو قتل کردینا چاہئے لیکن بدبخت علقمی اور طوسی نے کہا کہ نہیں تلوار کو اس کے خون سے الودہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کو نمدے میں لپیٹ کر لاتوں سے کچلوانا چاہئے، چنانچہ یہ کام علقمی ہی کے سپرد ہوا اور اس نے اپنے آقا معتصم باللہ کو نمدے میں لپیٹ کر اور ایک ستون سے باندھ کر اس قدر لاتیں لگوائیں کہ خلیفہ کا دم نکل گیا، پھر اس کی لاش کو زمین میں ڈال کر تاتاری سپاہیوں کے پیروں سے روندوا کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کرادیا اور خود دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا کہ میں علویوں کا انتقام لے رہا ہوں غرض یہ کہ بدنصیب خلیفہ کی لاش کو گور وکفن بھی نصیب نہیں ہوا وار اس طرح خاندان عباسیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا اور اس کے بعد ہلاکوخاں نے شاہی کتب خانہ کو بھی نہیں بخشا، جس میں بے شمار کتابوں کا ذخیرہ تھا، یہ تمام کتابیں دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں جس سے دریا میں ایک بند سا بندھ گیا اور بتدریج پانی ان کو بہالے گیا، دجلہ کا پانی جو بغداد

اور مضافات کے مقتولین کے خون سے سرخ ہو رہا تھا اب ان کتابوں کی روشنائی سے سیاہ ہو گیا و رعرصہ تک سیاہ رہا، تمام شاہی محلات کو لوٹ کر مسمار کر دیا گیا اور مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت ہلاکو خاں کی فوج کے ہاتھوں بغداد اور مضافات میں جو قتل عام ہوا اس کے نتیجے میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مقتول ہوئے، غرض یہ کہ وہ ایسی عظیم الشان اور ہیبت ناک خون ریزی اور بربادی تھی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی، اور اسلام پر ایک ایسی مصیبت آئی تھی کہ لوگوں نے اسے قیامت صغریٰ کے نام سے تعبیر کیا ہے، اس سانحہ عظمیٰ کا سب سے زیادہ عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ علقمی نے جس علوی خلافت کے قیام اور اپنی حکمرانی کی خواہش کے تحت اتنی عظیم الشان تباہی و بربادی کے اسباب پیدا کئے اور پورے عالم اسلام کو زبردست نقصان پہنچنے کا باعث بنا، اس کے ہاتھ کچھ نہ لگا، ہلاکو خاں نے کسی ہاشمی یا علوی کو خلیفہ وحکمراں بنانے کے بجائے اپنے آدمیوں کو عراق میں حاکم بنا دیا، علقمی نے بہت چالیں چلیں، ہلاکو خاں کے آگے رویا گڑگڑایا اور لاکھ منت سماجت کی لیکن ہلاکو خاں نے اس کو اس طرح دھتکارا جس طرح کتے کو دھتکار دیتے ہیں کچھ دنوں تک تو علقمی غلاموں کی طرح تاتاریوں کے ساتھ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا پھرا، آخری اپنی منافقت وغداری کا عبرتناک حشر دیکھ کر ناکامی ومایوسی کے غم سے بہت جلد مر گیا، اور اس سانحہ کے بعد بغداد دارالخلافہ بھی نہیں رہا اور خلیفہ متعصم باللہ کے بعد تین سال کا عرصہ گزرا جس میں دنیا میں کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ (بحوالہ جستہ جستہ از مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف)

ساتواں باب

علاماتِ قیامت اور جدید سائنس

اسلام کا نام باقی ہوگا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی، ان کی مسجدیں (نقش ونگار، ٹائل، برقی پنکھوں کے نظام سے) آباد ہونگی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے۔ ان علماء سے فتنے پیدا ہوں گے اور پھر ان میں واپس آجائیں گے۔ (بحوالہ بیہقی)

سی. پی براؤن

یہ مشہور نو مسلم ہے موجودہ نام عبدالغفار ہے۔ اسلام کے موجودہ ڈھانچے کے متعلق اس کے الفاظ عالمی سطح کے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ میں نے اسلام کو عالمی مذہب سمجھا۔ سچا سمجھ کر آیا لیکن جب یہی اسلام میں نے مسلمانوں کی زندگی میں دیکھا تو بالکل برعکس تھا۔ اگر میں مسلمانوں کی زندگی دیکھ کر اسلام قبول کرتا تو کبھی بھی اسلام کے قریب نہ آسکتا، بلکہ کفر کی حالت میں میری موت آتی۔

اگر میں مسلمانوں کے بڑوں یعنی علماء کرام کی زندگیوں کو دیکھتا تو ان کا دین صرف زبان پر ہے دل اور جسم پہ نہیں (مگر ایسے علماء کرام بھی ہیں جن کی برکت سے دین باقی

ہے)۔

مجھے جب نماز میں مزہ آیا تو سادہ اور سنت نبوی ﷺ کے قریب تر مسجد میں نماز پڑھنے سے مزہ آیا۔ اختلاف امت اور خاص طور پر علماء کرام کا ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا مجھے بہت برا لگا۔ (نومسلموں کی آپ بیتیاں)

سرمایہ داروں کے پاس جانا

ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں آئندہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے (پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا جس طرح قتاد کے درخت (کانٹے دار درخت) سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیا جا سکتا۔ اس طرح سرمایہ داروں کے قرب سے گناہوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

سرمایہ داروں کے سلام

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ مجھے خود اس حدیث کا تجربہ ہوا ہے وہ اسطرح کہ ایک مل کے مالک سے ملاقات طے تھی ہم ان کے خاص کمرے میں بیٹھ کر ملاقات کر رہے تھے اسی دوران ایک مولوی صاحب تشریف لائے۔ مل مالک نے مولوی صاحب کو بہت حقارت آمیز انداز سے دیکھا اور اسی انداز سے ملاقات کی اور اسی انداز سے چند ہدایات دے کر رخصت کیا۔

میرے استفسار پر معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مل کی مسجد کے امام ہیں اور یہ ان حالات میں مل کے خطیب مقرر ہوئے جب مل میں ہنگامے تھے اور مل یونین نے ہڑتال کر رکھی تھی، مالکان سخت پریشان تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے تجویز لی انہوں نے

اس کا حل یہ نکالا کہ مزدور لیڈروں کو جھوٹے خواب اور من گھڑت باتیں احادیث بنا کر پیش کیں۔

وقتی طور پر ہنگامہ تو ختم ہو گیا اور اچھا خاصا انعام نقدی اور دیگر مراعات مل گئے۔ لیکن اس دن کے بعد مولوی صاحب کا احترام ختم ہو گیا۔

جب مسجدیں سجائی جائیں گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا کر فخر کریں گے۔ (بحوالہ ابوداؤد شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآنوں کو دیدہ زیب بنانے لگو، تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے۔ (بحوالہ کنزالعمال)

مسجدیں آراستہ اور نمازی کم

ٹورنٹو کینیڈا کے ایک پادری نے مسلمانوں کے بارے میں چند ایسی باتیں بتائیں جو ان کی مقدس کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں۔

جب مسلمان مسجدیں پکی بنائیں گے، نمازی کم ہو جائیں گے۔

جب مسلمان مسجدیں آراستہ کریں اور سجائیں گے تو مسجدوں میں جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ نیویارک امریکہ میں ایک مسجد مسلمان ممالک نے مل کر بنائی خوبصورتی اور بناوٹ میں پوری دنیا کی مساجد سے بڑھ کر تھی، لیکن صورتحال یہ ہوئی اس مسجد میں اختلاف اور جھگڑے شروع ہو گئے اور اتنے بڑھے کہ مسجد کو آخر کار حکومت نے سیل کر دیا۔

جب مسجدوں کے فرش پر قالین ہوں گے تو پھر نمازوں میں توجہ اور دھیان نہیں رہے گا اور نمازی جلدی آئیں گے اور جلدی جائیں گے۔

جبکہ اس سے قبل جب مساجد میں سادگی ہوتی تھی تو نمازی جلدی آتے تھے اور دیر

سے جاتے تھے۔ (بحوالہ راوی محمد ضیاء ٹورنٹو)

ہاتھ میں چنگاری

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر جمنے والا ان میں ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والا ہو۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

طوفان بلد ہجوم بلد

دین اسلام پر جمنے والا شخص ایسا ہے جیسے کہ وہ اپنے آپ کو کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کردے اور یہ مصیبت اور پریشانی بھی ایسی کہ انسان گمان نہ کر سکے۔

سابقہ ماڈرن موجودہ عبداللہ نے اپنے تجربات بیان کئے کہ جب میں کافر اور عیسائی تھا، تو میری زندگی میں ہر شخص میرا دوست اور ساتھی تھا میں جگہ جگہ ہر دل عزیز تھا۔ لیکن جب میں نے دین اسلام قبول کیا اور اسلام کی حقانیت سے متعارف ہوا تو میرے ساتھ برعکس معاملہ ہوا۔

مجھے میرے احباب اور دوست پریشان کرنے لگے انہوں نے میرے ساتھ کھانا چھوڑ دیا مجھ سے ہاتھ ملانا گوارا نہیں کرتے تھے۔

میرے گھر والے میرے خلاف ہوگئے اور وہ ماں جو محبت میں پیش پیش تھی اس نے میرے ساتھ انتہائی نفرت کرنا شروع کردی۔ حتیٰ کہ میں پریشان ہوگیا، آخر کار ایک مسلمان سے ملا اور اس سے یہی بیان کیا اس نے مجھے صبر کی تلقین کی میں صبر کرتا رہا اور برداشت کرتا رہا اور اپنی اسلامی زندگی پر ثابت قدم رہا۔ لیکن یہ ثابت ضرور ہوا کہ واقعی زندگی اگر اسلام پر گزارنی ہے تو مشکلات ضرور آئیں گی۔

(بحوالہ نومسلموں کی چشم کشا آپ بیتیاں)

ہر بعد کا زمانہ پہلے سے برا ہوگا

حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کے ظلم کی شکایت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے شکایت سن کر فرمایا کہ صبر کرو کیونکہ کوئی زمانہ بھی تم پر ایسا نہ آئے گا کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے زیادہ برا نہ ہو جب تک اپنے رب سے ملاقات نہ کرلو، یہ بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

مؤرخ ابن جبیر

ابن جبیر نے وضاحت اور علامت سے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ہر آنے والا وقت پہلے سے خزاں نما اور پریشان ہوگا جو برکات پہلے وقت میں تھیں وہ اب نہیں ہوں گے۔ ہم پہلے سفر کرتے تھے وقت دیر سے گزرتا اور ہمارا سفر کٹ جاتا لیکن اب سفر کرتے ہیں وقت جلدی گزر جاتا ہے۔ ہماری سواریاں ہماری اطاعت سے گریز کرتی ہیں، غلام بات نہیں مانتے، جبکہ اس زمانے سے قبل ایسا ہرگز نہیں تھا۔ (بحوالہ ابن جبیر)

پروفیسر آرنلڈ کے مشاہدات

جے. ایس گریسنٹ بک آف ورلڈ کے مصنف نے حیرت انگیز تجربات بیان کیے کہ میں جب گرین ایریا امریکہ میں سفر کررہا تھا تو اس وقت مجھے بعض ایسے مشاہدات پیش آئے جو میرے لئے ہوشربا تھے۔

سفید ریچھ ایک خونخوار جانور ہے۔ وہ انسانوں پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن جب برفباری ہوتی ہے تو یہ مسلسل چھ ماہ کے لئے سو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اس کے اوپر سوار بھی ہوجائیں تو یہ حرکت نہیں کرتا کہیں میری انرجی اور قوت ضائع نہ ہو۔

دوران سفر چونکہ سابقہ وسطی امریکہ کا طویل سفر میں نے جوانی میں کیا تھا مجھے محسوس ہوا کہ پہلے سفر بہتر تھا موجودہ سفر میں باوجود سہولیات اور سامان کے بہتر ہوتے ہوئے میں نے بے شمار ناگواریاں محسوس کیں تب مجھے احساس ہوا کہ روز بروز حالات کمتر اور ابتر ہوتے جارہے ہیں۔

سفر کے دوران میں نے پرندوں کو جب بھی خوراک کا کچھ حصہ ڈالا تو انہیں اپنا شیدائی پایا لیکن اب ایسا نہیں تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ اس سے قبل میری خوراک تھوڑی ہوتی تو بہت زیادہ محسوس ہوتی لیکن کھانے کے بعد پیٹ جلدی بھرتا اب ہرگز ایسا نہیں۔

(بحوالہ جے. ایس گرینٹ بک آف ورلڈ)

مردوں کی کمی اور شراب خوری، زنا کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا جہالت بہت بڑھ جائے گی زنا کی کثرت ہوگی شراب بہت پی جائیگی مرد کم ہوں گے عورتیں اس قدر زیادہ ہو جائیں گی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کے لئے ایک ہی مرد ہوگا۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

انڈونیشیا میں عورتوں کی کثرت

پاپولیشن لیبر فرنٹ کی حالیہ تحقیق کے مطابق جو انہوں نے شمالی انڈونیشیا میں سات ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد کی اس بات کا پتہ چلا کہ پورے ملک میں عورتوں کی کثرت اور مردوں کی کمی ہے، حتیٰ کہ ایک مرد کئی شادیاں کرنے کے باوجود بھی عورتوں کی کفالت کے لئے کوئی مرد میسر نہیں۔

حکومت اس بات سے پریشان ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑھتی ہوئی آبادی میں عورتوں کی کثرت تشویش ناک ہے۔

ایران اور عراق کا بحران

ایران اور عراق کی جنگ کے بعد وہاں عورتوں اور کمسن بچوں کی کثرت اور مردوں کی کمی ہے۔

افغانستان کا بحران

سالہا سال کی جنگ اور موجودہ خانہ جنگی نے افغانستان کو بانجھ کر دیا ہے، وہاں عورتوں کی زیادتی اور مردوں کی کمی ہے کیونکہ مرد، خاص طور پر تندرست اور جوان مرد جنگ میں کام آتے ہیں۔

بہت کم مرد صحت مند یا معذور نہیں، ورنہ اکثر مرد معذور اور مریض ہیں۔

افریقی ممالک

یہ بحران سب سے زیادہ افریقی ممالک میں موجود ہے، وہاں ایک مرد کی کئی کئی بیویاں ہیں۔ اولاد بکثرت ہے عورتوں کی کثرت ہے حتیٰ کہ تمام معاملات عورتیں چلاتی ہیں۔ (بحوالہ عورتوں کا بحران۔ نیوز ویک)

کفر کی بھرمار ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے والے (سیاہ) فتنوں سے پہلے (نیک) عمل کرنے میں جلدی کرو۔ اس زمانہ میں انسان صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا، ذرا سی دنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم فرانس والے کا تجزیہ

کراچی میں ایک صاحب ڈاکٹر صاحب کے بڑے مداح ہیں۔ ان کے ساتھ ٹیلی فون، خط وکتاب اور بالمشافہ گفتگو کا ان کو بہت زیادہ موقع ملا۔ انہوں نے ایک دن فرمایا کہ۔

ڈاکٹر صاحب فرانسیسی مسلمانوں کے بارے میں بہت پریشان تھے کہ وہ انہیں روز

بروز کفر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بقول مراکشی اور لبنانی مسلمان صدیوں سے فرانس میں آباد ہیں لیکن تھوڑی سی دولت، نوکری اور کسی عہدے یا عزت یا یہودی لڑکی کے چکر میں وہ اسلام سے ہاتھ کھو بیٹھتے ہیں۔ یہاں تک علم نہیں کہ یہ آدمی ابھی مسلمان ہے کچھ دیر کے بعد اس کو کیا ہو جائے۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا۔

ایک پاکستانی خاندان کا واقعہ

مردان سے ایک خاندان کمائی اور رقم کی لالچ میں فرانس گیا۔ انہیں ویلفیئر اداروں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ان کی رہائش، خوراک اور اعلیٰ درجے کی ملازمت کا انتظام کیا پھر ان میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنا شروع کر دی حتیٰ کہ وہ تمام خاندان مرتد ہو گیا۔

افریقہ میں بے دینی

میرے دوست عبدالوحید مغل صاحب نے ایتھوپیا، کینیا اور سوڈان کا حال دیا، کہ وہاں یورپ نے ویلفیئر سوسائٹی اور ادارے بنائے ہوئے ہیں ان کا کام لوگوں کی مدد کرنا ہے لیکن دراصل وہ ایمان چور اور اسلام چور ہیں وہ لوگوں میں ادویات، کپڑے اور خوارک کے بدلے اپنا لٹریچر یا لیکچر سننے کا تقاضہ کرتے ہیں، یوں مسلمان کافر ہو رہے ہیں۔

مسلمان کبھی ختم نہیں ہونگے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی کہ میری ساری امت کو عام قحط کے ساتھ ہلاک نہ کرے اور ان پر کوئی دشمن غیروں میں سے ایسا مسلط نہ کرے جو ان سب کو ختم کر دے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو اس کو ٹالا نہیں جا سکتا میں تم کو یہ وعدہ دیتا ہوں کہ تمہاری امت کو عام کال سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر غیروں میں سے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ

کروں گا جو ان کو ایک ایک کر کے ختم کر دے اگرچہ تمام زمین پر بسنے والے ہر طرف سے جمع ہو جائیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

ایک پادری کا اعتراف

بندہ کے روحانی تعلق دار کیلیفورنیا امریکہ میں عرصہ دراز سے قیام پذیر ہیں عاجز کے پاس تشریف لائے دوران گفتگو بتانے لگے کہ مجھے ایک پادری نے جو کہ میرا گہرا دوست ہے ایک چشم کشا بات بتائی پادری نے بتایا کہ۔

۱۸۹۰ء سے باقاعدہ سائنسی سطح پر دین اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش شروع ہوئی لیکن اب ۱۹۹۶ء ہو گیا ہے مسلمان بڑھے ہیں ختم نہیں ہوئے۔

پادری نے کہا کہ میں آن دی ریکارڈ بات کر رہا ہوں کہ اس وقت یہودی اور عیسائی ماہرین حیران ہیں کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی ہر سازش اور کوشش کے بعد پھر بھی مسلمان ختم نہ ہوئے۔

سنجے گاندھی کی نس بندی

اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے ہندوستان میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی دیکھ کر ایک سازش شروع کی کہ مسلمانوں خاص طور پر مردوں میں ایسا عمل کیا جائے کہ ان میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کر دی جائے اور اس سلسلے میں اس نے بہت کوشش کی لیکن اسے زندگی نے مہلت نہ دی۔

حدیث سے انکار

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! یقیناً مجھے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن جیسے اور احکام بھی دیئے گئے ہیں۔ پھر فرمایا خبردار! ایسا زمانہ آئے گا کہ پیٹ بھرا انسان اپنی آرام گاہ پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ بس تمہیں قرآن کافی ہے۔ اس میں جو حلال بتایا اسے حلال سمجھو اور اس نے جسے حرام بتایا

اسے حرام سمجھو (حدیث کی ضرورت نہیں)۔ پھر فرمایا کہ، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم کسی چیز ہونے کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے کسی چیز کے حرام ہونے کا حکم دیا۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

انکارِ حدیث اور کرنل لارنس

برصغیر میں جتنے علمی اور دینی کام عروج پر ہو رہے ہیں اگر ایسے مستقل ہوتے رہے تو دین اسلام پورے عالم میں بہت جلد پہنچ جائے گا۔ اس سلسلے میں مٹکاف رپورٹ کو اگر پڑھا جائے تو اس کی تمام تفصیل کا خلاصہ یہی ہے کہ اس دین میں ایسے ایسے لوگوں اور فتنوں کو کھڑا کیا جائے کہ جس کی وجہ سے اس کا پھیلاؤ کم اور الجھاؤ زیادہ ہو جائے۔ کرنل لارنس نے یہ کام کیا کہ۔

مسلمان بلحاظ عقیدے حضور اقدس ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور ان کا احترام خوب سے خوب تر کرتے ہیں، لہٰذا ان کے اندر سے عقیدہ ختم نبوت کو ختم کر کے نبی کی کوئی مزید نیابت نکالی جائے تا کہ ان کے اندر سے عقائد میں فرق اور آخری نبی ﷺ کی عزت (نعوذ باللہ) ختم ہو اس طرح عمل کی قوت کم ہو جائے۔

یہ اپنے نبی ﷺ کی باتیں من وعن تسلیم کرتے ہیں اور قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث سے مدد لیتے ہیں، لہٰذا ان میں ایسا فرقہ پیدا کر دیا جائے جو احادیث کا انکار کرے اور لوگوں میں یہ بات پھیلائے کہ یہ تمام علم (نعوذ باللہ) کمزور اور لایعنی ہے، تا کہ عمل کا تواتر ختم اور قرآن کی سمجھ اور فہم مشکوک ہو جائے۔ (بحوالہ ہمفرے کی یادداشتیں)

قرآن کو ذریعہ معاش

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے، اور مجلس میں عرب کے شہروں کے علاوہ دیہات کے باشندے اور غیر عرب بھی تھے، اسی اثنا میں حضور اقدس ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ پڑھتے رہو تم سب ٹھیک پڑھ رہے ہو۔

عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو شعر کی طرح درست کریں گے اور ان کا مقصد قرآن پڑھنے سے دنیا حاصل کرنا ہو گا اور اس کے ذریعے سے آخرت نہ سنواریں گے۔

(بحوالہ بیہقی)

محافل حسن قرأت کی تباہ کاریاں

بندہ ایک بہت بڑے جامعہ کے شیخ الحدیث کے پاس بیٹھا ہوا تھا تذکرہ چلا محافل میں قرأت کا۔ انہوں نے اس موضوع پر حیرت انگیز تجزیہ کیا، فرمانے لگے کہ،

ہمارے ہاں طلباء اور اساتذہ کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ اب قرآن حفظ اور یاد بھی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں انعام ملے وہ دنیا کے انعام، داد و تحسین اور شہرت کے لالچ میں آخرت کا دائمی اجر اور جزا بھول جاتے ہیں۔

اس کے نقصانات یہ ہوئے کہ طلباء میں خالص دین مزاج بدلتا جا رہا ہے ان کے لباس، جسم، بال، جوتے حتیٰ کہ ادائیں اب فلمی اداکار اور گلوکاروں جیسی ہو رہی ہیں۔ پھر یہی قاری نعت خواں بن جاتے ہیں اور میرے تجربے میں پاکستان میں ایسے اداکار ہیں جو پہلے قاری پھر نعت خواں اور پھر گلوکار بن گئے۔

جھوٹ عام ہو گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت کرو تم میں سب سے اچھے لوگ یہی ہیں پھر ان کے بعد وہ اچھے ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے اس کے بعد جھوٹ پھیل جائیگا حتیٰ کہ یقیناً ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ انسان بغیر قسم دلائے قسم کھائے گا اور بغیر گواہ بنائے گواہی دیں گے۔ (بحوالہ نسائی)

گوبلسر جھوٹوں کا بادشاہ

نپولین بوناپاٹ کا مقولہ ہے کہ اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ گوبلسر

سکاٹ لینڈ میں ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوا یہ شروع ہی سے بہت شاطر اور عقل مند تھا لیکن آہستہ آہستہ ایک چیز میں یہ مبتلا ہوتا گیا۔اس نے جھوٹ کو اپنا شعار بنالیا۔

حتیٰ کہ اتنا جھوٹ بولتا اور اس صفائی اور انداز سے بولتا تھا کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگتے یوں گوبلسر کا جھوٹ مشہور ہو گیا۔

دی لارنس آف دی عریبیہ

کرنل لارنس عیار زمانہ، مسلمانوں کا دشمن اول، جو بے شمار زبانوں میں ماہر، تہذیب وتمدن سے آشنا، ہر محفل کے آداب سے خوب واقف، یہ وہ شخص تھا جو ایک ہی وقت کئی زبانوں کا مالک، جھوٹوں کا سرتاج، عیاروں اور مکاروں کا لیڈر تھا۔

مسلمانوں کی جاسوسی ان میں انتشار اور افتراق پھیلانا اس کا کام تھا، مزید تفصیلات کے لئے مشہور کتاب دی لارنس آف دی عریبیہ کا مطالعہ کریں۔

(بحوالہ، دی لارنس آف دی عربیہ)

مسلمان مالدار ہوں گے لیکن دیندار نہ ہوں گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آنکلے جن کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا ان کا یہ حال دیکھ کر اور ان کا اسلام سے پہلا زمانہ یاد کر کے رسول اللہ ﷺ رونے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہن کر گھر سے نکلو گے۔ اور ایک پیالہ سامنے رکھا جائے گا اور دوسرا پیالہ اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں پر (زیب و زینت کے لئے) اس طرح کپڑے کے پردے ڈالو گے جیسے کعبے کو کپڑوں سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب تو ہم آج کی نسبت بہتر ہوں گے عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے اور کمانے کے لئے

محنت نہ کرنی پڑے گی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم اس دن کی نسبت آج ہی اچھے ہو۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

مسلمانوں کا حال اور ایک حساس تجزیہ

یہ 1991ء کی بات ہے جب سلطان برونائی کی مالی تشہیر ہوئی اور پوری دنیا کا امیر آدمی گردانا گیا پھر دوسری طرف کویت کے دینار کی طاقت سعودی عرب کے تیل کے چشمے ادھر خلیج ممالک کے پاس دولت اور سونے کے خزانے۔

لیکن اس سب کے باوجود ایک یورپی ماہر اقتصادیات نے کیا تجزیہ کیا جسے روزنامہ امروز میگزین 1990ء نے خاص جگہ دی۔

مسٹر کروس ماہرِ معیشت کا حساس تجزیہ

مسٹر کروس نے اپنی ماہرانہ زندگی اور تجربات کے بعد یہ بات بتائی ہے کہ اس وقت مالی طور پر مسلمان ممالک کا گراف گر رہا ہے حالانکہ مسلمان بہت مالدار اور متمول ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ خزانے اور بلیک گولڈ یعنی تیل مسلمانوں کے پاس ہے۔

باوجود ان سب کے وہ روز بروز کمزور اور ناتواں ہوتے جا رہے ہیں۔

مال کی احتیاط اور خرچ سے یہ لوگ نا آشنا ہیں۔ ذہنی عیاشی حد سے زیادہ بڑھ گئی، میرا تجربہ ہے دو ہزار پندرہ کے بعد ان کا زوال کھل کر سامنے آجائے گا۔

(بحوالہ روزنامہ امروز)

مشہور دانشور کے تاثرات

زیڈ اے سلہری مرحوم کا تجزیہ جو مولف نے پڑھا اس کا خلاصہ عرض ہے۔

انسان کا مزاج ہے کہ اس کے پاس جتنی دولت اور رقم کی فراوانی بڑھتی جائے گی اتنا اس کے اندر دو حالتیں پیدا ہوتی جائیں گی۔

ا۔ یا وہ حد سے زیادہ محتاط اور اپنے مال کو موزوں طرح استعمال کریں گے۔ انہیں

عیاشی، رنگ رلیاں، بے جا مال اڑانا پسند نہیں ہوگا اور فضول خرچ نہیں ہوں گے۔

۲. اس کے برعکس ایسے لوگ جن کے پاس دولت آتے ہی وہ اسے سب سے پہلے اپنی ذہنی عیاشی پر خرچ کرتے ہیں۔ جس میں زنا کاری، بدکاری، جوا، شراب، رنڈیاں اور بہترین موٹریں اور کوٹھیاں بنانے میں لگا دیتے ہیں۔

میرا تجربہ ہے کہ جب بھی ہم مالی افراط اور تفریط کا شکار ہوتے ہیں اس کے پس پردہ کچھ عناصر ہوتے ہیں اور ان میں مذکورہ عناصر سرفہرست ہیں۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ)

شراب کو نام بدل کر حلال کریں گے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اس طرح اسلام کو بگاڑنے کی کوشش کی جائے گی کہ شراب پئیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا کہ مسلمان شراب پئیں گے؟ حالانکہ خدا نے اسے سختی سے حرام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا نام بدل کر حلال کرلیں گے۔ (بحوالہ دارمی)

بیئر جوس

ریکس کمپنی کی طرف سے ڈبے میں بند ایک قیمتی جوس پیش کیا جاتا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس سے جسم میں ٹھنڈک ہوتی ہے، درجہ حرارت عام رہتا ہے، جسم صحت مند، معدے کی تیزابیت ختم اور اعضاء کی صحیح نشوونما میں مدد ملتی ہے۔

حالانکہ یہ جو کا کشید کیا ہوا ہے، ہلکا شراب ہے، استعمال کرنے والے بتاتے ہیں کہ اگر ایک ڈبہ پی لیں تو جسم پر لطف اور اگر اکٹھے تین ڈبے پی لیں تو دیسی شراب کی ایک بوتل کے برابر نشہ ہو جاتا ہے۔

الکحل اور ادویات

اسلام نے نشے کو حرام قرار دیا ہے اور حرام میں قطعی شفاء نہیں، لیکن بے شمار ادویات میں الکحل استعمال کیا جاتا ہے اور اسے شفاء سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ شفاء قطعی

نہیں ہوسکتی۔

میڈیکل سائنس بھرپور انداز میں اب اس کی تردید کر رہی ہے۔

چاکلیٹ اور نشہ

بڑے شہروں کی مارکیٹ میں ایسے چاکلیٹ مل جاتے ہیں جنہیں ذہنی بے سکونی اور بدامنی کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی مستقل اس کو استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں نشہ شامل ہے اور جس نے بھی اسے استعمال کیا اس کا عادی بن گیا۔

علم اٹھ جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندوں میں سے خدا علم کو اچانک نہ اٹھائے گا بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو رفتہ رفتہ ختم کرے گا، حتیٰ کہ جب خدا کسی عالم کو نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو امیر اور صدر بنائیں گے اور ان (سے مسائل اور معاملات کے بارے میں) سوال کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

بش ایڈورڈ کا تجزیہ

اسلامک ریسرچ سنٹر (واضح رہے یہ وہ ادارہ ہے جو کہ اسلامیات، یا علم اسلامی پر تحقیق کرنے والوں کو، پی. ایچ. ڈی، کی ڈگری کی منظوری دیتا ہے) کے پروفیسر ڈاکٹر گاف کی طویل گفتگو جو اس نے دوران لیکچر دی جسے ان کے ڈاکٹریٹ کے شاگرد ڈاکٹر برھان سلیم نے کوڈ کی مندرجہ ذیل ہے۔

ماہرین فن کا فقدان ہے ہر آنے والا وقت ماہرین کی کمی لا رہا ہے۔ روز بروز ماہرین فن ختم ہوتے جا رہے ہیں، آج ہم جنہیں محققین تسلیم کرتے ہیں دراصل ان سے قبل محققین کے مطابق یہ اندھے اور ادنیٰ طالب علم ہیں لیکن چونکہ وہ پہلے والے اپنی زندگی

پوری کر کے چلے گئے ہیں اس لئے یہ آج ماہرین فن کہلواتے ہیں۔

آج سے قبل علم اور فن کی تحقیق کا معیار تھا لیکن آج سطحی علم اور اجمالی علوم کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے کسی چیز میں غرق ہو جانا اور معیار علم کا بہترین حصول بالکل عنقا ہو گیا۔

خود میرے پروفیسر جن سے میں نے علوم میں دسترس حاصل کیا جب میں ان کی علمی معلومات اور تحقیق دیکھتا تو حیران ہوتا اب جب ہم بولتے ہیں تو ہمارے شاگرد حیران ہوتے ہیں اس لئے کہ روز بروز تحقیق کی دنیا سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں۔

(مضمون آخر علم کا کیا بنے گا، سے اقتباس بحوالہ چٹان)

کنجوسی عام ہو گی

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، زمانہ جلدی جلدی گزرنے لگے گا اور علم اٹھ جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور دلوں میں کنجوسی ڈال دی جائے گی اور قتل کی کثرت ہو گی۔

(بحوالہ بخاری و مسلم)

تنگ دلی اور ماہر نفسیات

ماہرین نفسیات کی ایک ٹیم نے سالہا سال کے تجربات کے بعد اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ لوگوں میں روز بروز قوت برداشت کم ہوتی جا رہی ہے۔ امریکن کونسل آف سائیکالوجی کے چیف مارگل ٹیک کی تحقیق کے مطابق لوگوں اور خاص طور پر دولت مند طبقہ روز بروز چند ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو رہا ہے جو کہ آنے والے وقت میں ایک دھماکہ خیز پریشانی کا ذریعہ بن جائے گا۔

ذہنی پریشانی اور اعصابی کھچاؤ میں رفتہ رفتہ تیزی ہو رہی ہے اور لوگوں میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

اس طبقے میں تنگ دلی اور کنجوسی کا معیار بڑھ رہا ہے اس کی وجہ سے گھر میں جھگڑے دوکانداروں کے گاہکوں سے تکرار، دفتروں میں اپنے افسروں سے بدسلوکی

وغیرہ تمام معاملات میں کنجوسی اور تنگ دلی میں اضافہ ہے۔

اس کی وجہ سے لوگوں میں ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنے کا مزاج بن گیا ہے۔

حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی بات یا مختصر معاملے پر ایک دوسرے کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

عالم یہ ہے کہ ہر شخص ذہنی انتشار اور اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرتا ہے۔

گزشتہ عشرے میں امریکن سائیکالوجی سنٹر میں مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ماہرین نفسیات اس بات پر پریشان ہیں کہ لوگوں میں پریشانی کی وجہ سے ماہرین نفسیات کے مشوروں پر عمل کرنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے اور اگر ان کو سو فیصد مشورہ دیا جاتا ہے تو وہ صرف دس فیصد عمل کر رہے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ نفسیات)

چرب زبانی سے روپیہ کمایا جائے گا

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی، جب تک ایسے لوگ موجود نہ ہو جائیں جو اپنی زبانوں کے ذریعے پیٹ بھریں گے جیسے گائے بیل اپنی زبانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔

تجارت کے فن اور فن کار تاجر

تجربہ اور مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے جو تاجر اپنے مال اور جنس کی تعریف کرے اس کے ہر پہلو پر غور کرے اور اپنے گاہک کی توجہ اس پہلو کی طرف دلائے تو ایسا شخص کبھی بھی ناکام تاجر نہیں ہو سکتا۔

ہمارے ہاں جو عام اصول ہے کہ جب بھی گاہک کو اپنا مال دکھایا جاتا ہے تو اس کے سامنے گفتگو کم اور کورا سا ریٹ بتا دیا جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں آپ کو چاہیے کہ گاہک کو مائل کریں، اسے متوجہ کریں اور اس کے سامنے اپنی چیز کی خوب تعریف کریں۔

کیا آپ کو مثالیں یاد ہیں یا ایسی مثالیں کہ اس سے قبل کسی گاہک نے آپ کی بات

نہ مانی ہو اور اسے نقصان ہوا ہو۔

جی ہاں ایسی مثالیں اور ایسے واقعات اپنے گاہکوں اور خریداروں کو ضرور دیجئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کی چیزوں کے قدردان ہوں گے۔ بلکہ آپ کی بات کا وزن ہوگا۔ مثل مشہور ہے کہ مثالوں سے بات جلد سمجھ آتی ہے۔

کیا آپ گاہک کے شوق وارفتہ یا اس کی پسند کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر ضرور کوشش کیجئے کہ اس کی پسند اور ناپسند کو ملحوظ رکھیں تاکہ آپ کی خوبصورت گفتگو اسے آپ کی طرف مائل کر سکے۔ (تجارت کا فن ترجمہ لوئیسر ڈیوڈ)

قارئین کرام مذکورہ تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نئی ترتیب اور نئے نظام کے تحت گاہکوں کو چرب زبانی ہر اصول کے تحت زیر کرنا دراصل تجارت کا اصول سمجھا جاتا ہے۔

جبکہ یہ غلط ہے ہاں اتنا ضرور ہے جو حق ہے اس کا اظہار بھی حق ہے کہ گاہک کو صرف مذکورہ مال کی مختصر اور اس میں موجود خوبیوں کا ذکر ضرور کیا جائے۔

حلال اور حرام

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان یہ پروا نہ کرے گا کہ اس نے حلال حاصل کیا یا حرام کیا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

قدرت اللہ شہاب کی انوکھی بات

قدرت اللہ شہاب نے ایک انوکھی بات یہ کہی کہ مجھے ہالینڈ میں جب میں وہاں سفر پر تھا کہ ایک حیرت انگیز تجربہ ہوا وہ یہ کہ میں نے محسوس کیا کہ یہاں حلال وحرام کا خیال تک بلکہ احساس تک دلوں سے نکل چکا ہے۔

خنزیر، کتا، سانپ، مینڈک اور بعض دوسری غلیظ اور حرام چیزیں استعمال کی جا رہی ہیں۔

سود کا معاشرے میں اتنا مقام ہے کہ اس کے بغیر کوئی کاروبار چل نہیں سکتا اور پیدائش سے لے کر تجہیز وتکفین تک سود کے بغیر کوئی عمل نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں میری ایک ماہر معاشیات سے گفتگو ہوئی تو اس نے انکشاف کیا کہ۔

عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ حلال وحرام کی تمیز نہ ہونے کی وجہ سے ہماری معیشت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اس شخص کے بقول اسلام کا نظام معیشت اتنا مضبوط ہے کہ یہ کبھی تباہ اور خراب نہیں ہو سکتا۔ (انٹرویو آواز ماہنامہ)

پاکستانی معاشرے کی ایک کہانی

میں یہ ایک داستان بیان کر رہا ہوں جبکہ اس کو آپ لاکھوں بلکہ کروڑوں شہریوں پر محمول کر لیں۔

زکوٰۃ کا مال حلال سمجھ کر اپنے گھر رکھ لینا اس کو مستحق شخص تک نہ پہنچانا۔

رشوت کا مال باپ دادا سے گھر میں ایسا رچ بس گیا ہے کہ اب اس مال سے حج اور عمرہ تک کیا جاتا ہے۔

بلکہ رشوت میں عمرے کا ویزا لیا جاتا ہے اور اپنی مشکل کشائی کرائی جاتی ہے۔

ملاوٹ اور دھوکہ دہی کو اپنا حق سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

گمراہ کن لیڈر

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا خوف ہے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ظلم کی کہانی ظالم حکمرانوں کی زبانی

حجاج کا استبداد

صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہ، اولیاء کرام رحمۃ اللہ

علیہ، فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ اور اہل فن حضرات کو تلوار کی نوک سے جس طرح اِس شخص نے تباہی مچائی ہے تاریخ میں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

تیمور کی داستان

ستر ہزار انسانی سروں کا مینار بنوایا، لیکن اس کا شوق کم نہ ہوا آخر کار اس نے اور انسان قتل کرنے کا حکم دیا کہ مینار اونچا کیا جائے بے شمار مزید انسان قتل کیے گئے لیکن پھر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی آخر اس نے سروں کے درمیان گارا اور مٹی کی تہہ لگوائی جب مینار حسب منشا اونچا ہوگیا تو پھر اس پر سیڑھیاں بنوائیں اور ان سروں کے مینار پر ایک مشعل جلوائی اور یہ مشعل اتنی روشن تھی کہ اس کی روشنی میلوں سے نظر آتی۔

نپولین بونا پارٹ

نپولین نے کئی لاکھ آدمی قتل کرائے اس کا مشہور مقولہ زبان زد عام ہے کہ جب انسان مرکر ان کے جسموں کو جلایا جاتا ہے تو یہ جسم جب جلتے ہیں اور ان سے دھواں اٹھتا ہے تو مجھے یہ دھواں اچھا لگتا ہے۔ (بحوالہ دنیا کے ظالم حکمران. امان اللہ ارمان سرحدی)

جنگ عظیم اول سے قبل

مشہور کالم نگار اور جرنلسٹ ریڈر ڈائجسٹ بنجمن کی تحقیق کے مطابق جنگ عظیم اول 1914ء سے قبل حکمران بہت خوبیوں اور صفات کے مالک تھے یہ اور بات ہے کہ ہر شخص کی ذاتی غلطیاں اس کی اجتماعی زندگی پر اثر انداز کم ہوتی ہیں، لیکن لیڈر اور حکمرانوں کی ذاتی غلطیاں ان کی اجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ میں نے الزبتھ خاندان کے تمام لیڈروں کو نہایت اعلیٰ مزاج اور اخلاق کا پایا ان میں بے شمار صفات تھیں۔

اب صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے مفاد پرستی اور ذاتی خواہش نے لیڈروں کے مزاج بدل دیئے ہیں اور ہوس زر نے ان کی آنکھوں کو پھیر دیا ہے۔ (بحوالہ ریڈر)

امانت اٹھ جائے گی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول کرم ﷺ نے ہمیں دو باتیں بتائی جن میں ایک دیکھ چکا دوسری کا منتظر ہوں۔ ایک بات آپ ﷺ نے ہمیں یہ بتائی تھی کہ بے شک انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں امانت اتار دی گئی پھر اس کی (تفصیلات) کو لوگ قرآن سے اور رسول کریم ﷺ کے طرز عمل سے سیکھ گئے۔

دوسری بات آپ ﷺ نے امانت اٹھ جانے کے بارے میں بتائی اور ارشاد فرمایا کہ انسان ایک بار سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور بجائے (اصل امانت کے) ایک نقطہ سا رہ جائیگا پھر دوبارہ سوئے گا تو باقی امانت بھی اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر نقطہ کی طرح بھی نہ رہے گا بلکہ ٹھیٹ کی طرح رہ جائے گا جیسے تم چاول پر چنگاری ڈالو اور اس کی وجہ سے ایک آبلہ چھالا پڑ جائے جو اوپر سے پھولا ہوا دکھائی دے اور اندر کچھ نہ ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ لوگ آپس میں معاملات کریں گے تو کوئی امانت ادا کرنے والا نہ ملے گا اور یہ تذکرے ہوا کریں گے کہ فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے۔ اور انسان کی تعریف میں یوں کہا جائے گا کہ فلاں بڑا عقل مند ہے اور بڑا ہی ظریف ہے اور بڑا ہی قوی ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

امانت دار اور صاحبِ انصاف اشخاص کی کمی

صدر روز ویلٹ کا مزاج تھا کہ جب بھی کسی شخص کا انتخاب کرتا تو اس میں چند خوبیاں ضرور دیکھتا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱. کیا ایسا شخص اپنے کام کا ذمہ دار ہے؟

۲. کیا ایسا شخص انصاف کا طالب ہے تو خود بھی منصف ہے؟

۳. کیا ایسا شخص امانت دار ہے جو گھر میں بھی امین ہو، معاملات میں بھی امین ہو، دفتر

اور فیکٹری میں بھی امین ہو، کیونکہ اب ایسے شخص کم ہو گئے ہیں۔

(بحوالہ روز ویلٹ کی داستان)

امانت دار شخص اور M.B.A کا نصاب

میرے تجربے میں یہ بات بہت گہری ہے کہ ماہرین معاشیات اور ماہرین نصاب اس بات کو بیان کر رہے ہیں بلکہ بار بار زور دے رہے ہیں کہ اگر آپ اپنے کاروبار میں ترقی اور عروج چاہتے ہیں تو امانت داری کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ عوام اس وقت ناقابل اعتماد ہو چکے ہیں وہ ہر شخص سے امانت چاہتے ہیں اور امانت ہی کو پسند کرتے ہیں۔

اگر آپ اپنے معاملات اور کاروبار میں امین ہیں تو خوشی، کامیابی اور شہرت آپ کے قدم چومے گی۔ (بحوالہ پراسپکٹس برائے M.B.A انگلینڈ)

بلند مکانات پر فخر کیا جائے گا

حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور تم اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ان صاحب نے عرض کیا اس کی نشانیاں بتا دیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اس کی بعض نشانیاں) یہ ہیں کہ عورتیں ایسی لڑکیاں جننے لگیں جو، ان (ماؤں) پر حکم چلائیں اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیر اور ننگے بدن والے تنگدست اور بکریاں چرانے والے مکانات کی بلندی پر فخر کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ننگے پیر اور ننگے بدن والوں، گونگوں اور بہروں کو زمین کا بادشاہ دیکھو (اس وقت قیامت قریب ہوگی)۔

نافرمان لڑکیاں

بال کٹے، بدن ننگے، جسم تراشے اٹھی اٹھی پھرتی ہیں جنہیں یورپ زادیاں کہا جاتا

ہے یا امریکہ زادیاں کہا جاتا ہے۔

یہ حرام زادیاں کیا ہیں، ایسی باغی کہ نظر باغی، دل باغی، دماغ باغی، جسم کا انگ انگ باغی یہ کبھی شادیاں اس لئے نہیں کرتیں کہ ایک شخص سے دل نہیں بھرتا اور جب دل بھر جاتا ہے تو جسم نہیں بھرتا پھر جسم اور دل بھر جاتا ہے تو دوسرا مرد تلاش کرتی ہیں۔

یہ اپنی ماں کو لونڈی اور گھر کی خادمہ سے بھی کمتر سمجھتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی ماں جلد مر جائے یا پھر بہت جلد ان کی جان چھوٹ جائے۔

ایسی بے شمار مائیں فٹ پاتھوں اور ویرانوں بلکہ گرجا گھروں میں زندگی کے باقی ایام گزارتی ہیں۔ میں نے ایسی نوجوان لڑکیوں کی ماں باپ سے سخت نفرت دیکھی حتیٰ کہ ایسی لڑکیاں بہت ہی زیادہ الرجک تھیں کہ ان کے والدین بوڑھے ہیں مرتے کیوں نہیں۔ (بحوالہ امریکہ میرا دیکھا ہوا ہے)

میرے مشاہدات

یورپی زندگی میں والدین خاص طور پر بوڑھی ماں کی بے قدری کیسے ہوتی ہے مارننگ نیوز ماہ فروری 1992ء کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

جون کی ماں ایک یہودی کی بیٹی تھی اس کا باپ کریٹر مارل بھی بہت مالدار تھا لیکن کچھ عرصہ قبل کریٹر مارل فوت ہو گیا جون کی ماں چونکہ ایک حادثے میں معذور ہو چکی تھی اس لئے وہ گھر میں پڑی رہتی تھی۔

جون کو اب ہر وقت ماں کی فکر کھائے جا رہی تھی اور فکر یہ بھی تھی کہ بوڑھی ماں گھر میں جراثیم پھیلا رہی ہے ہر وقت کھانستی ہے اس کے زخموں کی اتری پٹی پیپ اور خون آلود ہوتی ہے اور اس طرح ان کا گھر آلودہ ہو رہا ہے۔

جون نے کوشش کر کے ماں کو اولڈ ہاؤس (جسے ہم گئو شالہ کہیں کہ ہندوؤں کے زمانے میں پاکستان میں اب بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں ہندو بوڑھی مائیں یعنی گاؤں لے

کر ان کی خلقت گزاری کے لئے سپرد کرتے تھے ایسی جگہوں کو ہندو گئوشالہ کہتے ہیں۔ یورپ میں اولڈ ہاؤس دراصل گئوشالہ کی طرز پر ہیں) میں بھیج دیا جائے ماں نے گھر کی یادوں اور محبتوں کو نہ چھوڑا آخر کار ماں ہار گئی اور اسے اولڈ ہاؤس بھیج دیا گیا۔

لیکن کچھ عرصہ بعد ماں کو گھر کی یاد آئی وہ واپس پھر گھر آ گئی اب جون کو پھر فکر دامن گیر ہوئی اس نے ایک بھیانک منصوبہ بنایا اور ماں کو ایسی زہر دی کہ وہ صبح تک مر گئی۔ حتیٰ کہ فیونرل ہاؤس والے میت لے گئے یوں جون کو ماں سے نجات مل گئی۔

(بحوالہ مارننگ نیوز)

بلند مکانات پر فخر اور ماہر نفسیات

سڈنی کے مشہور ماہر نفسیات پروفیسر لیول کی تحقیق کے مطابق جو آدمی اپنی استعمال کی چیز پر فخر کرتا ہے، اس میں بعض خطرناک نفسیاتی بیماریاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

ڈاکٹر لیول کے مطابق کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ بڑی گاڑی، بڑا مکان، بڑی مل یا فیکٹری پر فخر نہ کیا ہو اور اس کی یادداشت میں کمی واقع نہ ہوئی ہو، کیونکہ میرے تجربات کے مطابق یادداشت کا تعلق صرف اور صرف انسانی ذہن اور اس کی سوچوں کے ساتھ ہے۔

مزید نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایسا آدمی لایعنی سوچوں اور بے معنی وسوسوں کا شکار ہو کر معاشرے اور گھر کے لئے بوجھ بن جاتا ہے۔ (بحوالہ منتھلی نفسیات اینڈ گزٹ)

عہدے نااہلوں کے سپرد

ایک دیہاتی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا امانت داری جاتی رہے گی تو قیامت کا انتظار کرنا۔ سائل نے دوبارہ دریافت کیا امانت داری کیسے ضائع ہوگی؟ ارشاد فرمایا جب عہدے نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

ایک عبرت انگیز واقعہ

بندہ کے ایک دوست نے بتایا کہ فلاں وکیل (جبکہ وہ وکیل لے دے کر تعلیم میں پاس ہوا اعلیٰ درجے کا نااہل، رسہ گیر، چوروں کا سردار، شرابی اور زانی ہے، رشوت اور دہشت گردی اس کا ہر وقت پیشہ ہے) دہشت گردی عدالت کا خصوصی جج بنایا جا رہا ہے۔ نامعلوم بنا، یا نہ بنا۔ میں حیران ہوا کہ اتنا اہم اور حساس عہدہ ایسے شخص کے ہاتھ جائے گا آخر کیا بنے گا؟ بالکل یہی حالت اس وقت ایسے لوگوں کی ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ہیں لیکن بالکل نااہل ہیں۔

جسٹس کیکاوس کا واقعہ

مجھے یورپ میں ایک اہم بات یہ دیکھنے میں آئی کہ یہاں کسی بھی عہدے کے لئے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر حال میں اہل اور میرٹ یافتہ شخص کو ہی منتخب کیا جاتا ہے اس انتخاب میں ذات پات، شکل وصورت، رہن سہن کو ہرگز نہیں دیکھا جاتا، بلکہ شخص کے اہل ہونے کو دیکھا جاتا ہے۔ لیکن ایسا اب وہاں بھی نہیں۔

مجھے ایک ادارے کا ہیڈ کلرک ملا کہنے لگا ہمارے ہاں ایک بات خاص طور پر رواج پا گئی ہے کہ کسی بھی ادارے میں جائیں آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو ان عہدوں کے قابل نہیں، اس کے علاوہ وہاں ایک کمرے کی یونیورسٹی دیکھنے میں آئی یعنی ایک تاجر شخص نے ایک کمرہ کرایہ کا لے کر وہاں بورڈ بنا کر یونیورسٹی بنالی۔ اور ایشیا کے ان لوگوں کو نوازتی ہے جو نااہل ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ان سے نام نہاد ڈگریاں لے کر پھر ایشیائی ملکوں میں رعب جماتے ہیں۔ (بحوالہ ان سے ملئے)

سرخ آندھی اور زلزلے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مال غنیمت کو دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوٰۃ کو تاوان

سمجھا جانے لگے اور تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے، مسجدوں میں شور ہونے لگے۔ قبیلہ کے سردار بددین لوگ بن جائیں، کمینے قوم کے ذمہ دار ہوجائیں، انسان کی عزت اس لئے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلائے (خوف کی وجہ سے)، گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہوجائے، شرابیں پی جانے لگیں اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس زمانہ میں سرخ (آندھیوں) اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہوجانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے دانے گرنے لگیں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

اکانومسٹ کا سفرنامہ

اکانومسٹ مشہور جریدے میں ایک سفرنامہ شائع ہوتا رہا جس کا عنوان تھا سٹرگل مین اینڈ ورلڈ یعنی آدمی کی کوشش اور دنیا بعض تجربات۔ اس حدیث کے بالکل مناسب آتے ہیں۔ جس کا ترجمہ صدیقی صاحب کی وساطت سے ہوا۔ واضح رہے کہ یہ مشہور سیاح جان ایفل کے تجربات ہیں۔ جس نے تقریباً پوری دنیا کی سیر کی اور ہر ایک چیز کو اپنی تحقیق کی نظر سے دیکھا۔

ایشیائی ممالک میں یہ چیز خاص طور پر دیکھنے میں آئی سرکاری املاک اور سرمایہ اپنی ضروریات میں لگانے اور اس بات کا قطعی احساس نہ سمجھا یہ املاک اور سرمایہ پوری قوم کا ہے نہ کہ فردِ واحد کا۔

ٹیکس دینے کے بارے میں بھی یہ لوگ بہت گریزاں ہیں حتیٰ کہ حکومتوں کو ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لئے طرح طرح کے قوانین بنانے پڑتے ہیں۔

میرا گزر راٹلی سے ہوا میں نے دیکھا وہاں تعلیم کا بہت شوق ہے حالانکہ یہ عیسائیت کا ایک محور سمجھا جاتا ہے جان پال پوپ کا مسکن لیکن کسی بھی شخص کو میں نے بائبل کی تعلیم اور ہاتھ میں بائبل لئے ہوئے نہیں دیکھا اور تعلیم مکمل سائنس اور ٹیکنالوجی کی لی جا رہی ہے۔

یورپ کی جتنی ذلیل مائیں اور باپ ہیں ایسے ایشیا میں نہیں ہیں کیونکہ یہاں بوڑھے ماں باپ کو حقیر اور کمتر سمجھ کر اولڈ ہاؤس اور اولڈ ہومز میں بھیج دیا جاتا ہے کوئی قدر و منزلت نہیں۔

میں نے دیکھا کہ موجودہ سیاست اور کلیدی عہدوں پر ایسے لوگ براجمان ہیں جنہیں معاشرے نے ان کے غلط کردار کی وجہ سے مسترد کر دیا تھا آج وہی لوگوں میں انصاف بانٹنے والے ہیں اور لوگ مجبوری کی وجہ سے ان کی عزت اور احترام کریں گے۔

میوزک اور آلات میوزک نے دنیا کے ہر کونے یں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ یورپ پوری دنیا کو میوزک اور انداز میوزک سپلائی کرتا ہے۔

شراب نے ہر شخص کو بدمست کر رکھا ہے۔

اس کے بعد موصوف آگے لکھتے ہیں کہ

ہر جگہ عذابات اور آفات ہیں ہر شخص پریشان ہے۔ (بحوالہ اکانومسٹ)

ننگی عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی

حضور اقدس ﷺ نے دوزخیوں کے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف مائل ہوں گی) ان کے سر اونٹوں کی جھکی ہوئی پشتوں کی طرح ہوں گے نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔

(بحوالہ مسلم شریف)

یورپ کا سفر نامہ

جناب ایم.اے خان نے 1935ء میں یورپ کا سفر کیا اور پھر 1952ء میں یورپ کا سفر کیا، لکھتے ہیں کہ۔

35ء کا یورپ اور 52ء کا یورپ بالکل مختلف تھا اس کا موازنہ کچھ اس طرح ہے۔

1935ء کا یورپ

جنگ عظیم دوئم سے قبل یہاں حیا اور شرم نہیں تھا لیکن اس کا خیال اور دھیان ضرور تھا۔ یہاں برائی تھی لیکن کھلے عام نہیں۔

عورتیں مردوں کی طرف کم مائل ہوتی تھیں۔

ان کے لباس بھی ڈھکے ہوئے اور باشرم ہوتے تھے۔

میں نے ایسی بے شمار خواتین دیکھی جو ننگی ٹانگوں کو اوٹ میں چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ میری دوست بھی مکمل لباس اور بہت شرمیلی عورت تھی۔

1952ء کا یورپ

جنگ عظیم دوئم کے بعد شرم وحیا اور بھرم کی زندگی کا مکمل خاتمہ ہو گیا اور نہ ہی شرم و حیا کا خیال اور دھیان تھا۔ یہاں برائی تھی بھی اور کھلے عام بالکل عیاں۔ عورتیں مردوں کو ہر وقت اپنی طرف مائل کرنے کے لئے کوشاں وسرگرداں رہتی ہیں۔ ان کے لباس بالکل ننگے جس سے مرد دیکھ کر ان کے جسم کی طرف مائل ہوں اور بالکل بے شرم لباس۔ یہاں ہر وقت عورتیں خاص طور پر جوان عورتیں اپنے جسم کو واضح اور کھلا رکھنے پر تلی ہوئی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اب یورپ بالکل ننگا ہو گیا ہے۔

بظاہر دوستی اور دل میں دشمنی رکھنے والے پیدا ہوں گے

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو ظاہر میں

بھائی ہوں گے اور باطن میں دشمن ہوں گے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہو گا؟ ارشاد فرمایا کہ بعض کو بعض سے لالچ ہو گا اور بعض کو بعض سے خوف، اس لئے ظاہر دوست اور پوشیدہ دشمن ہوں گے۔ (بحوالہ مسند احمد)

دوستی کا مول

مجھے قطعی ایسی دوستی پسند نہیں جس دوستی کے پس پردہ ایک ایسی طمع ہو جو ہمیں خلوص اور مروت کی گہرائیوں سے دور لے جائے۔

دوست وہ ہے جس کا دل موتی کی طرح صاف اور پانی کی طرح شفاف ہو۔ میں نے کوئل سے پوچھا تو نے نغمے کیوں گائے؟ کہنے لگی، اس کی وجہ میرا صاف دل ہے۔

مجھے دوستی پسند ہے لیکن دل کے ساتھ

مجھے دشمن پسند ہے لیکن بے دلی کے ساتھ

(شکسپیئر کے اقوال مطبع لکھنو)

عشق کی حد تک لگاؤ

گاٹ میرا بچپن کا دوست تھا میری محبت کا دم بھرتا ہر وقت میرا خیال کرتا میرا والد ایک پولیس آفیسر تھا اور گاٹ کا والد ایک بڑھی۔ ہماری دوستی کی ہمیشہ مثالیں دی جاتی رہیں یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور ہم تعلیم میں بھی ساتھ ساتھ چلتے رہے آخر کار میٹرک کے بعد ہم دونوں کالج میں بھی ایک ساتھ ہوئے اور ہماری دوستی کی مثالیں پھر بھی قائم رہیں اس دوران میرے والد بیمار ہو گئے اور مجھے کالج کے بعض لیکچرز چھوڑنے پڑے، کوشش اور علاج کے باوجود میرے والد جانبر نہ ہو سکے اور آخر کار وہ فوت ہو گئے۔ ان کی وفات تک گاٹ میرا دوست رہا پھر اچانک اس کی نظریں بدل گئیں اس کا مزاج تبدیل ہو گیا۔ اس کے انداز اور محبت میں فرق آ گیا وہ مجھ سے دور دور رہنے لگا۔ میں یقیناً حیران ہوا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے لیکن میں معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا۔

لیکن جلد ہی یہ معمہ حل ہوگیا کہ گاٹ دراصل میرا دوست نہیں تھا، میرے والد کے عہدے کی وجہ سے میرا دوست تھا اسے خوف تھا کہ کہیں میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دوں یا پھر کسی بھی وقت اسے مجھ سے اور میرے والد سے کوئی کام پڑ سکتا ہے اور بس۔

(مائی ٹرتھ لائف ہاجکن)

مصنوعی محبت اور ماہرین نفسیات

برسلے یونیورسٹی جرمن کے ماہرین نے پیرا سائیکالوجی کی مسلسل تحقیق کے بعد نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایسی محبت جس میں محبوب اور عاشق کے دل میں کسی قسم کا خوف کھٹکا یا طمع ہو وہ محبت قطعی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی۔

ماہرین کے مطابق انہوں نے ساٹھ ساٹھ آدمیوں کا گروپ بنایا پھر اس گروپ کی کچھ یوں تشکیل ہوئی۔

ایک گروپ میں مسلسل اس بات کو فیڈ کیا گیا کہ محبت میں خلوص ہو صرف بے لوث اور بے غرض محبت ہو۔

جبکہ دوسرے گروپ کو صرف محبت کی ترغیب دی گئی۔

۴۰ یوم کے بعد ایسا گروپ جس کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ محبت صرف بے لوث ہو انہیں امراض کا افاقہ، پریشانی میں انتہائی کمی اور جسم بالکل ہشاش بشاش پایا گیا۔

اس کے برعکس ایسے لوگ جنہیں صرف محبت کی ترغیب دی گئی تھی وہ پہلے کی طرح لاغر اور مسلسل پریشان تھے۔ (بحوالہ نفسیات کے عملی تجربات)

اپنی رائے کو قوی جانے گا

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بھلائیوں کا حکم کرتے رہو، برائیوں سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب لوگوں کی یہ حالت ہو جائے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہو اور نفسانی خواہش کا اتباع کیا جائے اور دنیا کو ترجیح دی جائے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتراتا ہو اور تم اپنے

متعلق یہ بات ضروری دیکھو کہ لوگوں میں رہ کر میں بھی ان برائیوں میں پڑ جاؤں گا، تو اس وقت صرف اپنے نفس کو سنبھال لینا اور عوام کے معاملے کو چھوڑ دینا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

بریسلز برطانیہ کا وہ قانون دان ہے جس نے قانون اور انصاف کی بنیاد رکھی اس کی کتب اب بھی قوانین کی تشریح اور توضیح کے لئے کسوٹی سمجھی جاتی ہیں۔

اس نے اپنی مشہور زمانہ کتاب لاز اینڈ کسریکٹر طبع انڈس پبلشرز لندن میں لکھا ہے۔ میری سالہا سال پریکٹس اور تجربات اس بات کو واضح کرتے ہیں انسان بھی جانوروں کی طرح اپنے آپ ماڈرن بناتا رہا ہے۔ کیونکہ انسان کی طبیعت اور مزاج میں یہی بات رچ بس گئی ہے کہ اس کی بات کو اہمیت ہے باقی تمام فضول اور بے کار ہیں۔

برٹرج کے سامنے میرا کیس جس کی شہرت نیوز جیسے اخبارات میں بھی ہوئی جب میں اس کیس کی پیروی کرنے گیا تو میرا موکل مجھ سے بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے لگا میں نے کوشش کی کہ مجھے کیس کی بھرپور اپیل کرنی چاہیے لیکن اس نے میری ایک بھی نہ چلنے دی اور ایسی باتیں کیے جارہا تھا جو اس کے خود اپنی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

مجھے احساس ہوا کہ یہ دراصل احساس برتری میں مبتلا ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے بالکل سچ ہے اور تمام معلومات ایسے ہی ہیں باقی کسی کو کچھ معلوم نہیں۔

نتیجتاً میں خاموش ہوگیا ایسے واقعات مجھے اکثر پیش آتے ہیں اور روزانہ کا معمول بن چکا ہے، جبکہ عرصہ قبل ایسا نہ تھا۔ (بحوالہ لاز اینڈ کریکٹر)

پھلوں میں کمی ہو جائے گی

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ قریب ہو جائے گا، پھل کم ہو جائیں گے۔ (بحوالہ طبرانی)

ف...... یہ دراصل قرب قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہے، جس میں احادیث کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ پھلدار درختوں پہ پھل کم ہونا

شروع ہو جائیں گے اور واقعی ایسا ہو رہا ہے۔ایک وقت وہ بھی تھا جب درختوں پر پھل زیادہ اور کانٹے کم ہوتے تھے لیکن اس کے برعکس آج پھل کم اور کانٹے زیادہ ہیں۔اس ضمن میں ماہرین کیا کہتے ہیں؟ایک دلچسپ تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

جون کیلر کے مشاہدات

جون کیلر جس کی زندگی باغبانی اور جنگلوں میں جڑی بوٹیوں اور پودوں پر تحقیق کرتے گزری ہے، کے تجربات روز نامہ امروز 1971ء ماہ جنوری کو شائع ہوئے جن کا خلاصہ یہ ہے۔ ایک لیچی کا درخت میرا دفتر، گھر، سوچ گاہ اور مسکن تھا میں سوتے سوتے اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کو گنتا رہتا تھا اور گنتے گنتے سو جاتا تھا۔سالہا سال سے میرا یہی معمول تھا اور میری زندگی گزرتی گئی میں ہر شاخ پر لگے پھلوں کو گنتا۔

میں نے محسوس کیا کہ کچھ عرصہ قبل اسی شاخ پر پھل زیادہ تعداد میں لگتے تھے لیکن ایک دو پھلوں کی کمی شروع ہو گئی ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ کچھ عرصہ قبل پھل وزن اور ذائقے میں بہتر اور لذیذ تھے لیکن اب ان کی یہ حالت نہیں رہی مجھے یہی بات ستائے جا رہی ہے۔آخر ماحول، آب و ہوا اور دھوپ چاندنی اور پانی تو وہی ہے پھر کونسی ایسی آفت آئی کہ روز بروز پھل کم ہوتے جا رہے ہیں۔ان کے ذائقے بدل گئے ان کی لذت میں تبدیلی آئی۔ (بحوالہ امروز روزنامہ)

عمر میں بے برکتی ہو جائے گی

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وقت جلدی جلدی نہ گزرنے لگے، ایک سال ایک ماہ کے برابر ہوگا، اور ایک ماہ ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ہوگا، اور ایک دن ایک گھڑی کے برابر ہوگا اور ایک گھڑی ایسے گزر جائے گی جس طرح آگ کا شعلہ یکا یک بھڑک کر ختم ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

بریسلز کا سفر نامہ

بریسلز آسٹریلیا کا ایک بہت بڑا مہم جو اور سیاح گزرا ہے بہت طویل عمر پائی۔1796ء میں اس کی پیدائش اور 1888ء میں فوت ہوا۔اس کی زندگی کا ایک ایک دن سیاحی مہم جوئی اور شکاریات میں گزرا۔اس کی شکاری زندگی کے تجربات اَن مٹ اور دائمی ہیں، وہ لکھتا ہے۔

کہ میری تجرباتی زندگی میں جہاں سفر کی مشکلات مسلسل مہم جوئی تھکا دینے والی تدابیر ہمیشہ میری زندگی کے ساتھ رہیں۔اس سب کے باوجود مجھے ایک چیز کی شکایت ہمیشہ رہی اور میں ہمیشہ اس بات کا متلاشی بھی رہا کہ ایسا کیوں ہے؟ میں نے محسوس کیا کہ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے سال گزرتے دیر نہیں لگتی اور دن تو اب گھنٹے کا ہو گیا ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ ہم سے قبل بھی تو ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے بہت بڑے بڑے کام کیے ہیں، آخر وقت نے ان کا ساتھ دیا، ایسا کیوں ہوا؟ پریشان ہوں اور سوچتا ہوں۔ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے میں نے ایک ہرن کا شکار کیا، اس کے پیچھے بھاگ دوڑ میں مجھے تھوڑا بہت وقت لگا، کیونکہ میری تجرباتی زندگی میں کسی بھی شکار میں زیادہ وقت صرف نہیں کیا اور میں بہت آسانی سے ہرن شکار کر لیتا ہوں۔لیکن اس دفعہ جب میں نے وقت دیکھا تو مجھے چار گھنٹے سے زائد اس مہم جوئی میں لگے۔ میں حیران ہوا اور پریشان بھی۔آخر وقت اتنی تیزی سے کیوں گزر رہا ہے؟ میرا وقت سے احتجاج ہے، آخر تو ہم سے ناراض کیوں ہے؟ اور ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتا؟

(بحوالہ جستہ جستہ از سنت نبوی اور جدید سائنس جلد چہارم)

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کے جملہ تعلیمات پر دل و جان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

مراجع ومصادر

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے براہِ راست یا بالواسطہ خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

معارف القرآن..........................حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ

بخاری شریف..........................محمد اسماعیل البخاریؒ

مسلم شریف..........................ابی الحسن بن الحجاج القشیریؒ

ترمذی شریف..........................ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

ابوداؤد..........................ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

ابن ماجہ..........................ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوٰۃ شریف..........................ابومحمد الحسنین بن مسعودؒ

معارف الحدیث..........................حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

مظاہرِ حق جدید..........................حضرت نواب محمد قطب الدینؒ

تنبیہُ الغافلین ....حضرت ابولیث سمرقندیؒ

احیاء العلوم..........................حضرت امام غزالیؒ

خطباتِ حکیم الاسلام..........................حضرت قاری طیب صاحبؒ

فضائل صدقات..........................حضرت مولانا زکریا صاحبؒ

فضائل اعمال..........................حضرت مولانا زکریا صاحبؒ

خطبات حکیم الامت..........................مولانا اشرف اعلی تھانویؒ

ملفوظات حکیم الامت..........................مولانا اشرف علی تھانویؒ

خطباتِ اکابر..........................ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

خطباتِ مدنی..........................مولانا حسین احمد مدنیؒ

خطبات حضرت لاہوریؒ..........................حضرت لاہوریؒ

خطباتِ علی میاں..........................حضرت ابوالحسن علی ندویؒ

خطباتِ مسیح الامت..........................حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ

خطبات جمیل..........................حضرت مولانا طارق جمیل صاحب

رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں..........................حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟..........................مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ

اصلاحی خطبات..........................حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب

خطباتِ فقیر..........................حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب

ندائے منبر ومحراب..........................حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب

صدائے منبر..........................حضرت مفتی محمد امین صاحب

اصلاحی مضامین..........................حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ

جہنم کے خوفناک مناظر..........................مولانا امداداللہ انور صاحب

سفرنامہ آخرت..........................جناب طالب ہاشمی صاحب

عالم برزخ کے عبرت انگیز واقعات..........................حافظ مومن خان عثمانی صاحب

جہنم کی ہولناکیاں..........................مترجم محمد خالد صاحب

قیامت کے ہولناک مناظر..........................مولانا امداداللہ انور صاحب

الدین القیم..........................مولانا سید منظر احسن گیلانیؒ

دنیا کی حقیقت..........................حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

❁❁❁❁❁❁

مؤلف کی دیگر کتب

(۱)......مثالی نوجوان..صفحات528

(۲)......مثالی عورت..صفحات600

(۳)......ازدواجی زندگی کے رہنما اصول................................صفحات456

(۴)......ازدواجی زندگی کی مشکلات اوران کاحل......................صفحات440

(۵)......مردوں کی مثالی زندگی کے درخشاں پہلو......................صفحات600

(۶)......خواتین کی مثالی زندگی کے درخشاں پہلو......................صفحات592

(۷)......کامیاب زندگی کے راز...صفحات422

(۸)......جنت اور جنت میں لے جانے والے اعمال......................صفحات700

(۹)......جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال......................صفحات736

(۱۰)......اصلاحِ معاشرہ کے رہنما اصول...............................صفحات664

(۱۱)......تعمیر معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں..........................صفحات600

(۱۲)......خصوصیاتِ مصطفیٰ ﷺ..........چار جلد کامل..........فی جلد500

(۱۳)......پل صراط اوراسکے مختلف مراحل..............................صفحات648

(۱۴)......صحابہ کرامؓ کے مثالی اخلاق..................................صفحات600

(۱۵)......اسلامی اخلاق کے رہنما اصول................................صفحات600

(۱۶)......اصلاح باطن کے ستر روحانی پرہیز............................صفحات600

(۱۷)......شاہراہِ زندگی کی روشن راہیں................................صفحات400

(۱۸)......خوشگوار زندگی کے پچاس رہنما اصول.........................صفحات400

(۱۹)......101 آئیڈیل شخصیات...صفحات600

(۲۰)......101 آئیڈیل خواتین..صفحات600

(۲۱)......تعمیر شخصیت کے رہنما اصول..................................صفحات824

(۲۲)......تذکرہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ...................................صفحات702

(۲۳)......101 سبق آموز واقعات.......................................صفحات400

(۲۴)......قرآن ایک تعارف...صفحات568

(۲۵)......خواتین اسلام کے سبق آموز واقعات............................صفحات500

(۲۶)......تعلیمات نبوی ﷺ اور جدید علمِ نفسیات.........................صفحات500

(۲۷)......سنت نبوی ﷺ اور جدید علمِ نفسیات............................صفحات 500

(۲۸)......قرآنی تعلیمات اوراس کے تقاضے...............................صفحات500

(۲۹)......مثالی جواہر پارے...صفحات400

(۳۰)......حقوق العباد کی فکر کیجئے.....................................صفحات600

(۳۱)......گناہوں سے توبہ کیجئے.......................................صفحات600

(۳۲)......رسول اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں.................................صفحات450

(۳۳)......گلدستہ رنگا رنگ..صفحات400

(۳۴)......بکھرے جواہر..صفحات400

(۳۵)......قرآن کریم کے عظیم فضائل اوراس کے اداب......................صفحات350

(۳۶)......اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ...............................صفحات500

(۳۷)......واقعات سے سبق حاصل کیجئے...............................صفحات500

(1)......والدین کے حقوق اور اولاد کی ذمہ داریاں..................................صفحات 328

(2)......اولاد کے حقوق اور والدین کی ذمہ داریاں..................................صفحات 328

(3)......شوہر کے حقوق اور بیوی کی ذمہ داریاں..................................صفحات 328

(4)......بیوی کے حقوق اور شوہر کی ذمہ داریاں..................................صفحات 328

(5)......بچوں کے لئے سبق آموز واقعات..................................صفحات تقریباً...... 400

(3)......نومسلم مردوں کے ایمان افروز حالات..................................صفحات تقریباً...... 350

(4)......نومسلم خواتین کے ایمان افروز حالات..................................صفحات تقریباً...... 350

حفاظتِ صحت کے رہنما اصول..................................صفحات تقریباً...... 500

اولاد کی تربیت کے رہنما اصول..................................صفحات تقریباً...... 500

خوراکِ نبوی ﷺ اور جدید سائنس..................................صفحات تقریباً...... 450

وقت کی قدر کیجئے..................................صفحات تقریباً...... 450

موت کی تیاری کیجئے..................................صفحات تقریباً...... 500

اللہ کے حضور دعا کیجئے..................................صفحات تقریباً...... 450

رسولِ اکرم ﷺ کے مثالی اخلاق..................................صفحات تقریباً...... 400

اولاد کی اصلاح و تربیت

بچوں کی اسلامی تربیت اور جدید علمِ نفسیات

طبِ نبوی اور جدید سائنس

اپنی صحت کا خیال رکھیئے

مثالی وظائف

مثالی دعائیں

خصوصیاتِ اسماءِ حسنٰی

مرنا بھی ہے

اکابرینِ امت کے مثالی اخلاق

بکھرے جواہر

مثالی واقعات